طلبۂ علم کے لئے ایک بہترین کتاب

مُطالعہ کی اہمیّت

”اِن شاءَ اللہ اس کتاب کو پڑھ کر اساتذہ وطلباء کو مُطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوگا۔ بندہ عُلماءِ کرام وطالبانِ علم سے خصوصی درخواست کرتا ہے کہ اس کتاب کا مُطالعہ ایک بار ضرور کریں، اگرچہ کتاب اِس کی مُستحق ہے کہ اس کا مُطالعہ بار بار کیا جائے۔“

(حضرت مفتی نظام الدین شامزی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ)

تالیف

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ

دارالہدیٰ

مطالعہ کی اہمیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضروری گزارش

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

حضرات علماء کرام اور معزّز قارئین کی خدمت میں نہایت ہی عاجزانہ التماس کی جاتی ہے کہ حتی الامکان ہم نے کتاب میں تصحیح وتخریج کی پوری کوشش کی ہے تا کہ ہر بات مستند اور باحوالہ ہو پھر بھی اگر کہیں مضمون یا حوالہ جات میں سُقْم وضُعْف یا اَغلاط نظر آئیں تو اَزراہِ کرم ناشر کو ضرور مطّلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں وہ غلطی باقی نہ رہے۔

مزید اس کتاب کے متعلّق کوئی اصلاحی تجویز ہو تو ضرور بتائیں۔

اس کتاب کی تصحیح وکتابت پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کافی محنت ہوئی ہے امید ہے قدردان لوگ مسلمانوں کے لئے کی گئی اس محنت کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دعا کرتے رہیں گے۔

جزاکم اللہ خیراً

هر طالب علم کے لئے ایک بہترین کتاب

مُطالعہ کی اہمیّت

"ان شاء اللہ اس کتاب کو پڑھ کر اساتذہ وطلباء کو مُطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوگا۔ بندہ عُلماءِ کرام وطالبانِ علم سے خصوصی درخواست کرتا ہے کہ اِس کتاب کا مُطالعہ ایک بار ضرور کریں، اگرچہ کتاب اِس کی مُستحق ہے کہ اس کا مُطالعہ بار بار کیا جائے۔ (حضرت مفتی نظام الدّین شامزی شہید رحمہُ اللہ تعالیٰ)

تألیف
مولانا محمّد روح اللہ نقشبندی غفوری
فاضلِ جامعۃ علوم اسلامیّہ علامہ بنوری ٹاؤن

دار الھدیٰ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام .... مطالعہ کی اہمیت

تاریخ اشاعت .... مارچ ۲۰۰۵ء

باہتمام .... احبابِ دار الہدیٰ

کمپوزنگ .... فاروقِ اعظم کمپوزرز کراچی

ناشر .... دار الہدیٰ

—— اسٹاکسٹ ——

مکتبہ بیت العلم

G-29، گراؤنڈ فلور، اسٹوڈنٹ بازار، نزد مقدس مسجد،

اردو بازار کراچی، فون: 021-2726509

ملنے کے دیگر پتے

● مدرسہ بیت العلم، گلشن اقبال، کراچی
● دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی
● ادارۃ القرآن، لسبیلہ چوک، کراچی
● صدیقی ٹرسٹ، لسبیلہ چوک، کراچی
● مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
● مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
● زم زم پبلشرز، اردو بازار، کراچی
● بیت القرآن، اردو بازار، کراچی
● قدیمی کتب خانہ، بالمقابل آرام باغ، کراچی
● دار القرآن اکیڈمی، محلہ جنگی، پشاور
● مکتبۃ الحسن، اردو بازار، لاہور
● رحمٰن بک ہاؤس، اردو بازار، کراچی

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
۲۹	انتساب
۳۰	پسند فرمودہ
۳۲	ابتدائیہ
۳۹	باب اوّل
۳۹	کتاب سے محبت اور اہمیت
۴۱	کتاب کیا چیز ہے؟
۴۲	کتاب دانشوروں کی نظر میں
۴۴	کتاب سے محبت اور حصول علم کی اہمیت
۴۶	کتاب کی قدر و قیمت
۴۷	علامہ مسعودی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کتاب کے بارے میں فصیح و بلیغ تعریف
۴۸	کاش میرے پاس کتابیں رہ گئی ہوتیں
۴۹	انسانوں سے نفرت کیوں؟
۴۹	کتاب دوست بنیئے
۵۴	کتاب کا ذوق رکھنے والے
۵۴	قاضی جرجانی کی محبوبیتِ کتاب
۵۵	میرا معشوق چراغ ہے
۵۶	کتابیں ضائع ہونے سے ذہن متغیر ہونا
۵۷	میں کتابوں پر اوندھا ہو گیا

صفحہ	عنوان
۵۷	دوبارہ طبیعت آمادہ نہ ہوئی ....
۵۸	بخل کی وجہ سے برکت نہ ہوئی ....
۵۹	کاغذ کے لئے کپڑے فروخت کرنا ....
٦٠	کتاب کا ضائع ہونا راہِ صواب کا گم ہو جانا ہے ....
٦١	مجموعہ سفر میں چوری ہوگیا ....
٦٢	عجیب حکایت ....
٦۵	کتنی حسرتیں قبروں کے اندر ہیں ....
٦۵	کتاب فروخت کرنے پر تأسف ....
٦٦	حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حفظِ علم کا واقعہ ....
٦٧	ایک خط کے بعض عجیب فقرے ....
٦٨	کتابوں کو خوشبو کی دھونی دو ....
٦٩	کتاب ضائع ہونے کی مصیبت ....
٧١	ایک جلد سالم رہی ....
٧١	عمدہ کتابیں جمع کرنا ....
٧٤	کتابوں کے ضائع ہونے پر ذہن منتشر ہونا ....
٧٤	سفر میں کتابوں کی دیکھ بھال ....
٧۵	علامہ کوثری کا واقعہ ....
٧٧	حصولِ علم کا عجیب وغریب شوق ....
٨٠	بدن کے کپڑے فروخت کر کے کتاب خریدنا ....
٨١	چادر فروخت کر کے کتابیں خریدیں ....
٨٢	ایک کتاب کے لئے اتنی محنت ....
٨۵	تھیلے میں کتابیں تھیں ....

صفحہ	عنوان
۸۶	محمد بن اسماعیل بخاری امیر المؤمنین فی الحدیث کیوں کر بنے؟ ....
۸۶	خزانوں کو کتابوں سے تعمیر کریں ....
۸۷	ایک کتاب کے لئے گھر فروخت کرنا ....
۸۸	مرنے کے بعد بھی کتابوں سے مشغولیت ....
۹۱	میں نے علم کی کتابیں خریدلیں ....
۹۲	حافظ ابوالقاسم بن عساکر الدمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عجیب حالت ....
۹۴	کتاب کے ساتھ ایک شاندار فعل ....
۹۵	کتابیں نہ ملنے کی وجہ سے زمین فروخت کر کے سفر کرنا ....
۹۶	انبیاء کی وراثت حاصل کرنے کی خاطر ....
۹۶	تن کے کپڑے فروخت کر کے کاغذ خریدنا ....
۹۷	گھر کا سامان فروخت کر کے کتاب خریدنا ....
۹۸	کتابیں کس طرح جمع کیں؟ ....
۹۸	عالم کی عظمت کتاب میں ہے ....
۹۹	کتاب کی خریداری ہر پر چیز مقدم ہے ....
۹۹	حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ اور کتاب ....
۱۰۰	حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے محبت ....
۱۰۰	حضرت ابن المقری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے محبت ....
۱۰۰	ملا عبدالرحمٰن احمد نگری رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۱	اسحٰق بن سلیمان صاحب ....
۱۰۱	سلیمہ سلطان بیگم ....
۱۰۱	حافظ ابن فراط بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۲	حضرت مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ ....

صفحہ	عنوان
۱۰۲	شیخ عبداللہ بیابانی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۲	حضرت اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۲	شیخ محمد افضل رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۳	حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۳	حضرت مولانا شروانی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۴	آفتاب اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ ....
۱۰۵	مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۵	مولوی خدا بخش رحمہ اللہ تعالیٰ اور زیارتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ....
۱۰۶	کتاب کا عاشق ....
۱۰۶	حضرت خلیل ابن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۶	حضرت ابوالفرج اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۷	گلستانِ سعدی پر سو لاکھ خرچ کر دیئے ....
۱۰۸	علامہ حضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۸	حضرت ابوالفضل ابن الحمید رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۹	حضرت ابن طفیل رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۹	سفر و حضر میں بھی کتابیں ....
۱۰۹	صاحب بن عباد رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۱۰	حضرت محمد بن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۱۰	حضرت شارح تبریزی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۱۰	ملا عبدالقادر صاحب ....
۱۱۱	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ
۱۱۱	مکانات سات سات روپے پر فروخت کر کے کتابیں خرید لیتے تھے ....

صفحہ	عنوان
۱۱۲	کتابوں کا پیکٹ ....
۱۱۳	پاکیزگی طبع ....
۱۱۳	ذوقِ نفاست وسلیقہ مندی ....
۱۱۴	کتابوں کا حسنِ استعمال ....
۱۱۵	کتاب کا ادب ....
۱۱۵	نفیس کتابیں، عمدہ جلدیں ....
۱۱۶	پاکیزہ وخوبصورت لائبریری کتابوں کی ....
۱۱۷	پورے تھل کی قیمت کے برابر لائبریری ....
۱۱۷	بانئ کتب خانہ کا ذوقِ کتاب ....
۱۱۹	حسنِ کتاب کا شوق ....
۱۲۰	کانِ طلا یا نگارخانہ چین ....
۱۲۰	کتب خانہ کی فہرست نگاری ....
۱۲۱	نائب قیوم زماں صدیق دوراں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہ کا اضافۂ کتب کا ذوق ....
۱۲۲	مخدومِ زماں بسط اللہ ظلہم العالی کے ہاتھوں توسیع وترقی کتب خانہ ....
۱۲۳	تعدادِ کتب ....
۱۲۳	کتاب کی معنوی افادیت ....
۱۲۵	فراہمی کتب ....
۱۲۶	حضرت قدس سرہ کی اہلیہ محترمہ رحمہا اللہ تعالیٰ کی خدماتِ کتب خانہ ....
۱۲۶	آپ کو اپنی کتابوں سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا ....
۱۲۷	آپ کتاب کی بے حرمتی گوارا نہ فرماتے تھے ....
۱۲۷	قواعد وضوابط خدمتِ مراجعین ....

صفحہ	عنوان
۱۲۸	🕮 کتاب کی شان حضرت اقدس مولانا الشاہ الحاج محمد اسعد اللہ صاحب مدظلہ کی زبان سے ....
۱۲۹	باب دوم
۱۲۹	کتب خانوں کا اجمالی تعارف اور ذخیرۂ کتب پر مختصر معلومات
۱۳۰	🕮 محبوبِ رفیق کتاب ....
۱۳۱	🕮 کتابوں کے ذخائر ....
۱۳۱	🕮 بغداد کے کتب خانہ کا تعارف ....
۱۳۲	🕮 مصر کے کتب خانہ کا تعارف ....
۱۳۲	🕮 ہندوستان میں کتب خانے ....
۱۳۳	🕮 طرابلس کا ایک کتب خانہ ....
۱۳۳	🕮 اندلس کے کتب خانوں کا تعارف ....
۱۳۵	🕮 کتب خانے اور لائبریری ....
۱۳۶	🕮 کتابوں سے عشق اور عظیم الشان کتب خانہ ....
۱۳۶	🕮 چار لاکھ کتابوں کا کتب خانہ ....
۱۳۶	🕮 خانقاہِ سراجیہ شریف کا ''کتاب خانہ سعدیہ'' کا تعارف ....
۱۳۸	🕮 بانی خانقاہِ سراجیہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ کے عہد میں مالیتِ کتب
۱۳۸	🕮 شہرتِ کتب خانہ سعدیہ ....
۱۳۹	🕮 محققین کی جنت الفردوس ....
۱۴۰	🕮 عظیم اور جامع کتب خانہ ....
۱۴۱	🕮 گنجینۂ نوادرات ....
۱۴۲	🕮 علوم وفنون کتب خانہ ....

صفحہ	عنوان
۱۴۳	مخطوطات ونوادرات
۱۴۳	تھانہ بھون میں عظیم الشان کتب خانہ
۱۴۵	باب سوم
۱۴۵	طلبِ علم کے لئے جانی اور مالی قربانیاں اور
۱۴۵	دور دراز سفر کے عجیب واقعات
۱۴۷	دل کی باتیں
۱۴۷	پہلے انسان کا پہلا کام
۱۴۸	حصولِ علم سے استغناء نہیں
۱۵۱	صحابہ کے طلبِ علم کے لئے سفر کے واقعات
۱۵۳	حصولِ مقصد کے لئے طویل انتظار
۱۵۵	ایک حدیث کے لئے مہینہ کا سفر
۱۵۷	کثرتِ مشائخ سے علم میں کمال آتا ہے
۱۵۸	ان سے سن کر تسلی ہوئی
۱۵۸	ایک حدیث کے لئے سفر
۱۵۹	تین احادیث کے لئے سفر
۱۵۹	ایک حدیث کے لئے تین ماہ کا انتظار
۱۵۹	کم عمری سے طلبِ حدیث کے لئے سفر
۱۶۰	اینٹ کا تکیہ
۱۶۰	ایک کتاب کی ترتیب کے لئے دو مرتبہ کرۂ ارض کا سفر
۱۶۱	نیشا پور سے بغداد کی طرف سفر
۱۶۱	شیخ کو بھی تعجب

عنوان	صفحہ
تحصیل علم کا انوکھا واقعہ	۱۶۲
شوقِ علم کے لئے طویل سفر	۱۶۶
حصول علم حدیث کے لئے سفر پر سفر	۱۶۷
امام ارغیانی کی شانِ یکتائی	۱۶۸
خود اپنے جیسا نہ دیکھا	۱۶۹
ایسے نسخے کے لئے سفر جن کو نان بائی بھی قبول نہ کرے	۱۷۰
سترہ سو (۱۷۰۰) شیوخ سے استفادہ	۱۷۱
آخری عمر میں بھی طلب حدیث کے لئے سفر	۱۷۲
طلبِ علم میں انتہائی مشقت	۱۷۴
کتنی حسرتیں قبروں میں مدفون ہیں	۱۷۴
امام زمخشری کی ٹانگ کا ضائع ہونا	۱۷۵
حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کے بدلے ہاتھوں کے کٹنے کی کوئی وقعت نہیں	۱۷۶
سفر طلبِ علم کی بے شمار لذتیں	۱۷۷
ان کے میزان میں علم مال پر راجح تھا	۱۷۸
علم کے لئے گھر فروخت کرنا	۱۸۰
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم پر خرچ	۱۸۰
ایک ہزار مثقال کا خرچ	۱۸۱
طلبِ علم اور نشرِ علم پر خرچ	۱۸۱
ایک باب کے حفظ کے لئے اسی ہزار درہم خرچ کرنا	۱۸۱
پہننے کے لئے جوتا بھی نہ رہا	۱۸۲
گھر فروخت کر کے بیٹے کو سماع کے لئے بھیجنا	۱۸۲
پندرہ دُرّے اور پندرہ حدیثیں	۱۸۳

صفحہ	عنوان
۱۸۳	ڈیڑھ لاکھ درہم خرچ کرنا ....
۱۸۴	میں ان کا مہر ادا کرتا تھا ....
۱۸۵	تین مٹکے سونا علم کے لئے خرچ کرنا ....
۱۸۶	تین لاکھ درہم خرچ کرنا ....
۱۸۶	حضرت امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم کے حصول پر خرچ ....
۱۸۷	لکھائی کی دس ہزار درہم اجرت ....
۱۸۷	اسی ہزار درہم آٹھ ختموں پر خرچ کرنا ....
۱۸۷	تمام رقم حدیث پر خرچ کردی ....
۱۸۸	طلبہ علم کے لئے صدقاتِ جاریہ ....
۱۸۸	حضرت امام ابراہیم الحربی البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال ....
۱۹۱	ایک روٹی میں بھی صدقہ ....
۱۹۱	روٹی نمک کے ساتھ دستیاب آنے پر ہزار دینار رد کرنا ....
۱۹۲	حافظ محمد طاہر المقدسی کے احوال ....
۱۹۴	پیشاب میں خون آنا ....
۱۹۷	مشرق کے محدث ....
۲۰۱	حضرت ابوالقاسم الہندی المقری المغربی رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال ....
۲۰۵	طلبِ علم کے سفر میں رات دن پیادہ چلنا ....
۲۰۵	تحصیلِ علم کے سفر میں تمام ممالک کا سفر کرنا ....
۲۰۵	حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ....
۲۰۶	حضرت کثیر ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ....
۲۰۶	حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ....
۲۰۷	حصولِ علم کے لئے دو سو اسّی (۲۸۰) شیوخ کے پاس پیادہ جانا ....

عنوان	صفحہ
تحصیلِ علم کے لئے آٹھ سو چالیس (۸۴۰) میل پیادہ چلنا	۲۰۷
حصولِ علم کے لئے تین سو پینسٹھ (۳۶۵) میل پیادہ چلنا	۲۰۷
علم کی طلب میں سفر جہاد کے مانند ہے	۲۰۷
طلبِ علم کے سفر میں سینکڑوں اساتذہ سے استفادہ کرنا	۲۰۸
علم کی طلب میں ہزاروں میل کا سفر کرنا	۲۰۸
حصولِ علم کے لئے ملک در ملک کا سفر کرنا	۲۰۸
علم کی طلب میں ملک در ملک کی خاک چھاننا	۲۰۸
حصولِ علم کے لئے سات سال کا سفر کرنا	۲۰۹
تحصیلِ علم کے لئے تمام ممالک کی سیاحت کرنا	۲۰۹
حصولِ علم کے لئے فاقہ بھی اور پیدل سفر	۲۰۹
حصولِ علم کے لئے ہر مشقت کا برداشت کرنا	۲۰۹
تحصیلِ علم کے بعد ذخیرۂ کتب ساتھ لے کر آنا	۲۱۰
طلبِ علم کے سفر میں مشقت کی وجہ سے پیشاب میں خون کا آنا	۲۱۰
طلبِ حدیث میں سارا مال خرچ کر دیا	۲۱۰
حضرت امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۱۰
حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۱۱
حضرت خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۱۱
حضرت ہشام بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۱۱
حافظ ابوعبداللہ اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۱۱
حضرت علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۱۱
حضرت امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۱۲
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۱۲

عنوان	صفحہ
حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ........	۲۱۲
حافظ ابوالقاسم سلیمان بن طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ........	۲۱۳
حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ........	۲۱۳
حضرت امام یحییٰ ناقل رحمہ اللہ تعالیٰ........	۲۱۳
حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ........	۲۱۳
حضرت علی ہجویری (المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ)........	۲۱۴
حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ (گولڑہ شریف)........	۲۱۴
مختصر کلام........	۲۱۴
باب چہارم	۲۱۹
طلب علم کے سفر میں بھوک برداشت کرنے کی عجیب حکایات	۲۱۹
میرا عزم ہے کہ لکھو ”مطالعہ کی اہمیت“........	۲۲۰
اظہارِ حقیقت........	۲۲۱
علم کے حصول کی خاطر پورے دن میں صرف ایک روٹی پر گزارا........	۲۲۲
ایثار اور قربانی کی اعلیٰ مثال........	۲۲۲
زمانہ طالب علمی میں چقندر اور بند گوبھی کے پتے کھا کر گزارا کرنے والے	۲۲۴
چقندر کے پتوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا........	۲۲۴
سخت بھوک کو ختم کرنے کے لئے پانی کا پینا........	۲۲۴
سالانہ بیس درہم خرچ ہوئے........	۲۲۵
نصرتِ خداوندی........	۲۲۵
ورع وتقویٰ اور فقر وفاقہ کا حسین امتزاج........	۲۲۶
تیس ہزار طالب علموں کا ہجوم........	۲۲۷

عنوان	صفحہ
کتاب اللہ کی خاطر غیرت کھا کر مال ٹھکرانے والا محروم نہیں رہا	۲۲۸
زندگی کے دو دور	۲۳۲
تنگ دستی کی وجہ سے کوچ کرنا	۲۳۴
گھر کا سامان فروخت کرنا	۲۳۷
تنگیٔ احوال سے سفر کرنا	۲۳۸
نابینا شخص کا سفر	۲۴۰
امام جزوی کا حال	۲۴۱
چھ ماہ سے مسئلہ کی تحقیق کی وجہ سے چادر نہ دھو سکے	۲۴۲
شیخ علامہ محمد الخضر حسین التونسی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ	۲۴۳
کلیجے بغیر سالن کے پانی میں بھگو کر کھاتے رہے	۲۴۴
کھانے کی خوشبو سے دل کو تقویت	۲۴۴
کرتے کی دونوں آستین ہی بیچ ڈالیں	۲۴۴
مسجد کی روشنی میں لکھتے رہے	۲۴۴
شہید کا درجہ	۲۴۵
اصحابِ صفہ پر فاقہ کا حال	۲۴۵
طلبِ علم کے لئے مشقت کا عجیب حال	۲۴۵
تیس سال تک چٹائی کے سوا بستر کا لطف نہیں اٹھایا	۲۴۵
بدن کے کپڑے تک بیچنے پڑے	۲۴۶
حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے حصولِ علم کا واقعہ	۲۴۶
حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا حصولِ علم میں حال	۲۴۶
حصولِ علم میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عجیب حال	۲۴۷
حصولِ علم اور احسان مندی سے بچنا	۲۴۷

عنوان	صفحہ
طلبِ علم کے سفر میں چقندر کے پتے کھانا	۲۴۷
حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم کی طلب میں سفر	۲۴۸
مدینہ منورہ کے تین طالب علم	۲۴۸
مولی کے پتے کھا کر علم حاصل کرنا	۲۴۸
شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ کے طالب علمی کا واقعہ ..	۲۴۹
حضرت شاہ مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری صاحبؒ کے طالب علمی کا واقعہ	۲۴۹
طلبِ علم کے سفر میں روٹی، گڑ یا نمک سے تناول کرنا	۲۴۹
فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۴۹
باب پنجم	۲۵۱
مطالعہ کی اہمیت	۲۵۱
سلف صالحین کے ذوق مطالعۂ کتب کا دل نشین اور بے مثال تذکرہ	۲۵۱
مطالعۂ کتب پر ایک عربی نظم	۲۵۳
علم اور مطالعہ...... اہمیت کے آئینہ میں	۲۵۵
علم کی فضیلت و اہمیت	۲۵۷
مطالعہ کی اہمیت اقوالِ زریں کی روشنی میں	۲۵۸
حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور مطالعہ	۲۵۹
ذوقِ مطالعہ وانہماک اور علم کی ذمہ داری کا احساس	۲۶۰
ذوقِ مطالعہ اور کتب کی تکمیل کے لئے فراغِ قلب کا اہتمام	۲۶۱
مطالعۂ کتب کے شغب میں میلے کپڑے تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی	۲۶۲
مطالعہ میں خلل ڈالنے والے مرغ کو ذبح کروا دیا	۲۶۳
مطالعہ میں انہماک اور سلام کے جواب میں دعا (دینا)	۲۶۴

صفحہ	عنوان
۲۶۴	رات کو بھی مطالعہ میں منہمک رہتے ....
۲۶۵	حضرت حکیم ابونصر فارابی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۶۵	حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۶۵	حضرت شیخ الرئیس رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۶۶	حضرت ابوبکر بن بشار رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۶۶	حضرت خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۶۷	حضرت ابوالوفاء بن عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۶۷	حضرت فتح بن خاقان رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۶۷	علامہ زمخشری رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۶۸	مطالعہ کے لئے سال بھر معتکف رہا ....
۲۷۰	میرے لئے زندگی کا ایک لمحہ ضائع کرنا جائز نہیں ....
۲۷۱	مطالعہ کرنے میں چاند کی روشنی کا استعمال ....
۲۷۲	امام الحرمین کی مشرق ومغرب میں علمی شہرت کے باوجود زانوئے تلمذ طے کرنا اور مطالعہ کتب کرنا ....
۲۷۴	سات سو فقہاء کا مجمع اور چوکیداری کے تیل سے مطالعہ کرنا ....
۲۷۶	مطالعہ اور تین عجیب واقعات ....
۲۷۹	ایک کتاب کا دوسو مرتبہ مطالعہ ....
۲۸۰	کتاب سمجھ آجانے پر صدقہ ....
۲۸۰	مزدوری سے اپنے لئے نفقہ اور مطالعہ کے لئے روشنی کا اہتمام کرتے .....
۲۸۱	بوعلی سینا کے بچپن، لڑکپن اور جوانی کے حالات اور علم کے ساتھ اشتغال اور مطالعہ
۲۸۲	ہوا، رنگ اور ذائقہ پاکیزہ ہے ....
۲۸۳	مطالعہ چوکیداروں کی روشنی سے ہوتا رہا ....

صفحہ	عنوان
۲۸۴	حضرت علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۸۴	طالب علمی میں بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ ....
۲۸۵	مدرسہ نظامیہ اور بغداد کے مشہور کتب خانوں کا مطالعہ کرلیا ....
۲۸۵	حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۸۶	حضرت علامہ حریری رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۸۶	شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۸۷	علم و مطالعہ ہی میں مسرت و راحت محسوس کرتا ہوں ....
۲۸۷	علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظام الاوقات ....
۲۸۷	حضرت ابوالعباس ثعلب الحانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۸۸	حضرت ابوالمنصور فارابی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۸۸	حکیم ابونصر فارابی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۸۹	شمس الائمہ حضرت امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۸۹	حضرت امام مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۸۹	حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۹۰	حکیم جالینوس کا واقعہ ....
۲۹۰	فقیہ العصر علامہ ابن رشد رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۹۰	حضرت جاحظ بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۹۱	مفسرِ قرآن حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۹۲	حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۲۹۳	صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ....
۲۹۴	مشہور فلسفی ابن سینا کا واقعہ ....
۲۹۴	حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ ....

عنوان	صفحہ
حضرت امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۹۴
حضرت محمد بن جہم رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۹۴
خلیفہ اندلس کا واقعہ	۲۹۵
حضرت عبداللہ ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۹۵
حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۹۵
امام النحو حضرت علامہ یونس رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۹۶
صاحب عباد رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۹۶
محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۹۶
حضرت علی بن عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۹۷
ولی کامل حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۹۷
محدث العصر حضرت شیخ علامہ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور مطالعہ کا شوق	۲۹۷
ذوق مطالعہ	۲۹۸
کتب بینی کا اشتیاق	۲۹۹
حضرت ابومعشر منجم کا انہاکِ مطالعہ	۳۰۰
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۰۰
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۰۱
حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۰۲
مطالعہ اور کتب بینی کا حال اپنی زبانی	۳۰۳
حضرت مولانا عبدالحیٔ رحمہ اللہ تعالیٰ (فرنگی محلی)	۳۰۵
امام المحدثین حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۰۵
مطالعہ میں محنت اور شدید مشقت کا اٹھانا	۳۰۶

صفحہ	عنوان
۳۰۷	کتاب بھی تو ایک روگ ہے، اس روگ کا کیا کروں ....
۳۰۹	حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا بے نظیر مطالعہ ....
۳۰۹	حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا دماغ ایک کتب خانہ ....
۳۰۹	بے مثال حافظہ اور وسعتِ نظر و سرعتِ مطالعہ ....
۳۱۲	مطالعہ کرتے وقت علمِ دین کا بے مثال ادب ....
۳۱۳	حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطالعہ کرنے کا طریقہ ....
۳۱۳	محدث العصر حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ کا علمی مقام .....
۳۱۷	مطالعہ کے بارے میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طلباء کو وصیت .
۳۱۷	مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۳۱۸	فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۳۲۰	مطالعہ میں مشغولیت کا عجیب طریقہ ....
۳۲۱	شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۳۲۲	ہفتہ بھر دن رات مطالعہ ....
۳۲۳	شیخ التفسیر حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۳۲۴	حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۳۲۶	دعوت و تبلیغ کے عظیم مبلغ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب دہلویؒ .....
۳۲۷	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شروانی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۳۲۷	مولانا رحمت اللہ سبحانی لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۳۲۸	تنہائی میں مطالعۂ کتب ....
۳۲۸	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ .....
۳۲۹	مطالعہ اور تیاری کرتے تھے ....
۳۳۳	زبدۃ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ .....

عنوان	صفحہ
مناظر اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا منظور نعمانی نورَاللہ مرقدہ	۳۳۳
شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۳۴
حضرت مولانا منہاج صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۳۴
محدثِ وقت، فقیہِ وقت حضرت علامہ مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ	۳۳۴
حضرت شیخ بنوری نوراللہ مرقدہ کی علامہ جوہر طنطاوی مرحوم سے ملاقات ..	۳۳۶
محبوب مشغلہ	۳۳۷
مسلسل مطالعہ	۳۳۷
طالبانِ علومِ نبوت سے گزارش	۳۳۸
حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۳۹
حضرت علامہ صدیق احمد کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۴۰
حضرت مولانا الحاج اسداللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۴۰
حضرت مولانا عجب نور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۴۰
حضرت مولانا عبدالوحید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۴۰
حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطالعہ میں دلچسپی پر عجیب حال	۳۴۰
فخر استاذ القراء حضرت مولانا عبدالرحمٰن پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مطالعہ ..	۳۴۱
محبتِ علم، شوقِ مطالعہ اور آثار	۳۴۱
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالحق صاحبؒ اور مطالعہ (اکوڑہ خٹک)	۳۴۳
دارالعلوم دیوبند میں طلباءِ دارالعلوم کا عظیم کردار اور ان کا عجیب مطالعہ	۳۴۴
امتحان	۳۴۶
خوراک	۳۴۷
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ	۳۴۸
محقق اہلِ سنت صاحبزادہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	۳۴۹

صفحہ	عنوان
۳۴۹	صاحب دامت برکاتہم العالیہ ....
۳۵۰	مختصر خلاصہ ....
۳۵۱	موضوع مطالعہ پر ایک نظم ''یعنی علم میں ترقی کا راز مطالعہ میں مضمر ہیں''...
۳۵۳	باب ششم
۳۵۳	مطالعہ کتب کے زریں آداب، مطالعہ کرنے کا طریقہ
۳۵۳	اور قاعدہ اور مطالعہ کے موضوع پر دلچسپ نکات
۳۵۴	درسِ جرأت ....
۳۵۵	مطالعہ کرنے کے زرّیں آداب ....
۳۵۷	مطالعہ کرنے کا طریقہ اور قاعدہ ....
۳۶۱	مطالعہ کے موضوع پر دلچسپ نکات
۳۶۳	مطالعہ سے فوائد حاصل کرنے کے طریقے ....
۳۶۴	شوقِ مطالعہ کا فقدان ....
۳۶۵	مطالعہ کی اہمیت پر حکیم الامت مجددِ ملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے قیمتی ارشادات ....
۳۶۵	مطالعہ کی اہمیت اور اس کا وجوب اور مثال ....
۳۶۵	استعداد تو مطالعہ ہی سے پیدا ہوتی ہے ....
۳۶۶	مطالعہ اور سبق میں اگر جی نہ لگے ....
۳۶۶	درس میں یا مطالعہ میں اگر نیند کا غلبہ ہو تو کیا کرے؟ ....
۳۶۷	مطالعہ کرنے کا طریقہ، مطالعہ کب مفید ہوتا ہے ....
۳۶۷	خارجی مطالعہ بھی ثواب ہی کی نیت سے کرنا چاہیئے خارجی مطالعہ کی ایک شرط ...
۳۶۸	مطالعہ کس کتاب کا کرنا چاہیئے ....

عنوان	صفحہ
کتابوں میں سب کچھ لکھا ہے	۳۶۸
علماء کتابیں کس طرح جمع کر سکتے ہیں	۳۶۸
حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا خارجی مطالعہ	۳۶۹
مطالعہ کسی کی ماتحتی اور زیرِ نگرانی کرنا چاہیئے	۳۷۰
مطالعہ کی کتابوں کا انتخاب کیسے شخص سے کرائے	۳۷۰
ہر کتاب کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیئے	۳۷۱
بغیر تحقیق کے ہر کتاب کا مطالعہ کرنے کے نقصانات	۳۷۱
شرعی دلیل	۳۷۲
ہر نئی کتاب یا مخالفین کی کتابیں نہ دیکھنا چاہیئے	۳۷۲
اہلِ باطل کی مفید کتابیں دیکھنے سے بھی ضرر ہوتا ہے	۳۷۴
دوسرے مذاہب یا تقابلی مطالعہ کرنے کی شرط	۳۷۴
باطل مسلک کی کتابیں نہ دیکھنا چاہیئے	۳۷۴
مطالعہ صرف محققین کی کتابوں کا کرنا چاہیئے	۳۷۵
جس کتاب میں انبیاء اور صحابہ کی توہین ہو اس کے پڑھنے سے قلب میں ..	۳۷۶
تاریکی پیدا ہوتی ہے	۳۷۶
اہلِ حق کی کتابوں میں نور اور اہلِ باطل کی کتابوں میں ظلمت ہوتی ہے ...	۳۷۶
باب ہفتم	۳۷۹
اسلافِ امت اور ان کے تصنیفی کارنامے	۳۷۹
اسلافِ امت کے تصنیفی کارناموں پر ایک نظر	۳۸۰
امام ابنِ جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ ۳۱۰ھ	۳۸۰
علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲۷۰ھ	۳۸۲

عنوان	صفحہ
تالیفات کی تعداد پچھتر (۷۵) سے متجاوز ہے	۳۸۳
اپنے ہاتھ سے دو ہزار مجلدات لکھنا	۳۸۳
جسم کی راحت کے ساتھ علم حاصل کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی	۳۸۵
رات کے ایک حصہ میں تصنیف کرتا ہوں	۳۸۵
ہاتھ کی کمائی اور علم کی خدمت	۳۸۶
منفردِ زمانہ کتاب کے مصنف	۳۸۷
ایک مہینہ میں تیس جز لکھنا	۳۸۸
جس نے سردی گرمی علم کے لئے برداشت نہیں کی اس کے لئے کوئی خیر نہیں	۳۸۸
روزانہ چودہ ورق کی تصنیف	۳۸۹
ایک درہم پر دو ماہ گزارہ	۳۹۰
ایک سال میں سات مرتبہ صحیح مسلم لکھنا	۳۹۰
محرومی کے علاوہ ہر چیز میں ان کا حصہ کم تھا	۳۹۱
زندگی بھر کا فقر	۳۹۲
آدھے دینار پر قناعت	۳۹۴
حافظ ابوالقاسم بن عساکر الدمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال	۳۹۵
حضرت یحیٰی بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ	۴۰۰
حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ	۴۰۰
حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ	۴۰۰
حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ	۴۰۰
حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ	۴۰۰
حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ	۴۰۱

صفحہ	عنوان
۴۰۱	حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۴۰۱	حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۴۰۱	حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۴۰۱	حضرت علامہ ابن شاہین محدث رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۴۰۲	حضرت علامہ ابن الہادی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۴۰۲	حضرت علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۴۰۳	علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پوتے فرماتے ہیں ....
۴۰۳	حضرت محمد بن زکریا رازی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۴۰۳	حضرت ابوالفرج اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۴۰۳	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ ....
۴۰۴	الحمدللہ آج قرضہ ادا ہوگیا ....
۴۰۴	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہ ....
۴۰۵	تالیفی سفر کی ابتداء وانتہاء ....
۴۰۶	سفر وحضر میں تالیفات کا انہماک ....
۴۰۶	خوارقِ تالیف ....
۴۰۷	تالیفات کی مقبولیت ....
۴۰۸	مختصر کلام ....
۴۱۱	مصنفین کی اہمیت اور دارالتصنیف والتالیف کے قیام کی ضرورت کے بارے.. میں حکیم الامت مجدد اہل سنت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ.. کے قیمتی ارشادات ....
۴۱۱	تصنیف تالیف کی کثرت امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) کے خواص

عنوان	صفحہ
میں سے ہے	
تصنیف و تالیف کا کام نہایت مشکل کام ہے	۴۱۲
کتاب لکھنے کی غرض و غایت	۴۱۳
کتابوں کو رجسٹری کرانا اور حق تصنیف کی بیع کرنا	۴۱۳
کتاب پر مصنف کا نام لکھنا	۴۱۴
عورتوں کو اپنا نام پتہ کسی مضمون یا رسالہ میں نہیں ظاہر کرنا چاہیئے	۴۱۴
عورتیں بھی مصنف بن سکتی ہیں	۴۱۵
کتابوں کے نام نرم اور معنی خیز رکھنے چاہئیں	۴۱۵
اہم ملفوظات، فتاویٰ یا کسی مضمون کا نام رکھنا	۴۱۶
چند نمونے	۴۱۷
تصنیف و تالیف کے متعلق ضروری ہدایات	۴۱۷
تصنیف و تالیف سے متعلق چند کوتاہیاں	۴۱۷
کام شروع کرنے کا طریقہ	۴۱۸
مسودہ تیار کرنے کا طریقہ	۴۱۸
یادداشت کاپی اور بیدار مغزی کی ضرورت	۴۱۹
تصنیف و تالیف کی مشکلات میں تتبع و تلاش	۴۲۰
غور و فکر اور دعا	۴۲۱
انضباطِ اوقات اور پابندی کی ضرورت	۴۲۱
ناغہ کی بے برکتی	۴۲۱
کام کا جذبہ اور عملی تقاضہ قابلِ قدر ہے	۴۲۲
کام کی دھن اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال	۴۲۲

عنوان	صفحہ
غلو اور زیادہ کاوش سے احتراز	۴۲۳
سلف صالحین کی مخالفت اور ان سے بدگمانی کرنے سے احتراز	۴۲۳
اصل مضمون اور مسودات کو محفوظ رکھنا	۴۲۴
تصحیح الاغلاط وترجیح الراجح کا سلسلہ اپنی غلطی واضح ہوجانے کے بعد اس سے رجوع کرنا اور اس کا اعلان کرنا	۴۲۵
غایتِ احتیاط، دوسرے علماء سے نظر ثانی کروانا	۴۲۶
اگر کوئی کتاب کا رَد لکھے	۴۲۶
حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال	۴۲۶
کتابوں میں واقع شدہ لغزشوں سے متعلق دو قاعدے	۴۲۷
کتابوں کی تقریظ لکھنا	۴۲۸
تقریظ لکھنے کی بابت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا معمول	۴۲۸

انتساب

بندہ اپنی اس خدمت کو مؤدبانہ انداز میں اثر خامۂ امام اہل سنت، محقق اہل سنت، مخزن محاسن الاخلاق، سند العلماء، شیخ الاتقیاء، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، عروۃ الحبل المتین، فخر الاماثل، جامع المعقولات والمنقولات، اسوۃ الاصفاء وامام فن الاسماء الرجال ورئیس المحققین، غواص بحرِ حقیقت وعمدۃ الفقہاء، شیخ الحدیث والتفسیر......

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری

...... رحمۃ اللہ علیہ، نور اللہ مرقدہ، بانی مرکز اہل سنت والجماعت، سنی مسلک کی عظیم درسگاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کی طرف منسوب کرتا ہوں، جن کے فیوض و برکات اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درس و اسباق سے آج ساری دنیا سیراب ہوتی چلی جا رہی ہے۔

بلکہ آپ کے قلم وتحریر سے مہکتے چہکتے گلدستے بصورت کتب و رسائل عالم اسلام کو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے مہکا رہے ہیں۔

خاکپائے اہل اللہ وخاکپائے خانقاہِ نقشبندیہ حقانیہ
محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

پسند فرمودہ

اثر خامہء امام اہل سنت محقق اہل سنت، آفتابِ اہل سنت عاشق رسول ﷺ
حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین صاحب شامزئی رحمہ اللہ تعالیٰ
شیخ الحدیث، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

علم اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات میں سے ہے، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم وہبی اور عطائی ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ان کو علم عطا فرماتے ہیں، ان کے عمل یا کسب کو اس میں دخل نہیں ہوتا ہے، ان کے علاوہ مخلوق کا علم کسبی ہوتا ہے کہ لوگ محنت کر کے علم حاصل کرتے ہیں۔ حصولِ علم کا عام طریقہ یہ ہے کہ استاذ سے پڑھا جائے، اور اس کے بعد تکرار و مطالعہ کے ذریعہ استاذ سے حاصل کردہ علم کو محفوظ کیا جائے، اور پڑھنے سے جو ملکہ حاصل ہو جائے، اس کو استعمال کر کے علم میں مزید اضافہ کیا جائے۔

ظاہر ہے کہ تمام کتب استاذ سے پڑھی نہیں جاتی ہے، ہر فن کے چند کتب پڑھ کر اس کے بعد اس فن کے مزید کتب کا مطالعہ کیا جائے، تو اس فن کا علم آدمی کو حاصل ہو جاتا ہے، زیرِ نظر رسالہ جو مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری نے مطالعہ کی اہمیت پر لکھا ہے، مطالعہ کا شوق پیدا کرنے کے لئے نہایت مفید ہے۔

اس میں بزرگانِ دین وسلفِ صالحین کے شوق مطالعہ پر مفید واقعات اور مضامین بھی خوشنما انداز میں پیش کئے ہیں، مطالعہ کے موضوع پر اہم کتاب بلکہ نُورٌ

عَلٰی نُوْرٍ کا مصداق ہے، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ ہو، ان شاء اللہ اس رسالہ کو پڑھ کر علماء اور طلباء کو مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوگا، بندہ علماء کرام اور طالبان سے خصوصی درخواست کرتا ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ ایک بار ضرور کریں، اگرچہ کتاب اس کی مستحق ہے کہ اس کا مطالعہ بار بار کیا جائے، اگر اس کے مطالعہ کے نتیجے میں کسی کے دل میں علم وعمل اور محنت کی خوابیدہ چنگاری بیدار ہو جائے تو کل وہ دنیا سے جاتے ہوئے جگر کی زبان میں دنیا کو کہہ سکے گا کہ:

ے جان کر منجملہ خاصانِ میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

بندہ دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور مزید ایسی خدمات کی توفیق نصیب فرمائے، اور اس کو دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی کا ذریعہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مقبول فرما کر مرتب اور پڑھنے والوں کے لئے مفید بنائے۔ آمین۔

حضرت مولانا مفتی نظام الدین
۲۰/۴/ ۱۴۲۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

الحمد للّٰہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی.

اما بعد! کچھ عرصہ سے یہ خیال دامن گیر ہوا کہ اولیاء کرام رحمہم اللہ علیہم اور اسلافِ دین وعلماء کرام کے وہ حالات جن سے ہمیں مطالعۂ کتاب کی اہمیت اور طریقہ کار اور بھی بہت سے کثیر فوائد و فیوضات و برکات سے ہم مستفیض ہوں اور مطالعہ کرنے کا سلیقہ اور قیمت و اہمیت پر ان کے اقوال کو جمع کر دوں، جن سے علم دوست اور صاحب ذوقِ کتاب ومطالعہ ایک گونہ فائدہ اٹھا سکیں اور بیک وقت اپنے سلفِ صالحین اور علماء کرام کی سیرت کے اس پہلو کو ایک ہی جگہ معلوم کر لیں، اور جن طلباء میں علم کی تلاش وجستجو جس درجہ بھی موجود ہو، جو کہ بلاشبہ نہایت مبارک، قابل فخر اور انعام خداوندی سے اس میں اپنے مشائخ اور سلف صالحین کے ان حالات و واقعات سے درس لیتے ہوئے اور ان حضرات کی طرح مطالعہ کتاب کرنے کا ذوق بڑھانے کی کامل سعی کریں، کیونکہ یہی ذوق مطالعہ اور کتاب علم کی ترقی اور علمی میدان میں ان حضرات کے بہت آگے بڑھنے کا سبب بنا، جس سے کہ آج بھی ان بزرگان دین اور جاں نثاران علم کے نام روشن ہیں اور ان شاء اللہ روشن رہیں گے۔ مطالعہ کتاب ہی کے ذریعہ آپ اپنی اندرونی صلاحیتوں اور علم وحکمت کے ان نوادرات کو اجاگر کر سکتے ہیں، جن کو قدرت کے ہاتھوں نے آپ کے قلب و دماغ میں محفوظ کیے ہیں، جس طرح ایک دریا اور سمندر میں غوطہ زن اس کی گہرائیوں میں پہنچ کر قیمتی

اور نایاب گوہر حاصل کرتا ہے اسی طرح بحرِ علم وحکمت کا غواص جب اس میں غوطہ زن ہوتا ہے، تو یہ شخص بھی بے شمار علمی نکات اور معلومات کو اپنے دامنِ علم میں بھر لیتا ہے، اس کو ''مطالعہ'' یا ''کتب بینی'' سے تعبیر کرتے ہیں، ہمارے اسلاف اور گزشتہ زمانوں کے اہلِ علم حضرات اسی ''قوت مطالعہ'' اور ''ذوق مطالعہ'' سے آسمان علم تک پہنچتے ہیں اور آسمان علم پر شمس وقمر کی طرح عالم انسانیت پر انواراتِ علم کی ضیاء پاشیاں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ نور برابر روشنی پہنچاتا رہتا ہے، نہ اس کو گہن ہوتا ہے اور نہ اس میں غروب ہوتا ہے، چنانچہ بے شمار اہلِ علم وحکمت حضرات کے نفوس ہمارے درمیان اگرچہ موجود نہیں، مگر ان کے علوم ہمارے درمیان موجود ہیں، جس کا انکار ممکن ہی نہیں، کتابوں کا اس قدر بڑی تعداد میں موجود ہونا اس کی کھلی شہادت ہے، ہمارے اسلاف اور علم دوست حضرات جن کی تحقیق کا معیار اور اصول یہ تھا کہ ''جب تک دم میں دم باقی رہے، اس وقت تک تلاش وجستجو کا ہاتھ پیچھے نہ رہنے پائے، کیونکہ ایک حصہ علم حاصل کرنے کے لئے زندگی کو قربان کرنا ہی پڑے گا'' اور زبان حال سے یہ بھی کہہ رہے ہیں:

دست از طلب ندارم تا کارم من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

بس علمی کمالات کی اصل یہی ''مطالعہ'' ہے اور ''کتب بینی'' اور اسلاف کی سیرت میں یہی ایک چیز نمایاں نظر آتی ہے، علمی لیاقت، علمی استعداد، علمی نکات اور کثیر معلومات کا ہونا ''کثرتِ مطالعہ'' ہی ہے۔ یہی ایک ذوق ایسا ذوق ہے، جس کو ہر علم دوست اور ہر دانا نے اپنی زندگی کا نصب العین بنایا، اور تمام زندگی کو اس ذوق کی تکمیل پر ہی صرف کر دیا۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ عالم نزع میں ہیں، مگر وہ ایک فقہی مسئلہ پر غور و فکر فرمارہے تھے کہ اسی حال میں روح پرواز کرگئی۔

اسی طرح حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال بھی اسی کیفیت کے ساتھ ہوا۔

یہ حقیقت ہے جس سے اہلِ فہم اشخاص انکار نہیں کر سکتے کہ علم کی دولت ایسی نایاب چیز ہے کہ جو نہ زر سے ملے اور نہ زور سے، بلکہ یہ ایک فضلِ ایزدی ہے، جسے نصیب ہو جائے۔

"كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ يُّرِدِاللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ"[1]

یہ دولت جس طرح عطائی ہے، اسی طرح کسبی بھی ہے، لیکن اس کسبی کو بھی عطائی سے تعبیر کیا جائے گا، جب کہ طالب علم اس کے حصول میں پورے شرائط کے بجا لانے کی کوشش کرے اور معطیٔ علم سے توفیق و فیض کے لئے دست بدعا رہے، منجملہ ان شرائط کے ایک مطالعہ کتب بھی ہے، لیکن افسوس کہ زمانہ حال کے طلبہ و اہل علم طبقہ عموماً بے پرواہی سے دوچار نظر آرہے ہیں، جس سے علم کے اٹھنے کی یہی ایک وجہ ہے کہ جب تک کتاب کا مفہوم اور مطلب سمجھ نہ آئے تو اپنا اجتہاد کہاں تک کام آئے گا، اسلامی تاریخ کے اسلاف کی علم کی راہ میں یہی وہ مشقتیں تھیں، جو وہ برداشت کرتے رہے اور جن کی بناء پر ان کے علم و فن کی عظمتوں کا پرچم پوری دنیا پر لہراتا رہا۔

مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بالکل درست لکھا ہے کہ:

"امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہوں یا امام مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ، حکیم فارابی ہوں رحمہ اللہ تعالیٰ یا شیخ الرئیس رحمہ اللہ تعالیٰ، ان کے علمی کمالات کی بنیاد مطالعہ کی یہی کثرت تھی کہ ایک ایک کتاب کو سو سو بار پڑھتے تھے اور پچاس پچاس برس دیکھتے، اب مطالعہ معدوم لہٰذا علمیت معدوم! بے

[1] بخاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل: ۱۴/۱

درد ہیں وہ لوگ جوان بزرگوں کی جان کاہیوں کو نظر انداز کر کے ان علمی کمالات کو محض اس زمانے کے آثار کا ثمرہ بتاتے اور اپنے زعمِ باطل میں اپنے لئے ایک عذر تراشتے ہیں۔“[1]

جو سختیٔ منزل کو سامانِ سفر سمجھے
اے وائے تن آسانی! ناپید ہے وہ راہی

دینی مدارس کے وہ طلبہ جو محنت، مطالعہ اور راہِ علم میں تکالیف برداشت کرنے میں مشہور تھے، اب رفتہ رفتہ علم و مطالعہ کا ذوق ان میں ناپید ہو رہا ہے، تن آسانی کی جانب ان میں میلان بڑھ رہا ہے، زندگی کا بلند مقصد ان کی نظروں سے اوجھل ہو رہا ہے، اور ان کا علمی دائرہ بہت ہی تنگ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

ان کے قیمتی اوقات کا اکثر حصہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات اور فضول کلام کی نذر ہو جاتا ہے اور لایعنی تعلقات کی یہ کثرت ہی ایک ایسا مرض ہے جو انسان کو کسی کام کا نہیں چھوڑتا؛ البتہ علم کے طالبوں کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ علمی مشاغل میں ہی راحت و سرور محسوس کرنا چاہیئے اور تصنیف و تالیف کا فطری ذوق و شوق ہونا چاہیئے اور پھر اس ذوق و شوق میں نہ مخلوق سے اس کے صلہ کی پرواہ ہو اور نہ ہی ستائش کی تمنا ہو، اسے تو آخرت کے اجر و ثواب پر یقین ہونا چاہیئے، الحمد للہ بندہ حقیر ناچیز ایسے تحسین موضوعات پر لکھتے لکھتے تھکن نہیں بلکہ فرحت و سرور ہی محسوس کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۝﴾[2]

ترجمہ: ”پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم سے،

---

[1] علمائے سلف ص ۴۴ [2] سورۃ العلق: ۳ تا ۵

سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔“

اللہ تعالیٰ نے لکھنے کی فضیلت کے سلسلے میں ”قلم“ کی قسم اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿نٓ ۚ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ﴾[1]

تَرجَمہ: ”قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں۔“

قلم علم کی نشر و اشاعت کا سب سے زیادہ موثر اور بے مثال ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی جلالتِ شان کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھائی، تاکہ قرآن مجید پر ایمان رکھنے والے حکمت و دانش کے کارواں کی قیادت کرتے رہیں، اللہ پاک نے آیتِ کریمہ میں صرف قلم کی ہی فضیلت اور اس کی عزت افزائی نہیں فرمائی ہے، بلکہ ”وَمَا يَسْتَطُرُوْنَ“ فرما کر علم کے ان جواہر پاروں کی بھی قسم اٹھائی ہے، جو لکھنے والے کی نوکِ قلم سے صفحۂ قرطاس کی زینت بنتے ہیں، الحمد للہ ثم الحمد للہ، بندۂ عاصی اکثر اوقات قلم کو اپنا پسندیدہ رفیق سمجھتا ہے اور کثرتِ تصانیف کا راز اس میں مضمر ہے:

ع ہاتھ میں آیا قلم اور شوق کا دفتر کھلا

ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ ایک ایک مصنف سوسو، بلکہ کئی کئی سو تصانیف قلمبند کرنے لگا، تاریخ میں یہ تعداد بعض وقت پانچ سو (۵۰۰) سے بھی زیادہ تجاوز کرتی نظر آتی ہے اور ایک زمانہ آیا کہ فردِ واحد نے ایک ہزار (۱۰۰۰) سے بھی زیادہ تنِ تنہا تصنیف و تالیف کا کام سرانجام دیا، تاریخ کے چند بہت ہی بڑے مصنّفین میں ایک نمایاں شخصیت ولی کامل، امام اہل سنت، مجدد اہل سنت، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ، نور اللہ مرقدہ کا نام نیرِ تاباں کی طرح روشن ہے، اور یہ ایک انفرادی اعزاز حاصل ہے کہ سب سے زیادہ تعداد میں کتب تقریباً دو

[1] سورۃ القلم: ۱

ہزار سات سو (۲۷۰۰) کے علاوہ عنوانات میں بھی آپ کو کثرت حاصل ہے، چنانچہ علم وفن کا کوئی ایسا نمونہ نہیں، جس پر آپ کی رشحاتِ قلم موجود نہ ہو، اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علمی وروحانی فیض کو جاری وساری رکھے۔ آمین ثم آمین۔

ہر لحظہ نیا طور نئی برقِ تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے!

بندۂ ناچیز وعاجز بندہ، محض گندا، اپنی خطاؤں پہ نادم وشرمندہ بلکہ مجھ جیسا کم علم، اجہل وناتواں اور دربار خداوندی میں دعا گو ہے کہ مولیٰ تعالیٰ میری اس ناتمام وناچیز کوشش وسعی کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین[1] خداوندِ قدوس اس کتاب سے سب ہی کو نفع پہنچائے اور سب ہی کے لئے مطالعہ کا ذوق و شوق اور کتاب سے فیض یابی کے بڑھنے کا ذریعہ بنائے۔

وما توفیقی الا باللّٰہ

بندہ سیاہ کار وگنہگار
اور خاکپائے خانقاہ نقشبندیہ غفوریہ حقانیہ
محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

---

[1] راقم الحروف نے اس کتاب کو بڑی عجلت میں تیار کیا، الحمد للہ یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے، اگر پڑھنے کے دوران اس میں کوئی غلطی نظر آئے تو راقم الحروف کو ضرور مطلع فرمائیں اور پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ بندہ کو اور بندہ کے والدین کو خصوصی دعائے خیر میں یاد فرمائیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر سی کاوش کو میرے لئے اور میرے والدین کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔

بسم الله الرحمن الرحيم

باب اوّل

کتاب سے محبت اور اہمیت

دل و نظر کی متانت و فورِ غم کا سکوت
قلم کی شوخیٔ گفتار لے کے آیا ہوں

نیا چمن، نئی شاخیں، نئے گلاب و سمن
نئی بہار کی اقدار لے کے آیا ہوں

کتاب کیا چیز ہے؟

چند اوراق کا مجموعہ، جسے کتاب کہا جاتا ہے، کیا چیز ہے؟

”وہ شبانہ روز کی محنت ہے، جس کو خونِ جگر، شب و روز کی محنت، قلب و دماغ کی فکر سے سینچا اور سیراب کیا گیا ہے۔“ (راقم الحروف)

کتاب دانشوروں کی نظر میں

① حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
''میں نے قبر سے زیادہ واعظ، کتاب سے زیادہ مخلص دوست اور تنہائی سے زیادہ بے ضرر ساتھی کوئی نہیں دیکھا۔''

② حضرت ابوالعباس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
''کتابیں وہ ہیں جن سے کسی فتنے اور کسی بدمزگی کا اندیشہ نہیں، اور نہ ان کی زبان اور ہاتھ سے کوئی خطرہ ہے۔''

③ ہم نشینی بہ از کتاب مخواہ کہ مصاحب بودگاہ دبے گاہ۔
ترجمہ: ''کتاب سے بہتر کوئی ہم نشین تلاش کرنا فضول ہے، یہ ہر موقع پر ہی ساتھی اور رفیق ہے۔''

④ ایک صاحب ذوق کا قول مخزنِ اخلاق کے صفحہ نمبر ۴۹۱ پر اس طرح موجود ہے۔
''مجھے ایک بستر اور اچھی کتاب دیجئے، میں اس سے ہر طرح خوش ہوں۔''

⑤ ایک فارسی شاعر نے کہا:
من سرمۂ رازی از دیدہ فرو شستم ۔۔۔ اسرارِ جہاں دیدم پنہاں بہ کتاب اندر

⑥ سکندر نے اپنے کتب خانہ کا نام معالجہ روحانی رکھا تھا۔

⑦ انسان کے لئے کوئی یادگار کتاب سے زیادہ دیرپا نہیں ہوسکتی، دوسری چیزیں ایک میعاد پر فنا ہو جاتی ہیں اور ایک ہی جگہ مقید ہوتی ہیں، لیکن کتاب ہر جگہ پہنچ سکتی ہے اور اس کے فیض سے سب بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔

⑧ کتابوں کی قیمت رتنوں (موتیوں) سے بھی زیادہ ہے۔ (مہاتما گاندھی)

۹ وہ گھر جس میں کتابیں نہ ہوں، اس جسم کی طرح ہے جس میں روح نہ ہو۔
(سقراط)

۱۰ وقت کا ہاتھ بڑی عمارتوں کو خاک میں ملا دیتا ہے، لیکن کوئی طاقت ایک اچھی کتاب کا وجود ناپید نہیں کر سکتی۔ (زوٹوہیا)

۱۱ کتابیں جوانی میں رہنما، بڑھاپے میں تفریح اور تنہائی میں رفیق اور مونس و غمگسار ہیں۔ (سرجان لیک)

۱۲ کتاب دماغ کے لئے ایسی ہی ضروری ہے، جیسے جسم کے لئے غذا ضروری ہے۔ (کاروائل)

۱۳ کسی گھر میں کتب خانہ کا قائم کرنا اس اینٹوں اور پتھروں کے بے جان گھر میں جان ڈالنا ہے۔ (سرد)

۱۴ کتابیں وقت کے بے پایاں سمندر میں روشنی کے مینار کا درجہ رکھتی ہیں۔
(ای پی وٹیہیل)

۱۵ ایک اچھی کتاب انسان کے لئے زندگی کا بہترین سرمایہ ہے۔ (ملٹن)

۱۶ اگر دنیا کی تمام سلطنتوں کے تاج میری کتابوں اور میرے شوقِ مطالعہ کے عوض میرے قدموں پر رکھ دیئے جائیں تو میں ان کو ٹھکرا دوں گا۔ (بائل)

۱۷ جو شخص اچھی کتابیں پڑھنے کا شوق نہیں رکھتا وہ معراج انسانی سے گرا ہوا ہے۔
(برناڈشا)

۱۸ میں پیسے ملتے ہی سب سے پہلے کتابیں خریدتا ہوں، اگرچہ کچھ بچ جائے تو کھانا، کپڑا۔ (اراسس)

۱۹ اپنے اردگرد اچھی کتابوں کا حصار قائم کرلو، یہ تمہیں تنہائی کے شدائد سے محفوظ و مامون کردے گا۔ (مارکوس اوریلیس)

۲۰ کتاب علمی ہونا چاہیئے، نہ کہ ضخیم۔ (جمیس وڈ)

۲۱ اچھی اور اہم کتابوں کے لئے اہم چیز یہ نہیں ہے کہ آپ تھوڑے وقت میں کتنا زیادہ پڑھ سکتے ہیں، بلکہ اہم تر یہ ہے کہ کس قدر مطالبِ کتاب پر کافی عبور حاصل کر کے آپ انہیں دماغ میں محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ (جان لیگمان)

۲۲ کپڑے چاہے پرانے پہنو، لیکن نئی کتابیں ضرور خریدو۔ (آسٹن فلپس)

۲۳ اپنے بٹوے کو پیسوں سے بھرنے کے بجائے اپنی الماری کو اچھی اچھی کتابوں سے بھرلو۔ (جان سیلی)

۲۴ لارڈ میکالے کی دعا تھی کہ میں مروں تو کتب خانہ میں مروں۔

۲۵ کتابیں مشکلات میں اچھی مشیر ہیں۔ (لارڈ اپیری)

۲۶ جب میں تمام دوستوں اور عزیزوں کی ہمدردیوں سے محروم ہوگیا تو کتابیں ہی میری دوامی ساتھی بنیں۔ (گوئٹے)

۲۷ کتابیں انسان کو حیاتِ فانی میں عزت اور حیاتِ دوامی میں ابدی سکون بخشتی ہیں۔ (امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ)

کتاب سے محبت اور حصول علم کی اہمیت

یا رب التجا ہے کرم تو کردے
وہ بات دے قلم کو جو دل پر اثر کردے

مطالعہ تو کتاب ہی سے ہوا کرتا ہے، تو کتاب سے محبت کیجیے، کتاب ہر دور میں تعلیم وتربیت کا اہم ذریعہ رہی ہے، اس کی ہیئت خواہ کچھ بھی رہی ہو، ایک عہد سے دوسرے عہد تک، ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک، علم کو منتقل کرنے کے لئے انسان نے تحریر کا سہارا لیا، کبھی پتھروں پر نشان بنائے، پیڑوں کی چھال استعمال کی، کبھی چمڑے کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا اور کبھی کپڑے نے انسان کی مدد کی، انسانی ذہن کی ترقی کے ساتھ ساتھ طریقے بھی بدلتے رہے، تا آنکہ کاغذ ایجاد ہوا اور

تحریر نے علامتوں، نشانوں کے منازل طے کر کے الفاظ کی شکل اختیار کی۔

حصول علم قوموں کی زندگی میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے، اور ہمارے مذہب اسلام نے اس کو جو اہمیت دی ہے کسی مذہب نے نہیں دی کہ نزولِ قرآن کریم کی ابتدا ہی لفظ "اِقْرَأْ" یعنی "پڑھ" سے ہوتی ہے، حصولِ علم کی وکالت میں اس سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہے کہ خود اللہ تعالیٰ انسان کو حکم دیتا ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کا ہر عمل فرمانِ خدا کے تابع ہے، تو فرمانِ محبوب رب العالمین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

"علم حاصل کرو، خواہ تمہیں چین جانا پڑے۔"[1]

اور کتاب واحد ذریعہ ہے جو حصولِ علم میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے، کتاب کی اہمیت محتاجِ بیان نہیں ہے اور اس ضمن میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ حضرت شیخ ابن مصعب محدث رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں چند نوجوان طالبانِ علم حاضر ہوئے اور شیخ کے انتظار میں دروازہ پر بیٹھ گئے، جب شیخ تشریف لائے تو ان طالبوں کو یہ شعر سنایا:

اَلْعِلْمُ فِيْهِ حَيَاةُ الْقُلُوْبِ
كَمَا تَحْيٰى الْبِلَادُ اِذَا مَامَسَّتْهَا الْمَطَرُ

یہ علم ایسی نورانیت رکھتا ہے کہ قلوب کی حیات کا ذریعہ ہو جاتا ہے، اور جہل کی تاریکیوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے، جس طرح چاند رات کی تاریکیوں کو روشنی میں تبدیل کر دیتا ہے اور ایسی زندگی بخشتا ہے کہ جس طرح مردہ زمین کو بارش سبزہ زار بنا دیتی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر یہ شعر پڑھتے:

يَرٰى مُسْتَكِيْنًا وَهُوَ لَلَّهْوُ مَاقِتٌ
بِهٖ عَنْ حَدِيْثِ الْقَوْمِ مَاهُوَ شَاغِلُهٗ

[1] کنزالعمال، کتاب العلم، رقم الحديث ۲۸۶۹۳، ۶۰/۱۰

خاکسار ہے، اور دنیا کے ہر لہو ولعب سے بیزار، اور اس علم کی مشغولیت نے لوگوں کی باتوں سے بیزار کردیا ہے۔

واقعہ یہی ہے کہ علم دوست انسان کبھی ماسوئ علم کے وہ اور گفتگو کرنا پسند نہیں کرے گا، وہ تو ان پیاری کتابوں کو اپنی نظر کے سامنے رکھے گا اور ان کتابوں کو اپنا انیس بنائے گا، کیونکہ ہمارے اسلاف رحمۃ اللہ علیہم ان کتابوں میں علم وحکمت کے خزانے بند کر گئے ہیں:

ے اَبْقُوْا لَنَا حِكَمًا تَبْقِي مَنَافِعُهَا
أُخْرَى اللَّيَالِي عَلَى الْاَيَّامِ وَانْشَعَبُوْا

اور ان خزائن کو شب وروز کی مسلسل کتب بینی کے ذریعہ حاصل کرنا اور ان کے فوائد سے بہرور ہونا لازم ہے۔

ان اسلاف کے علوم چونکہ کتابوں میں محفوظ ہیں اور زندۂ جاوید ہیں تو ان کی یہ شان ہے:

ع وَاِنْ قُلْتَ أَحْيَاءٌ فَلَسْتَ مُفْنِدًا

ترجمہ: ''اور اگر تو یہ کہہ ڈالے کہ وہ زندہ ہیں، تو تو غلطی پر نہیں ہے۔''

فی الحقیقت یہ کتاب اپنے لکھنے والوں کو زندہ رکھتی ہے اور زبان سے برابر کلام کرتی اور اپنے پڑھنے والوں کو مستفیض کرتی ہے۔

کتاب کی قدر و قیمت

کسی باذوق اور صاحب علم کا قول ہے کہ ''عمدہ کتاب حیات ہی نہیں بلکہ ایک لافانی چیز ہے، اور یہ خود ہی لافانی نہیں بلکہ اپنے لکھنے والوں کو، ان کو جن کا اس میں ذکر ہوتا ہے اور بعض اوقات پڑھنے والوں کو بھی لافانی بنا دیتی ہے، کیونکہ عمدہ کتابوں نے انسان کے اخلاق اور طبائع پر اپنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں، خیالات میں

عظیم الشان تغیر پیدا کیا ہے، ملکوں کی کایا پلٹ دی ہے، قوموں کے سوئے ہوئے جذبات میں حیرت انگیز طور پر ہلچل مچا دی ہے، مردہ دلوں کو زندہ جاوید بنا دیا، قوموں کے انسانیت کے کھوکھلے ڈھانچوں میں روح پھونک دی ہے۔

بہت کم وقت میں بعید ترین قوموں کے حالات، اخلاق، عادات اور ان کی تمام معاشرت معلوم کرا دیتی ہے، ایک دوسرے کو سمجھنے میں پورا حق ادا کرتی اور خیالات کی اصلاح کر دیتی ہے، غرضیکہ زندگی کے ہر موڑ پر پوری رہنمائی کرتی ہے۔

حضرت ابن الاعرابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خوب ہی فرمایا:

لَنَا جُلَسَاءُ مَا نَمَلُّ حَدِيْثَهُمْ   اَلِبَّاءُ مَأْمُوْنُوْنَ غَيْبًا ومشهدًا

یقیناً یہ کتاب ہی ایسا ہم نشین ہے کہ جس کی گفتگو ملول خاطر نہیں ہوتی، بڑی رغبت اور دھیان سے اس کی بات کو سنا جاتا ہے اور فہم و شعور کی گرہوں کو کھولا جاتا ہے، علم و دانش کو پاتا ہے۔

ع   علم و فہم و عقل و دانائی کا دفتر ہے کتاب

کتاب ایک دنیا ہے، یا ایک شہر، جس میں بہت سی قومیں آباد ہیں، جن کا وہ اس کتابی دنیا میں مطالعہ کرتا ہے، بہت سی زبانیں تو یہ کہتی سنائی دیتی ہیں کہ فلاں شخص یا فلاں عالم دنیا میں باقی نہیں، لیکن کتابی دنیا، ان کو زندہ رکھتی اور زندہ کرتی ہے، جب ان کے حالات اور تذکرہ کا مطالعہ کرتا ہے تو درحقیقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔

علامہ مسعودی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کتاب کے بارے میں فصیح و بلیغ تعریف

علامہ مسعودی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کی قدر و قیمت پر فصیح و بلیغ اور جامع تعریف کی ہے، اور فرماتے ہیں کہ:

"اے میری کتابو! تم میری جلیس و انیس ہو، تمہارے ظریفانہ کلام سے نشاط اور تمہاری ناصحانہ باتوں سے تفکر پیدا ہوتا ہے، تم پچھلوں اور اگلوں کو ایک عالم میں جمع کر دیتی ہو، تمہارے منہ میں زبان نہیں، لیکن تم زندوں اور مردوں کے افسانے سناتی ہو، تم ہمسایہ ہو، لیکن ظلم نہیں کرتیں، عزیز ہو، لیکن غیبت نہیں کرتیں، دوست ہو لیکن مصیبت میں ساتھ نہیں چھوڑتیں۔"

علم کے موتی، اور علم کے گوہر نایاب دریافت کرنے کے لئے کتاب کا عاشق، علم کا طالب، تحقیق و تلاش کا دیوانہ، ماسوائے علم سے بیگانہ، ان تمام اغراض پرست، مطلب پرست برائے نام دوست یا دوست نما انسانوں سے بچنے کے لئے زبان حال سے یہ کہتا ہوا، اپنے گھر کے گوشہ سے چمٹ جاتا ہے کہ ہم تو علم کی جستجو اور تحقیق میں مشغول ہیں اور حقائق و معارف اور انوار علم سے جھولیاں بھر رہے ہیں۔

کاش میرے پاس کتابیں رہ گئی ہوتیں

حضرت ہشام رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

میرے والد حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابیں یومِ حرہ میں جل گئی تھیں، بعد میں حضرت ہشام رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد برابر فرمایا کرتے تھے:

"کاش اہل و عیال، مال و دولت کی جگہ میرے پاس کتابیں رہ گئی ہوتیں۔"

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہمارے پاس کتابیں ہیں، جنہیں ہم برابر دیکھا کرتے ہیں۔"

ایک شاعر نے یہاں تک کہہ دیا ہے:

ع فَمَحْبُوْبِیْ مِنَ الدُّنْیَا کِتَابِیْ

ترجمہ: ''دنیا میں میری محبوب ترین چیز بس میری کتاب ہے۔''

؎ مست ہو کر دیکھتے ہیں طالبانِ معرفت
بادۂ اسرار کا لبریز ساغر ہے کتاب

انسانوں سے نفرت کیوں؟

حضرت ابوالعباس احمد بن یحییٰ (م ۲۹۱ھ) بن ثعلب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا گیا آپ کو تو لوگوں سے بالکل نفرت ہوگئی، حالانکہ اگر کبھی کبھی خلوت سے باہر نکلتے اور لوگوں سے ملتے جلتے تو وہ آپ سے فائدہ اٹھاتے اور خدا آپ کو بھی ان سے فائدہ پہنچاتا؟

حضرت ابوالعباس رحمہ اللہ تعالیٰ کچھ دیر سر جھکائے چپ رہے، پھر یہ شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے:

''ہم بادشاہوں کے پاس صحبت اختیار کریں تو وہ ہمارے ساتھ غرور وتکبر سے پیش آئیں گے، اگر تاجروں کے پاس بیٹھیں تو دل کے غریب ہو جائیں گے اور مال کے چکر میں پڑ جائیں گے، پس ہم نے تو یہی مناسب جانا کہ گھر کے گوشہ کو اپنالیں اور کتب بینی اختیار کر لیں۔''[۱]

کتاب دوست بنیئے

میں کتاب دوست ہوں اور الحمد للہ اس پر خوش ہوتا ہوں، شاید یہی وجہ ہے کہ کتابوں سے مجھے جنون کی حد تک عشق ہے۔

چھوٹی بڑی مختلف جسامت کی، رنگ برنگے سرورق کی کتابیں مجھے بہت اچھی لگتی ہیں، انہیں میں اپنے اطراف پھیلائے رکھتا ہوں، پڑھنے کی میز پر کتابیں تو رہتی ہی ہیں، انہیں میں کام کرنے کی میز پر بھی رکھتا ہوں، میرے بستر پر بھی کتابیں

---

[۱] العلم والعلماء: ص ۲۵۷

بکھری رہتی ہیں، انہیں میں سرہانے بھی رکھتا ہوں، لیکن بعض کتابوں کو اگر کچھ دیر پڑھ لوں تو آسانی سے نیند آجاتی ہے۔

میں کتابوں کو الماری اور طاقچوں میں سجے دیکھنا چاہتا ہوں، بڑی چھوٹی اور ہر قسم کی میز پر کتابیں دیکھنا چاہتا ہوں، میں ایسا کرتا بھی ہوں میرا ایسا کرنا میری بیگم کو ایک نظر نہیں بھاتا، وہ مختلف مقامات سے کتابیں اٹھا کر میرے کمرے میں رکھتی جاتی ہیں، میرے کمرے سے باہر انہیں اگر کتابیں نظر آئیں تو انہیں بہت غصہ آتا ہے۔

کتابوں سے میرے بے پناہ انس کا نتیجہ ہے کہ مجھے کتاب بین لوگ اچھے لگتے ہیں، ان کی صحبت میں میرا دل لگتا ہے، ان کے ساتھ کتابوں کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے پتا ہی نہیں چلتا کہ کس طرح گھنٹے گزر جاتے ہیں۔

مجھے کتابی چہرے پسند ہیں کہ وہ بہت خوبصورت ہوتے ہیں، کتابی چہروں میں گنجائش بہت ہوتی ہے، ان چہروں میں آسانی سے لمبی ستون جیسی ناک، بڑی بڑی غزالی آنکھیں اور اونچی پیشانی سما سکتی ہے، کتابی چہروں سے مجھے عشق بھی ہو جاتا ہے لیکن شومئ قسمت کہ بیگم کتاب رو نہیں ہیں، وہ سوالی چہرہ رکھتی ہیں، ہر دم ان کے چہرے پر کوئی نہ کوئی سوال رہتا ہے، کہاں گئے تھے؟ کیا کر رہے ہو؟ ہنسے کیوں؟ کم کیوں کھایا؟ دیر سے کیوں آئے؟ یہ کتاب یہاں کیوں ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

ایسے لوگ میرے آئیڈیل ہوتے ہیں جن کی زندگی کھلی کتاب کی طرح ہو پانچ وقت کی نماز کا جماعت کے ساتھ اہتمام ہو، ہر چیز عیاں، کچھ بھی چھپا ہوا نہیں، باطن اور ظاہر ایک جیسا، بعض لوگوں کی زندگی کی کتابوں میں مزید وضاحت اور تشریح کے لئے حوالے اور فٹ نوٹس بھی مل جاتے ہیں۔

میں زیادہ سے زیادہ وقت کتب خانہ یا کتابوں کی دکان میں گزارنا چاہتا ہوں جب بھی وقت ملتا ہے، کتب خانے کا رخ کرتا ہوں، وہاں ڈھیر ساری کتابوں میں

اپنے آپ کو گھرا پا کر فرحت اور انبساط کا احساس ہوتا ہے، افسوس رہتا ہے کہ میں اپنا بیشتر وقت کتب خانوں میں نہیں گذار سکتا، زندگی میں دوسرے بہت سارے جو غیر کتبی کام کرنا پڑتے ہیں، میں لائبریرین پر اس لئے رشک کرتا ہوں کہ وہ اپنا زیادہ وقت کتابوں کے درمیان گذارتا ہے، کاش میں بھی لائبریرین ہوتا۔

الحمد للہ جب بھی جیب بھاری ہوتی ہے میں سیدھا کتابوں کی دکان کا رخ کرتا ہوں کتابوں کی خریداری کرنے میں مجھے بہت لطف آتا ہے، گھنٹوں کتب بازار میں گھومتا رہتا ہوں، قرض لے کر کتابوں کی خریداری کرنے کا ریکارڈ آسانی سے توڑ دیتا ہوں اور بہت زیادہ وقت کے لئے کتابوں کی دکانوں میں گم ہو جاتا ہوں، کتابوں کی دکان والے مجھے پہچانتے ہیں، نادر اور نئی کتابیں میرے لئے اٹھا رکھتے ہیں، پرانی کتابوں کی تلاش میں مختلف مقامات پر بھٹکتا پھرتا ہوں، انہیں پانے کی راہ میں میری جیب اکثر و بیشتر خالی ہوتی رہتی ہے، جو کتابوں کی بے تحاشا خریداری کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی اسی لئے میں دوسرے ذرائع سے بھی کتابیں اکٹھی کرتا ہوں، مفت کتابیں حاصل کرنے میں پیش پیش رہتا ہوں، دوستوں سے کتابیں لانے کی فرمائش کرتا ہوں۔

الحمد للہ میری نظر میں تحفہ دینے اور لینے کے لئے کتابوں سے بڑھ کر کوئی دوسری شئے نہیں، میں کتابوں کا تحفہ بے پناہ خوشی کے ساتھ قبول کرتا ہوں، دبے الفاظ میں، احباب سے میں کتابیں تحفہ میں دینے کے لئے کہتا ہوں، دوست احباب خوشی سے میری یہ خواہش پوری کرتے ہیں، میں کتابوں کے سوا کوئی اور تحفہ دینا نہیں چاہتا، میں جتنی خوشی سے کتابوں کا تحفہ دیتا ہوں، احباب اتنی ہی بیزاری سے اسے قبول کرتے ہیں لیکن میں اس کی پرواہ نہیں کرتا اور کتابیں ہی تحفہ میں دیتا ہوں، بعض عزیز و اقارب اسی ڈر سے مجھے مدعو نہیں کرتے لیکن میں برا نہیں مانتا، بلکہ تحفے میں دی جانے والی کتابوں کو اپنے پاس رکھ کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔

دوست احباب سے ملاقات پر پہلے کتابوں کے حوالے سے چند سوالات کرتا ہوں اور پھر ان کی خیریت دریافت کرتا ہوں، احباب کو میرے سوالات ازبر ہو چکے ہیں۔ ''آپ نے حالیہ عرصہ میں کونسی کتابیں خریدی ہیں؟ آپ کے زیر مطالعہ کون سی کتاب ہے؟ ''کیا کوئی نئی کتاب آئی ہے؟'' بعض احباب میرے ان سوالوں سے گھبرا کر مجھ سے ملنے سے کتراتے ہیں، کتابوں کا بوجھ ڈھونا مجھے اچھا لگتا ہے، میں ان کے ہاتھوں سے کتابیں تھام کر فوراً اپنے بستے میں رکھ لیتا ہوں، ہر وقت کتابیں ڈھونے کے لئے مضبوط بستے بھی ساتھ رکھتا ہوں۔

دوست احباب کے گھر جاتا ہوں تو وہاں کتابوں کی ضرور تلاش کرتا ہوں، میری نظر کتابوں پر پڑتی ہے تو خوش ہوتا ہوں، کتابوں کے حساب سے مجھے مسرت حاصل ہوتی ہے، چند کتابیں ہوں تو تھوڑی بہت خوشی ہوتی ہے، بہت کتابیں ہوں تو بہت خوش ہوتا ہوں، بہت زیادہ کتابیں، بہت زیادہ خوشی اور مسرت کا باعث ہوتی ہیں۔ میں وقفہ وقفہ سے اپنی خوشی کا اظہار کرتا رہتا ہوں کہ مجھے آپ کے ہاں آکر بہت مسرت ہوئی، جس گھر میں کتابیں دکھائی نہیں دیتیں میں ان سے تقریباً الجھ پڑتا ہوں۔ ''آپ کے گھر میں کتابیں کیوں نہیں؟''

کیا آپ کو پڑھنا نہیں آتا؟ کیا آپ کو کسی ڈاکٹر نے مطالعہ کا پرہیز بتایا ہے؟ کیا آپ کی بینائی کمزور ہے اور اگر آپ کے ساتھ ایسی کوئی صورت درپیش نہیں ہے تو پھر آپ نے اپنے گھر میں کتابیں کیوں نہیں رکھیں؟ مہمان کا خیال کرتے ہوئے صاحبِ خانہ اکثر خاموش رہتے ہیں، بعض کہہ بھی دیتے ہیں، ہماری مرضی، ہم گھر میں کتابیں نہیں رکھتے، یہ گھر ہے لائبریری نہیں ہے، جو ہم کتابیں رکھیں، آپ کو کتابیں چاہئیں تو لائبریری جائیے۔

چند دن قبل میں اپنے ایک شناسا کے گھر مدعو تھا، ان کے گھر مجھے ڈھیر ساری کتابیں الماریوں میں سلیقے سے سجی نظر آئیں بہت خوشی ہوئی، میں نے اپنی خوشی کا

اظہار یوں کیا: ''آپ کا بک بیلنس بہت شاندار ہے، کم لوگوں کے پاس ایسا خزانہ ہوتا ہے، حیرت سے میرے میزبان نے سوال کیا، ''آپ کو کیسے پتا چلا؟''

''ابھی میں نے آپ کی کتابیں دیکھی ہیں'' میں نے جواب دیا، ''کتابیں دیکھ کر آپ کو میرے بینک بیلنس کا اندازہ کیسا ہوا؟ موصوف نے مزید حیرت سے دریافت کیا، میں نے وضاحت کی، جناب والا، بینک بیلنس نہیں، میں نے آپ کے بک بیلنس کی تعریف کی ہے'' بک بیلنس بہت خوب موصوف نے ہنستے ہوئے بتایا ''میں سمجھا آپ بینک بیلنس کی بات کر رہے ہیں'' ''میں بک بیلنس کی بات کر رہا تھا، لیکن میں آپ کے بینک بیلنس کا اندازہ بھی کر سکتا ہوں، آپ کا بینک بیلنس بک بیلنس سے کم ہوگا، دونوں ساتھ نہیں چل سکتے، میں نے انہیں اپنے مشاہدے اور ذاتی تجربہ کی بات بتائی، جی آپ ٹھیک کہتے ہیں، موصوف نے میری تائید کی، بینک بیلنس اور بک بیلنس میں تھوڑی بہت مماثلت پائی جاتی ہے، صرف بیلنس زیادہ ہونے سے فائدہ نہیں ہوتا، اس بات سے فرق پڑتا ہے کہ آیا یہ بیلنس سیونگ اکاؤنٹ یا کرنٹ اکاؤنٹ میں ہے، اگر یہ بیلنس سیونگ اکاؤنٹ میں ہو تو جمع بندی کی عادت پڑ جاتی ہے، کتابیں اکٹھی ہوتی جاتی ہیں۔

کتابیں رکھی رکھی خراب ہو جاتی ہیں یا جھینگر یا دیمک کی غذا بن جاتی ہیں، ٹھیک اسی طرح اگر سیونگ اکاؤنٹ طویل عرصہ کے لئے استعمال میں نہ رہے تو ڈیڈ ہو جاتا ہے۔

بک بیلنس کا فائدہ کتابوں کے مطالعہ سے ہوتا ہے، اس لئے کتابوں کا کرنٹ اکاؤنٹ ہونا چاہیئے، کتابیں بند نہیں پڑی رہنی چاہئیں انہیں مطالعہ میں رہنا چاہیئے۔

اس موقع پر میں آپ سے ایک ذاتی سوال کرنا چاہوں گا، ''آپ کا بک بیلنس کتنا ہے؟''[1]

---

[1] بہ شکریہ اردو نیوز

کتاب کا ذوق رکھنے والے

اسلاف نے کتاب کے ذوق میں عشق کا درجہ پایا تھا، کیونکہ وہ علم کا ذوق رکھنے والے تھے، علم کے قدر شناس تھے، علم کی تشنگی محسوس کرتے تھے، تحقیق وتلاش ہر آن ان کو پریشان رکھتی جو کہ ذہن وفکر کو تدبر فی العلم اور تدبر فی الکتاب میں ہر گھڑی مشغول رکھتی تھی، بس یہ کتاب ان کو بڑی حد تک رہنمائی کرتی، پیاس کو بجھاتی اور سامان راحت پہنچاتی، عجیب عجیب نکات اور حکمتیں ان خزائن علمی سے دستیاب ہوتے تھے، اس وجہ سے ان کتابوں نے ان حضرات کو اپنا عاشق صادق اور گرویدہ بنا ڈالا تھا اور ان کی نگاہِ بصیرت نے ہر دنیا کی چیز کے بالمقابل اس کتاب وتحریر کو ہی اپنے لئے منتخب کرلیا تھا، نہ وہ مال ومتاع کی پرواہ کرتے اور نہ ہی اور دوسری چیزوں کی، اگر ان کی کتاب ضائع ہوجاتی تو وہ برملا یہ کہتے کہ سب کچھ تو چلا جاتا مگر ہماری ''محبوب کتاب'' ہمارے پاس رہتی۔ کتاب کے شیدائی اور اس کے عاشق کسی ایک کتاب کی تلاش وجستجو میں دور دراز کی مشقت سے بھرے اسفار اختیار کرتے اور وہ مشکل ترین سفر ان کو بہت آسان معلوم ہوتا تھا، جسم کے کپڑوں تک کی نوبت آجاتی، اپنی مطلب کی برآری کے لئے اور ان کا مطلوب بس وہی کتاب ہوتا، تاریخ نے اسلاف کے یہ واقعات محفوظ کر لئے ہیں جن سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب کے حق میں کیسے باذوق تھے، چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

قاضی جرجانی کی محبوبیتِ کتاب

شیخ ابوالحسن علی بن عبدالعزیز قاضی الجرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب کی محبوبیت اور کتاب کے ساتھ زندگی کی لذت کو بیان کرتے ہوئے اپنے بارے میں فرماتے ہیں جیسا کہ ''وفیات الاعیان'' میں ان کی سوانح میں لکھا ہے:

''مَا تَطَعَّمْتُ لَذَّةَ الْعَيْشِ حَتّٰى صِرْتُ لِلْبَيْتِ وَالْكِتَابِ

جَلِیْسًا“

تَرجَمہ: ”میں نے زندگی کی لذت اس وقت تک محسوس نہیں کی جب تک کہ میں گھر اور کتاب کا ہم نشین نہ ہوا۔“

”لَیْسَ شَیْءٌ عِنْدِی اَعَزَّ مِنَ الْعِلْمِ وَمَا اَبْتَغِیْ سِوَاہُ اَنِیْسًا“

تَرجَمہ: ”علم سے زیادہ کوئی چیز مجھ پر گراں نہیں اور اس کے علاوہ میں کوئی انس ومحبت والا نہیں چاہتا۔“

”اِنَّمَا الذِّلُّ فِی مُخَالَطَةِ النَّاسِ فَدَعْھُمْ وَعِشْ عَزِیْزًا رَئِیْسًا.“

تَرجَمہ: ”لوگوں کے ساتھ میل جول میں ذلت ہے، ان کو چھوڑو اور عزت کے ساتھ سرداری کی عمر گزارو۔“

میرا معشوق چراغ ہے

امامِ لغوی، فقیہہ، ادیب، نحوی، شاعر ابوالحسن احمد بن فارس بن زکریا الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا پہلے بھی تذکرہ ہو چکا ہے، زندگی کی سختیوں کی اور غموں کی شکایت کرتے ہوئے پھر فرماتے ہیں کہ میرے تمام دکھوں اور غموں کا مداویٰ اور میری لذت کی لذت اور میرے نفس اور روح کی تسکین ان کتب میں ہے، جن کے پاس آکر میں زندگی گذارتا ہوں، فرماتے ہیں جیسا کہ ”وفیات الاعیان“ میں ان کی سوانح میں ہے۔

”وَقَالُوْا کَیْفَ حَالُکَ؟ قُلْتُ خَیْرٌ، تَقْضِیْ حَاجَةً وَتَفُوْتُ حَاجٌ“

تَرجَمہ: ”انہوں نے کہا تمہارا کیا حال ہے، میں نے کہا بہتر ہے کہ حاجت پوری کرتا ہے اور حاجت مند کو گنواتا ہے۔“

"اِذ اِزْدَحَمَتْ هُمُوْمُ الصَّدْرِ، قُلْنَا، عَسٰى يَوْمًا يَكُوْنُ لَهَا انْفِرَاجُ."

تَرجَمۂ: "جب میرے سینے کے غم زیادہ ہو جاتے ہیں تو ہم کہتے ہیں قریب ہے وہ دن جب یہ زائل ہوں گے۔"

"نَدِيْمِي هِرَّتِيْ وَاَنِيْسُ نَفْسِيْ دَفَاتِرُ لِيْ وَمَعْشُوْقِيْ السِّرَاجُ."

تَرجَمۂ: "میری بلی میری دوست ہے اور میرے نفس کا محبوب کتابیں اور میرا معشوق چراغ ہے۔"

یہ اور اس سے پہلے والا واقعہ ہمارے سامنے ان علماء کی تصویر کشی پیش کرتا ہے جنہوں نے اپنے آپ کو علم کے ساتھ مقید کیا ہوا ہوتا ہے، اسی وجہ سے کتاب کا گم ہو جانا یا کتاب کی عدم دستیابی ان کے نزدیک ایک بہت بڑی مصیبت سے کم نہیں ہوتا اور بہت سارے علماء کرام کا ذہن ہر وقت کتاب پر اوندھا رہنے کی وجہ سے متغیر ہو گیا تھا۔

کتابیں ضائع ہونے سے ذہن متغیر ہونا

یہ مصر کے قاضی و محدث عبداللہ بن لہیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (ولادت ۹۷ھ وفات ۱۷۴ھ) حدیث کی روایت اور حفظ کے امام تھے ۱۶۹ھ میں کتابیں جل جانے کی وجہ سے اتنے غم زدہ ہو گئے تھے کہ پھر ان کی احادیث میں وہم اور تدلیس کا غلبہ ہونے لگا، کتابوں کے جل جانے سے پہلے جن لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا تھا ان کا علم قوی تھا ان لوگوں سے جنہوں نے بعد میں علم حاصل کیا، جیسا کہ ذہبی کی "تذکرۃ الحفاظ" اور ابن حجر کی "تہذیب التہذیب" میں ان کی سوانح میں آیا ہے کہ جب ان کی کتابیں جل گئیں تو امام لیث بن سعد مصری نے ان کی غم خواری اور

مصیبت کو ہلکا کرنے کے لئے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے۔

میں کتابوں پر اوندھا ہو گیا

حافظ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث“ میں کہا ہے کہ ابوایوب سلیمان بن داؤد الشاذکونی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے حفاظِ حدیث میں سے تھے ۲۳۴ھ میں اصفہان میں فوت ہوئے، فوت ہونے کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا، انہوں نے فرمایا کہ اللہ کریم نے میری مغفرت فرمادی، ان کو کہا گیا کہ کیوں؟ کہ میں اصفہان کے راستہ پر جارہا تھا کہ بارش آگئی اور میری پاس کتابیں تھیں، میں کسی چھت یا سایہ دار جگہ کے نیچے بھی نہ تھا، میں کتابوں پر اوندھا ہو گیا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور بارش بھی تھم گئی، دوسرے اسباب کے ساتھ اللہ نے اس کے سبب میری مغفرت فرمادی۔

دوبارہ طبیعت آمادہ نہ ہوئی

اور یہ امام المحدثین علی بن المدینی رحمہ اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد ہیں، جن کی ولادت ۱۶۱ھ میں اور وفات ۲۳۴ھ میں ہوئی، جن کے بارے میں خطیب بغدادی نے کہا کہ یہ اس صنعت کے فلسفی اور طبیب ہیں اور اصحاب حدیث کی زبان اور ان کے خطیب ہیں، انہوں نے عظیم کتاب ”المسند“ مختلف طرق پر تصنیف کی اور بقدر امکان اس میں احادیث کو بالاستیعاب جمع کیا، پھر ممالک اسلامیہ کا طویل سفر کیا جو کہ تین برس پر مشتمل تھا پھر اپنے شہر بصرہ واپس آئے اور اپنی مسند کو دیکھا کہ کیڑے اس کو کھا چکے ہیں اور اس کا کام تمام کر چکے ہیں، یعنی مصنف کی زندگی میں کتاب مر چکی تھی۔

خطیب نے ”تاریخ بغداد“ میں لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ”المسند“ مختلف طرق کے ساتھ تصنیف کی، پھر اس کو کاغذوں میں لکھا اور حتی المقدور

استیعاب سے کام لیا اور اپنی مشک میں اس کو بند کر لیا، مجھ کو یہ سفر درپیش ہوا جب میں سفر سے واپس آیا تو ایک دن اپنے لکھے ہوئے مطالعے کے لئے گیا، میں نے جب اس مشک کو حرکت دی تو وہ پہلے سے زیادہ بھاری معلوم ہو رہا تھا، میں نے جب اس کو کھولا تو دیمک نے اس میں گھس کر اس کو مٹی بنا دیا تھا، اس کے بعد میری طبیعت اس کو لکھنے پر آمادہ نہ ہوئی۔

بخل کی وجہ سے برکت نہ ہوئی

امام العربیہ ابو منصور محمد بن احمد الازہری الہروی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۲۸۲ھ وفات ۳۷۰ھ) کی کتاب "تہذیب اللغۃ" کے مقدمہ میں آیا ہے۔

کہ متقدمین علماء لغت میں ابو عمرو شمر بن حمدیہ الہروی (وفات ۲۵۵ھ) ہیں، ان کو علم کے ساتھ ایک سچا لگاؤ تھا، آغازِ شباب میں انہوں نے عراق کا سفر کیا انہوں نے احادیث لکھیں، ابن الاعرابی وغیرہ اہل لغت سے انہوں نے ملاقات کی اور مختلف طرق سے انہوں نے شعراء کے دواوین کا سماع کیا۔

اور ابو عمر الشیبانی، ابو زید الانصاری، ابو عبیدہ اور فراء رحمۃ اللہ علیہم کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ انہوں نے ملاقات کی، ان میں الریاشی، ابو حاتم، ابو نصر، ابو عدنان، سلمہ ابن عاصم اور ابو حسان رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ شامل ہیں، پھر جب خراسان واپس ہوئے تو نضر بن شمیل اور لیث بن المظفر رحمۃ اللہ علیہم کے اصحاب سے ملے اور بہت کچھ ان سے حاصل کیا۔

انہوں نے ہرات میں سکونت اختیار کی اور لغت میں ایک عظیم الشان کتاب تصنیف کی جس کی ترتیب حروف پر رکھی اور ابتدا صرف جیم سے کی، جیسا کہ ابو بکر ایادی وغیرہ حضرات جو ان سے ملے ہیں نے مجھ کو خبر دی، انہوں نے بہت اچھی اور سیر حاصل بحث کی، لیکن اشعار و شواہد اور کثرت روایات، ائمہ حدیث اور ائمہ لغت

سے انہوں نے بحث کو طول دیا ہے اور مفسرین سے روایت تفسیر اور غریب الحدیث کی بہت ساری اشیاء سے اس کو مزین کیا کہ متقدمین میں سے کوئی ان سے سبقت نہیں لے جاسکا اور ان کے بعد والے بھی ان کی چال نہ چل سکے۔

جب انہوں نے کتاب مکمل کی تو اپنی زندگی میں بخل سے کام لیتے ہوئے انہوں نے اپنے طالب علموں کو کتاب لکھوائی نہیں، جس کی وجہ سے جو کام انہوں نے کیا تھا اس میں برکت نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ اپنے راستہ پر چلے (یعنی فوت ہوگئے) ان کے رشتہ داروں نے کتاب حصہ حصہ کر کے تقسیم کر لی، ان کا ایک رشتہ دار یعقوب بن اللیث السجزی الصفار کے پاس آگیا تھا، اس نے بعض امور بھی ان کے حوالہ کر دیئے تھے اور فارس کے اطراف میں ان کے ساتھ آگئے، لیکن وہ سفر و حضر میں کتاب کو اپنے سے الگ نہیں کیا کرتے تھے۔

پھر جب یعقوب بن اللیث نے عراق کی سرزمین پر بغداد کے قریب ''سیب بنی ماوان'' نہر کے قریب پڑاؤ ڈالا اور اپنی فوج وہاں ڈال دی اور اپنی فوج کے کچھ جنگجو لوگوں کے ساتھ بادشاہ الموفق اور اس کے ساتھیوں سے ملنا چاہتے تھے تو شرقی بغداد کی بڑے نہر، نہروان میں طغیانی آئی تو فوجیوں کے ساتھ وہ کتاب بھی غرق ہوگئی۔

میں نے اس کتاب کے ابتدائی کچھ اجزاء محمد بن قسورہ کے لکھے ہوئے دیکھے، میں نے اس کے ابواب کی تفتیش کی میں نے اس کو انتہائی کمال پر پایا، اللہ ابوعمرو کی مغفرت فرمائے اور ان کی لغزش کو معاف فرمائے، علم کے ساتھ بخل غیر محبوب اور غیر مبارک ہے۔

کاغذ کے لئے کپڑے فروخت کرنا

عبدالرحمن بن ابی حاتم کی ''مقدمۃ الجرح والتعدیل'' میں امام ابوزرعہ عبداللہ

بن عبدالکریم الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۲۰۰ھ وفات ۲۶۴ھ) کی سوانح میں ہے:

عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے ابوزرعہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں رَی سے ۲۲۷ھ میں دوسری مرتبہ نکلا اور ۲۳۲ھ میں واپس آیا یہ سفر پانچ سال کا تھا۔

میں نے ابتداج سے کی پھر میں مصر چلا گیا اور مصر میں پندرہ ماہ رہا، میں نے ابتدا میں ارادہ کیا تھا کہ تھوڑے عرصہ قیام کروں گا، لیکن جب وہاں میں نے علم کی کثرت اور کثرتِ استفادہ کو دیکھا تو قیام کی مدت بڑھالی، میں نے کتبِ شافعیہ کی سماع کا عزم نہیں کیا لیکن جب میں نے قیام کا فیصلہ کرلیا تو پھر میں نے کتبِ شوافع کے بڑے بڑے علماء کا پتہ لگایا تو انہوں نے اسی (۸۰) درہم میں میرے ساتھ میرے لئے ان کتابوں کا لکھنا طے کیا، میں نے ان کو کاغذ دے دیئے، میں نے دو کپڑے دبیق والے مصر سے اپنے سلوانے کے لئے خریدے تھے، جب میں نے کتابیں لکھوانے کا ارادہ کرلیا تو وہ کپڑے میں نے پھر ساٹھ درہم میں فروخت کر دیئے اور دس درہم کا کتبِ شافعیہ کے لئے کاغذ خریدا، پھر میں شام واپس آگیا حسب منشا وہاں قیام کیا پھر میں جزیرہ آگیا اور وہاں قیام کیا پھر میں ۲۳۰ھ کے آخر میں بغداد آیا پھر کوفہ گیا وہاں قیام کیا، پھر بصرہ آیا اور شیبان اور عبدالاعلیٰ سے کتابت کی۔

پھر تیسری مرتبہ نکلنے میں میں نے شام، عراق اور مصر میں چار سال اور چھ ماہ قیام کیا، مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کبھی اپنے ہاتھ سے ہانڈی پکائی ہو۔

کتاب کا ضائع ہونا راہِ صواب کا گم ہو جانا ہے

"معجم الأدباء" میں امام ابوعلی حسن بن احمد الفارسی الفسوی رحمہ اللہ فارس کے شہر فسا کی طرف نسبت اور پھر بغدادی اپنے زمانے میں علومِ عربیت میں یکتا (ولادت ۲۸۸ھ وفات ۳۷۷ھ) کے بارے میں آیا ہے۔

عثمان بن وجنی نے کہا کہ مجھ کو شیخ ابوعلی نے بیان کیا کہ مدینۂ اسلام بغداد میں آگ لگ گئی تھی تو وہ آگ بصریوں کے تمام علوم کو لے گئی تھی۔

فرمایا کہ یہ تمام علوم میں نے اپنے خط سے لکھے تھے، میرا جو صندوق جل گیا اس میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب الطّلاق کے نصف حصہ کے علاوہ اور کچھ مجھے نہیں ملا۔

اس غم پر تسلی اور تعزیت کے لئے میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے عجیب نظروں سے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ غم وحزن کی وجہ سے دو ماہ تک میں نے کسی سے بات نہیں کی، پھر میں بصرہ کی طرف آگیا اور غلبۂ فکر کی وجہ سے ایک عرصہ تک میں جیسے بھولا ہوا اور متحیر رہا۔

ہاں! کتاب ضائع ہونا راہ صواب کا گم ہو جانا ہے، ہائے ہلاکت اس کے لئے جس نے کتاب ضائع کی ہو۔

مجموعہ سفر میں چوری ہوگیا

قطفی کی ''ابناء الرواۃ علی انباء النحاۃ'' میں محمد بن الحسین بن موسیٰ العلوی الطالبی شریف رضی (ولادت ۳۵۹ھ وفات ۴۰۶ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

رضی اہل علم اہل فضل وادب میں سے تھے، بچپن ہی سے تیز ذہن والے تھے، ابوالفتح بن جنی نے ان کے مجموعہ میں لکھا ہے کہ وہ مجموعے جو انہوں نے ان کے جمع کیے بعض مجموعوں میں انہوں نے لکھا ہے کہ یہ مجموعہ ان سے فارس کے سفر کے دوران چوری ہوگیا تھا اور مرتے دم تک نہیں ملا۔

پھر یہ مجموعہ اصفہان شہر کے وقف میں ملا اور پھر جب سعید بن الدہان البغدادی اصفہان گیا تو وہ مجموعہ وہاں اس کو مل گیا، اس نے اپنے قلم سے ایک جلد لکھی، سعید کے خط کے علاوہ اور اس کا لکھا ہوا مجھ کو کچھ نہیں ملا۔

عجیب حکایت

شمس الدین ابن خلکان نے اپنی کتاب ''وفیات الاعیان وابناء الزمان'' میں شریف مرتضیٰ ابوالقاسم علی بن طاہر کی سوانح میں ایک عجیب حکایت لکھی ہے جو ابوالحسن الفاسی علی بن احمد بن سلک الفالی رحمہ اللہ، محدث ادیب شاعر (وفات ۴۴۸ھ) کو پیش آئی، خطیب ابوزکریا یحییٰ بن علی التبریزی لغوی نے حکایت کی کہ ابوالحسن علی بن احمد بن علی بن سلک الفالی ادیب کے پاس ابن درید کی کتاب ''الجمهرة'' کا ایک نہایت ہی عمدہ نسخہ تھا ان کو اس کے فروخت کرنے کی ضرورت پیش آئی، تو ساٹھ درہم میں وہ نسخہ ان سے ابوالقاسم شریف المرتضیٰ نے خرید لیا، جب اس نے اس کی ورق گردانی کی تو ابوالحسن الفالی کے خط سے لکھے ہوئے اشعار اس میں پائے۔

ے أَنِسْتُ بِهَا عِشْرِيْنَ حَوْلًا وَبِعْتُهَا
لَقَدْ طَالَ وَجْدِيْ بَعْدَهَا وَحَنِيْنِيْ

ترجمہ: ''میں اس کے ساتھ بیس برس مانوس رہا اور پھر فروخت کردیا، میری تکلیف اور میرا اشتیاق اس کے بعد زیادہ ہوگیا۔''

ے وَمَا كَانَ ظَنِّيْ أَنَّنِيْ سَأَبِيْعُهَا
وَلَوْ خَلَدَتْنِيْ فِي السُّجُوْنِ دُيُوْنِيْ

ترجمہ: ''میں نے اس کے فروخت کا گمان بھی نہیں کیا تھا، اگرچہ قرضوں کی وجہ سے مجھ کو ہمیشہ جیل میں رہنا پڑتا۔''

ے وَلٰكِنْ لِضُعْفٍ وَافْتِقَارٍ وَصَبْيَةٍ
عَلَيْهِمْ تَسْتَهِلُّ شُؤُوْنِيْ

ترجمہ: ''لیکن ضعف فقر اور چھوٹے بچوں بچیوں کی وجہ سے ان کی

حالت پر میرے آنسو نکلے۔"

؎ فَقُلْتُ وَلَمْ اَمْلِكْ سَوَابِقَ عَبْرَتِی
مَقَالَةَ مَكْوِیْ الْفُؤَادُ حَزِیْنُ

ترجمہ: "میں نے اپنے پہلے نکلنے والے آنسوؤں پر قابو نہ پاتے ہوئے ایک بات کہی۔"

؎ وَقَدْ تخرُجُ الْحَاجَاتُ یَا اُمَّ مَالِكَ
كَرَائِمَ مِنْ رَّبٍّ بِهِنَّ ضَنِیْنِ

ترجمہ: "ام مالک کبھی ضرورت عمدہ مال کو بھی نکال دیتا ہے، جس نے اس کو جمع کیا وہ بخیل ہوتا ہے۔"

انہوں نے یہ اشعار پڑھنے کے بعد وہ نسخہ ان کو واپس کر دیا تھا اور دینار بھی چھوڑ دیے۔

ابوالحسن الفالی کے یہ لطیف اشعار ہیں باب کی موافقت کی وجہ سے میں ان کو ذکر کرتا ہوں کہ ان کا تعلق علم اور علماء کے ساتھ ہے ان کے کچھ اشعار ابن الاثیر نے "الکامل" میں ۴۴۸ھ کے حوادثات میں ذکر کیے، اس سال فالی کا انتقال ہوا تھا اور یاقوت الحموی نے "معجم الأدباء" میں ان کے حوال میں ان کے اشعار کا تذکرہ کیا ہے۔

؎ لَمَّا تَبَدَّلَتِ الْمَجَالِسُ اَوْجهَا
غَیْرَ الَّذِیْنَ عَهِدَتْ مِنْ عُلَمَائِهَا

ترجمہ: "جب اہلِ مجالس نے چہرے تبدیل کر لئے سوائے ان کے جو علماء تھے۔"

؎ وَرَأَیْتُهَا مَحْفُوْفَةً بِسَوِیِّ الأَلِی
كَانُوْا وَلَاةَ صُدُوْرِهَا وَفِنَائِهَا

ترجمہ: ''میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں کے علاوہ دوسروں سے ڈھکا ہوا تھا جو اس کی صدارت اور آنگن کے مالک تھے۔''

؎ أَنْشَدْتُ بَيْتًا سَائِرًا مُتَقَدِّمًا
وَالْعَيْنُ قَدْ شَرِقَتْ بِجَارِي مَائِهَا

ترجمہ: ''میں نے شعر پڑھا جو پہلے سے زبان زد تھا اور آنکھ کا جاری پانی چمک گیا۔''

؎ وَأَمَّا الْخِيَامُ فَإِنَّهَا كَخِيَامِهِمْ
وَأَرَى نِسَاءَ الْحَيِّ غَيْرَ نِسَائِهَا

ترجمہ: ''خیمے تو ان خیموں کی طرح ہیں اور عورتیں وہ تھیں جو اس محلے کی نہیں تھیں۔''

ان کے بہترین شعر میں سے یہ بھی ہے:

؎ تَصَدَّرَ لِلتَّدْرِيسِ كُلُّ مُهَوَّسٍ
بَلِيدٍ تُسَمَّى بِالْفَقِيهِ الْمُدَرِّسِ

ترجمہ: ''ہر ہوس والا بے وقوف تدریس کے لئے بیٹھ گیا اور اس کا نام فقیہ اور مدرس رکھا جانے لگا۔''

؎ فَحَقٌّ لِأَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يَتَمَثَّلُوا
بِبَيْتٍ قَدِيمٍ شَاعَ فِي كُلِّ مَجْلِسٍ

ترجمہ: ''اہل علم کا حق ہے کہ وہ اس پرانے شعر سے تمثیل کریں جو ہر مجلس میں مشہور ہے۔''

؎ وَلَقَدْ هَزَلَتْ حَتَّى بَدَا مِنْ هُزَالِهَا
كِلَاهَا وَحَتَّى سَامَهَا كُلُّ مُفْلِسٍ

ترجمہ: ''وہ کمزور ہوگیا یہاں تک کہ کمزوری سے اس کی اونچ نیچ ظاہر

ہوگئی اور ہر غریب نے اس کی قیمت لگائی۔''

کتنی حسرتیں قبروں کے اندر ہیں

یاقوت الحموی کی ''معجم البلدان'' اور ذہبی کی ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ ابوزکریا البخاری کی سوانح میں آیا ہے۔

امام حافظ، جوال، ابوزکریا عبدالرحیم بن احمد نصر التیمی البخاری، حافظ یکتا زمانہ (ولادت ۳۸۲ھ بخاریٰ میں، وفات ۴۶۱ھ مصر میں) بخاریٰ سے نکلے اور بخاریٰ، خراسان، عراق، شام، یمن، مصر اور افریقہ میں سماع کیا، اندلس اور بلادِ مغرب میں گئے، وہاں کے شیوخ سے کتابت کی جوان سے مقام و مرتبہ میں کم تھے ان سے بھی آپ نے احادیث لکھیں اور مرتے دم تک احادیث لکھتے رہے۔

امام ابوعبداللہ الحسین بن الحسن الحلیمی، ابو یعلی حمزہ المہلبی، ابوعمر بن المہدی اور ابومحمد بن التبیع، ہلال الحفار سے، تمام الرازی، عبدالغنی بن سعید الازدی المصری رحمۃ اللہ علیہم اور بہت حضرات سے جن کا تذکرہ باعث طوالت ہوگا آپ نے اخذِ حدیث کیا۔

اور ان سے عبدالوہاب بن عبداللہ بن الجبان (جوان کے شیخ بھی تھے) اور فقیہ نصر المقدسی اور مشرف بن علی التمار اور جمیل بن حسن المادرانی اور ابوعبداللہ محمد بن احمد الرازی رحمۃ اللہ علیہم اور بہت سارے دوسرے حضرات سے روایت حدیث کی۔

آپ نے مصر میں سکونت اختیار کی، ابوالفتح نصر بن ابراہیم المقدسی رحمہم اللہ سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ بخاریٰ میں میرے چودہ ہزار اجزاء ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میں جا کر وہاں سے لے آؤں، مصر کے حوراء محلّہ میں ان کا نتقال ہوا ہے، کتنی حسرتیں قبروں کے اندر ہیں۔

کتاب فروخت کرنے پر تأسف

امام شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن ثابت الخولانی (المعروف الحداد المہدوی) نے فقر

اور مجبوری میں اپنی کتابیں فروخت کردیں، انہوں نے کہا:

"قَالَتْ وَابْدَتْ صَفْحَةً كَالشَّمْسِ مِنْ تَحْتِ الْقِنَاعِ"

ترجمہ: "اس نے اپنے سورج جیسے رخسار کو چادر سے نیچے کرتے ہوئے کہا۔"

"بِعْتُ الدَّفَاتِرَ وَهِيَ آخِرُ مَا يُبَاعُ مِنَ الْمَتَاعِ."

ترجمہ: "تو نے کتابیں فروخت کردیں اور یہ تو ہمارے سامان کی آخری چیز تھی جو فروخت کردی گئی۔"

میں نے اس کو جواب دیا، میرا ہاتھ میرے جگر پر تھا اور پھٹ رہا تھا۔

"وَلَا تَعْجُبِيْ مَا رَأَيْتِ فَنَحْنُ فِيْ زَمَنِ الضِّيَاعِ."

ترجمہ: "جو تو دیکھ رہی ہے اس پر تعجب نہ کر اس لئے کہ ہم اپنے ضائع ہونے والے وقت میں ہیں۔"

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حفظِ علم کا واقعہ

تاج السبکی نے "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح میں لکھا ہے کہ امام اسعد المہینی کہتے ہیں کہ میں نے امام غزالی کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم پر ڈاکہ پڑ گیا، نوسربازوں نے ہمارا سب کچھ لیا اور چلے گئے، میں ان کے پیچھے ہولیا تو ان کے سربراہ نے مجھ کو کہا تمہاری ہلاکت ہو واپس چلے جاؤ ورنہ ضائع ہو جاؤ گے، میں نے کہا میں تجھ سے اس ذات کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس سے سلامتی کا سوال کیا جاتا ہے کہ میری تعلیقات مجھ کو واپس لوٹا دو وہ تمہارے نفع کی چیز نہیں۔

اس نے مجھ کو کہا کہ تمہاری تعلیقات کیا ہیں؟ میں نے کہا اس تھیلے میں کچھ کتابیں ہیں، میں نے اس کی سماع کے لئے، کتابت کے لئے اور معرفت علم کے

لئے ہجرت کی، وہ ہنس پڑا اور کہا تو کس طرح معرفت کا دعویٰ کرتا ہے، ہم نے یہ تجھ سے لے لیں تو تو بالکل خالی رہ گیا ہے، پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ تھیلا اس کو واپس کر دو۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ایک بولنے والا تھا، جس نے میرے معاملہ میں میری رہنمائی کی، میں جب طوس پہنچا تو میں نے اپنے آپ کو فارغ کر کے تین سالوں میں تمام تعلیقات حفظ کر لیں اور اس حال پر آ گیا کہ اگر کہیں ڈاکہ پڑ جائے اور وہ سب کچھ لے جائیں تو میں بغیر علم کے نہ رہوں گا۔

ایک خط کے بعض عجیب فقرے

امام زرکلی نے ''اعلام'' میں شاعر ادیب لبیب، ابوالفتح نصر بن عبداللہ بن عبدالقوی اللخمی عرف ابن قلاس الاسکندری الأزہری رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۵۳۲ھ وفات ۵۶۷ھ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ وہ شمالی جدہ کے بحر احمر کے ساحل کے عیذاب کے مقام پر اکثر آیا کرتے تھے اور ۵۶۵ھ میں وہ عدن میں داخل ہوئے، پھر عدن سے سمندری راستہ پر تجارت کی غرض سے سفر کیا ان کی کشتی جزیرہ دھلک یا دھیک مقام کے قریب چٹان سے ٹکرا کر کیچڑ میں دھنس گئی، جزیرہ میں یمن اور حبشہ کے درمیان یہ پانی چوسنے کی جگہ ہے، ان کے پاس جو مرچیں اور دھتورا تھا اس کا ایک ثلث ضائع ہو گیا۔

انہوں نے شروع رجب میں جب ابوبکر العیدی جو عدن کا وزیر تھا کو بارہ صفحوں کا ایک خط لکھا، اس خط کے بعض فقرے جو اس مقام کے مناسب ہیں وہ یہ ہیں۔

نخرہ کے صخرہ کی جانب سے میرا شوق بڑھتا جا رہا ہے ان مرچوں کی جانب جو

بکھر گئیں ساحل میں اور وہ دھتورا جو مختلف مراحل میں پھیل گیا، فوج اور موج ہم کو برابر مار رہے تھے یہاں تک کہ ہمارے اموال اور آل کو انہوں نے متأثر کر دیا۔

ہاں ایک ثلث باقی بچ گیا اور ثلث تو بہت زیادہ ہے، جزیرہ دہلک میں سلطان مالک بن ابی السداد ہم کو مل گئے، اس نے کپڑے اور گندم میں ہماری امداد کی، میرے پاس کتابیں تھیں سمندر نے ان کو مٹا دیا، نہ کوئی شعر بچا، نہ لغت اور نہ نحو، ابن الہاربیہ کے دیوان کے علاوہ اور کچھ نہیں بچا پانی سے تر تو وہ بھی ہوگیا تھا اور میرے تمام اشعار ضائع ہوگئے اور گر گیا میری نظر سے ان کا بوجھ، میں فاسد کی اصلاح اور حاسد کی مدارات سے خالی نہ ہوا۔

کتابوں کو خوشبو کی دھونی دو

قاضی ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں ابدالدہان ابومحمد سعید بن المبارک النحوی البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۴۹۴ھ وفات ۵۶۹ھ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ وہ اپنے زمانہ کے سیبویہ تھے، علم نحو میں ان کی مفید تصانیف ہیں، پھر ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابومحمد نے پھر بغداد چھوڑ دیا اور موصل چلے گئے وزیر جمال الدینا اصفہانی جو سخاوت میں بہت مشہور تھے انہوں نے ان کا بہت اچھا استقبال کیا اور ایک عرصہ تک یہ ان کے ہاں مقیم رہے۔

ان کی کتابیں بغداد میں رہ گئی تھیں، پورے بغداد میں اس سال سیلاب آیا تو انہوں نے پھر بغداد کا سفر کیا کہ اگر کچھ کتابیں صحیح مل جائیں تو ان کو اپنے پاس لے آئیں، انہوں نے دیکھا کہ کتابیں تمام غرق ہوگئیں ہیں، ان کے گھر کے پیچھے چمڑا صاف کرنے کا ایک کارخانہ تھا وہ بھی غرق ہوگیا تھا، وہاں سے پانی بہہ کر ان کے گھر آتا رہا، سیلاب آنے کی وجہ سے کتابیں اتنی تلف نہیں ہوئی تھیں، جتنی کارخانہ کے

پانی کے سبب ہوئیں، انہوں نے ان کے تحصیل میں عمر صرف کر دی تھی، جب کتابیں اس شکل میں ان کو دی گئیں تو ان کو یہ کہا کہ ان کو خوشبو کی دھونی دو، ایک دوائی جس کو اذّن کہتے ہیں انہوں نے اس دوائی سے اس کو دھونی دی۔

کتاب ضائع ہونے کی مصیبت

علماء کے مصائب میں سب سے بڑی مصیبت کتاب کا ضائع ہو جانا ہے، ایسی ایک مصیبت اسامہ بن منقذ رحمہ اللہ جو شیزا شہر اور اس کے قلعہ کے امیر تھے پر نازل ہوئی یہ بہت بڑے بہادر اور اپنے زمانہ کے ادیب عالم تھے (ولادت ۴۸۸ھ وفات ۵۸۴ھ میں ہوئی)۔

ان پر یہ مصیبت ۵۶۹ھ سے پہلے عادل بادشاہ نورالدین شہید رحمہ اللہ کی زندگی میں نازل ہوئی۔

امیر اسامہ نے اپنی کتاب ''الاعتبار'' میں اپنی مختصر سیرت اور تاریخ جمع کی ہے اور اس میں اپنی عمر کے اس دردانگیز واقعہ کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ پھر میں عادل بادشاہ نورالدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں چلا گیا اور مصر کے نیک و صالح بادشاہ صالح بن رزیک کو مصر میں میرے اہل و عیال کے اخراجات کے لئے ایک فرمان بھی جاری کر دیا تھا وہ ان کے ساتھ بہت احسان کرنے والے تھے۔

اس نے معذرت کی اور کہا مجھ کو ان پر فرنگیوں سے بہت خطرہ ہے اور مجھ کو لکھا کہ آپ مصر واپس آجائیں، آپ کو میرے اور اپنے درمیان معاملات کا علم ہے، اگر اہلِ مصر سے آپ کو کوئی وحشت ہو تو آپ مکہ مکرمہ چلے جائیں اور میں ایک فرمان جاری کر دیتا ہوں تا کہ اسوان شہر کا انتظام آپ کے حوالے کر دیا جائے اور حبشیوں کے ساتھ لڑنے کے لئے کمک بھی آپ کی طرف بھیج رہا ہوں، اسوان مسلمانوں کی

سرحدات میں سے ایک سرحد ہے اور آپ کے بیوی بچوں کو بھی روانہ کر رہا ہوں۔

میں عادل بادشاہ کے پاس چلا گیا اور ان کو تمام معاملہ کی خبر دی، انہوں نے فرمایا اے فلاں تو نے سچ نہیں کہا، تو مصر واپس جاتا ہے، تو کب مصر اور اس کے فتنوں سے چھٹکارا حاصل کرے گا، عمر تو اس سے بہت کم ہے، میں ایک ایسا شخص بھیجتا ہوں جو فرنگیوں کے بادشاہ سے ان کے لئے امان لے اور ایک ایسا شخص بھیجتا ہوں جو ان کو لے آئے۔

تو بادشاہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو بھیجا فرنگیوں کے بادشاہ سے سمندر اور خشکی کے راستہ میں امان حاصل کرنے کے لئے، میں نے امان کی دستاویز اور ملکِ عادل کا خط اور اپنا خط ملکِ صالح کے نام پر اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دیا، انہوں نے میرے چوپایوں کے ساتھ خاص سے دمیاط کی طرف بھیج دیا اور جس چیز کی ان کو ضرورت تھی زادِراہ وغیرہ کی وہ ان کو دے دی۔

وہ دمیاط سے ایک کشتی کے ذریعہ گئے جو فرنگیوں کی تھی، وہ جب عکا مقام کے قریب ہوئے تو بادشاہ وہاں تھا، اس نے ایک چھوٹی کشتی کے ذریعہ اپنے لوگوں کو بھیجا ان کو حکم دیا انہوں نے کلہاڑیوں کے ذریعہ ہماری کشتی کو توڑ دیا، میرے ساتھی ان کو دیکھ رہے تھے بادشاہ خود سوار ہو کر ساحل پر آ کھڑا ہوا اور ہماری کشتی میں جو کچھ تھا وہ انہوں نے لوٹ لیا۔

میرا غلام اس لعین کے پاس تیرتا ہوا گیا اور امان کی چٹھی اس کے پاس تھی، اس نے اس کو کہا یہ تیرا امان ہے، اس نے کہا ہاں لیکن مسلمانوں کی یہ رسم ہے کہ ان کی کشتی جب کسی شہر میں ٹوٹ جاتی ہے تو اس شہر والے ان کے سامان کو لوٹ لیتے ہیں، غلام نے کہا کہ تو نے ہم کو قید کر لیا ہے، اس نے کہا کہ نہیں۔

اس لعین نے ان کو ایک گھر میں داخل کیا عورتوں کی تلاشی لی اور جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب کچھ ان سے لے لیا، کشتی میں زیورات، کپڑے، جواہرات، تلوار،

اسلحہ، سونا، چاندی جو عورتوں نے وہاں چھوڑا تھا وہ سب کچھ اس لعین نے لے لیا، یہ تقریباً تیس ہزار دینار کے لگ بھگ کا سامان تھا اور صرف پانچ سو دینار ان کے پاس رہنے دیئے اور کہا اس سے تم اپنے شہر کو پہنچ جاؤ گے، وہ تقریباً پچاس افراد تھے۔

میں اس وقت ملکِ عادل کے ساتھ ملکِ مسعود کے ملک کے شہر اغبان اور کسیون میں تھا، مجھ کو مال سے اپنے اور اپنے بھائی کے بچوں کی سلامتی زیادہ عزیز لگی، ان کی سلامتی کی خوشی سے زیادہ مجھ کو اپنی کتابوں کے ضائع ہونے کا غم ہونے لگا۔

ان میں بہت گراں قدر کتابوں کی چار ہزار جلدیں تھیں ان کتابوں کے ضائع ہونے کا غم میرے دل میں زندگی بھر رہا، یہ ایسی مصیبتیں تھیں جس سے پہاڑ بھی ہل جاتے ہیں اور مال کو فنا کر دیتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی رحمت سے اس کا عوض عطا فرمائیں گے۔

ایک جلد سالم رہی

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے ”مناقب امام احمد“ میں کہا ہے کہ جب بغداد میں ۵۵۶ھ میں سیلاب آیا تو میری تمام کتابیں غرق ہوگئیں اور ایک جلد سالم رہی جس میں دو ورقے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے خط سے تھے۔“

عمدہ کتابیں جمع کرنا

یاقوت الحموی نے ”معجم الأدباء“ میں اور علامہ شیوخ مؤرخ محدث راغب الطباخ کی ”اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشہباء“ میں وزیر جمال الدین القفطی کی سوانح میں ان کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا ہے، علامہ ادیب، الجامع، الاریب، قاضی اور وزیر جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف القفطی المصری الحلبی (ولادت قفط میں ۵۶۸ھ وفات حلب میں ۶۴۶ھ میں) رحمۃ اللہ علیہ۔

جب انہوں نے حلب کو اپنا مسکن بنایا تو ان کی تمام تر کوششیں کتابوں کی خریداری کتابیں جمع کرنا اور دور دراز شہروں سے لانا تھا، علم کے لئے یہ نقصان اٹھانے کی وجہ سے بھی ان کی شہرت آفاق میں ہوگئی، تو کتب فروش دور دراز سے آکران پر کتابیں فروخت کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ ان کے پاس ایک نادر المثال مکتبہ وجود میں آگیا، ان کے جمع کرنے میں انہوں نے خوب دلچسپی لی، نفیس اور زیادہ مال ان کی خریداری پر صرف کیا اور اپنی عمر کتابوں کے حفظ ان کی تنظیم اور ان سے اقتباسات نقل کرنے میں صرف کی۔

حلب میں ان کا گھر علماء اور ادباء کا مجمع اور کتابوں کے لکھنے، نقل کرنے اور فروخت کرنے والوں کا قبلہ بن گیا، کتابوں کے دلال نفیس قسم کی کتابیں، مصنّفین کے اپنے قلم کے لکھے ہوئے نسخے ان کے پاس لاتے، یا جو مشہور اکابرین کے خط سے لکھے ہوئے ہوتے، ان کی اپنی کتاب ''انباء الرواة علی انباء النحاة'' اس نفیس مجموعے سے بھری پڑی تھی اور اس نفیس مجموعے کا اس میں تذکرہ اور بحث تھی، وہ اس کے لئے بہت زیادہ قیمت خرچ کرتے اور بہت زیادہ عطیات دیتے، لوگ دنیا کے مختلف اطراف سے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

کتابوں کے لئے نقصانات اٹھانے کے ان کے عجیب وغریب متعدد واقعات ہیں ان کے ساتھی اور دوست علامہ یاقوت الحموی نے ''معجم الادباء'' میں ان کی سوانح میں لکھا ہے علامہ حموی کی ان کے ساتھ لمبی رفاقت ہے، فرمایا کہ قاضی کتابیں جمع کرنے کے بہت شائق تھے، میرا خود کتابوں کے جمع کرنے کتابوں کی خرید وفروخت کے مشغلہ ہونے کی وجہ سے میں نے ان سے زیادہ کوئی اہتمام کرنے والا نہیں دیکھا اور نہ ان سے زیادہ کتابوں کا حریص، اس میں ان کو وہ کچھ حاصل ہوا جو دوسروں کو نہ ہوسکا، وہ حلب میں مقیم تھے۔

محدث ابن شاکر نے اپنی کتاب ''فوات الوفیات'' میں ان کی سوانح میں لکھا

ہے کہ انہوں نے اتنی کتابیں جمع کیں جن کو بیان نہیں کیا جا سکتا، دنیا کے اطراف سے ان کا قصد کیا گیا، دنیوی اشیاء میں کتابوں کے علاوہ کسی چیز سے وہ محبت نہیں کیا کرتے تھے، ان کا کوئی گھر اور بیوی نہ تھی، حلب کے حکمران ناصر کے لئے انہوں نے اپنی کتابوں کی وصیت کر دی تھی، ان کی کتابیں تقریباً پچاس ہزار دینار کے مساوی تھیں، عبدالفتاح کہتے ہیں کہ اس وقت وہ دس ملین سعودی ریال یا اس سے زیادہ کی تھیں۔

شیخ الطباخ نے ''اعلام النبلاء'' میں ان کی سوانح میں لکھا ہے کہ صندی نے اپنی تاریخ جو انہوں نے سالوں کی ترتیب سے مرتب کی ہے اس میں انہوں نے ۶۴۶ھ کے حوادثات میں وزیر القفطی کے احوال میں لکھا ہے کہ ان کتابوں کے دلدادہ ہونے کے عجیب وغریب واقعات ہیں ان میں ایک واقعہ یہ ہے کہ سمعانی کی ''الانساب'' کے اصولِ خمسہ کی ایک جلد کم یاب ہوگئی، جو ان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی، وہ برابر اس کو اپنی گمان کی حد تک تلاش کرتے رہے، لیکن ان کو کامیابی نہ ہوسکی اور وہ کتاب ان کو نہ مل سکی۔

اس سے ناامید ہونے کے چند دن بعد ان کے کسی ساتھی کا قلانسیین کے بازار پر حلب میں گذر ہوا تو ان کو ''الانساب'' کے اس گم شدہ جلد کے کچھ اوراق وہاں مل گئے، وہ صاحب وہ اوراق لے کر ان کے پاس آئے اور ٹوپی بنانے والے کو بھی وزیر کے پاس لے آیا، اس نے کہا کہ میں نے اس کو ردی کے کاغذوں میں خریدا تھا اور اس میں سے میں نے ٹوپیوں کے لئے قالب بنائے ہیں، اس کے بعد چند دنوں تک وہ عدالت اور وزارت نہیں جاتے تھے، وہاں بیٹھنا انہوں نے چھوڑ دیا اور لوگ ان کے پاس اس طرح آنے لگے جس طرح میت کے پسماندگان کے پاس تعزیت کے لئے جایا جاتا ہے، حکومت کے سربرآوردہ اشخاص بھی ان کی تسلی کے لئے ان کے پاس آتے تھے جیسے کسی عزیز کی گمشدگی پر تسلی دی جاتی ہے، ان کی کتابوں کے عشق

کی داستانیں بہت طویل ہیں۔

کتابوں کے ضائع ہونے پر ذہن منتشر ہونا

حافظ سخاوی نے ”الضوء اللامع فی القرن التاسع“ میں امام حافظ عمر بن علی بن احمد الوادی آشی المعروف ابن ملقن رحمہ اللہ (ولادت قاہرہ ۷۲۳ھ وفات ۸۰۴ھ) ان کی تصانیف تین سو کے لگ بھگ ہیں، کے احوال میں لکھا ہے۔

کہ ہمارے شیخ ابن حجر نے فرمایا کہ ان کے پاس لاتعداد کتابیں تھیں، ان کے اکثر مسودات ان کی آخری عمر میں جل گئے تھے، پھر اس کے بعد ان کی حالت متغیر ہوگئی اور ان کے بیٹے نے ان کی وفات تک ان کو لوگوں سے چھپائے رکھا، حافظ ابن حجر نے اپنی معجم میں یہ بھی کہا کہ کتابوں کے جلنے سے پہلے وہ مستقیم ذہن والے تھے، جب ان کی کتابیں جل گئیں تو ہمارے شیخ ابن حجر نے کچھ اشعار ان کو مخاطب کر کے کہے:

لِلّٰهِ قَدْ قَرَّبْتَهَا فَتَقَبَّلَتْ وَالنَّارُ مُسْرِعَةٌ اِلَى الْقِرْبَانِ

ترجمہ: ”اللہ کے قریب ہونے کے لئے تم نے وہ پیش کیں تو وہ قبول ہوگئیں اور آگ تو جلدی قربت کرانے والی ہے۔“

حافظ عمر بن علی احمد الوادی آشی حلب کے محدث ابن العجمی کی اولاد نے اپنی کتاب ”الاغتباط بمعرفة من رمی بالاختلاط“ میں کہا ہے کہ ہمارے شیخ ابن الملقن کا ذہن بھی منتشر ہوگیا تھا مرنے سے پہلے بوجہ ان کی کتابوں کے جل جانے کے۔

سفر میں کتابوں کی دیکھ بھال

مرتضیٰ زبیدی کی کتاب ”تاج العروس من جواهر القاموس“ کے مقدمہ میں قاموس کے مصنف علامہ فیروز آبادی کی سوانح میں آیا ہے جس کی تلخیص درج

ذیل ہے۔

وہ امام ہمام قاضی القضاۃ مجد الدین ابوطاہر محمد بن یعقوب بن محمد الشیرازی الفیروز آبادی، لغوی، مفسر، محدث، مؤرخ ادیب اور یمن کے قاضی تھے، ۷۲۹ھ میں ان کی پیدائش کازرین میں ہوئی، وہیں بڑے ہوئے اور سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا، وہ بہت جلد حفظ کرنے والے تھے، وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ایک سو سطر حفظ کئے بغیر میں سویا نہیں کرتا تھا۔

آٹھ سال کی عمر میں وہ شیراز منتقل ہوئے اپنے والد اور قوام عبداللہ بن محمود اور دوسرے علماءِ شیراز سے آپ نے علم حاصل کیا، پھر عراق آئے اور واسط اور بغداد میں داخل ہوئے، بلادِ شرق اور بلادِ شام کا آپ نے گشت کیا، روم، ہند اور مصر کے شہروں میں بھی آپ داخل ہوئے اور وہاں کے علماء سے علم حاصل کیا اور سرکردہ فضلاء کے جمِ غفیر سے آپ ملے اور بہت سارا علم ان سے حاصل کیا، جس کو انہوں نے اپنی فہرست میں ذکر کیا، فنونِ علمیہ میں آپ نے کمال حاصل کیا اور خط اچھا کیا اور اپنے ہم عصروں پر فائق ہوگئے، حدیث پر آپ نے بہت زیادہ توجہ مرکوز رکھی اور حدیث و تفسیر میں وسعت حاصل کی، علم لغت میں بہت اچھی کوشش کی اور اعلیٰ درجہ کی مہارت حاصل کی، اپنے زمانہ اور بعد کے لوگوں سے فائق ہوئے، سفر میں بھی ان کے ساتھ کئی بوجھ کتابوں کے ہوا کرتے تھے اور ہر پڑاؤ کی جگہ ان کتابوں کو کھول کر دیکھا کرتے تھے، جب کوچ کرتے تو پھر رکھ لیا کرتے تھے، انہوں نے نفیس کتابیں بھی حاصل کیں، کوئی چیز باقی نہ رکھا کرتے تھے، جب غربت آتی تو کتاب فروخت کر دیتے، یمن کے زبید مقام پر ۸۱۷ھ میں نوے برس کے قریب عمر میں فوت ہوئے۔

علامہ کوثری کا واقعہ

شیخ امام زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ کو پانی میں ڈوبنے کا ایک حادثہ پیش آیا،

جس میں وہ قریب المرگ ہوگئے تھے، مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو زندگی عطاء فرمائی، اس غرقابی کے حادثہ میں ان کے بہت سے مخطوطے ضائع ہوئے، جن کو وہ نفاست کی وجہ سے سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے اور پھر زندگی بھر وہ اس پر حسرت ہی کرتے رہے۔

واقعہ یہ ہوا کہ ۱۳۳۶ھ میں وہ قسطمونی شہر میں تھے، انہوں نے واپس استنبول آنے کا ارادہ کیا، یہ سردیوں کا زمانہ تھا زیادہ برف کی وجہ سے خشکی کا سفر ممکن نہ تھا، تو وہ سمندری راستہ سے سوار ہوئے، جب اریلی کے ساحل پر پہنچے تو انہوں نے اپنے شہر دوزجہ کی ساحل اقتشہر کی طرف جانے کا ارادہ کیا تا کہ گھر والوں کی زیارت اور ملاقات کرلیں۔

جب وہ اقتشہر کے ساحل کے قریب ہوگئے تو دریا میں طغیانی آگئی اور کشتی الٹ گئی، انہوں نے اس الٹی ہوئی کشتی کو تھامے رکھا، ساحل پر جو بھی دو شخص تھے وہ سمندر میں کود گئے، ان کے پاس بڑے بڑے رسے تھے، انہوں نے کشتی کو ایک لمبی رسی کے ساتھ باندھا اور اس رسی کا ایک کونہ لے کر ساحل کی جانب چلے گئے تا کہ وہاں پر موجود لوگ رسی کو کھینچ کر ساحل کی طرف لے جائیں، ان کے رسی کھینچنے کے دوران موج زیادہ سخت ہوگئی اور کشتی ان لوگوں کے ہاتھ سے چھوٹ گئی، کشتی پھر درمیان میں آگئی، شیخ ان موجوں کے بھنور میں ڈوب گئے، پھر سمندر ذرا تھم گیا اور پانی میں غرق لوگوں کو بچا لیا گیا، شیخ سخت سردی اور موج کے تھپیڑوں کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے نڈھال ہو چکے تھے کہ ان کی پہچاننے کی صلاحیت ختم ہو چکی تھی وہ کسی کو پہچان نہ سکتے تھے، اور لوگ بھی ان کو مردوں میں شمار کر رہے تھے، لیکن بوڑھے شیخ نے کہا اس کے پاؤں کو ٹھوکر مارو اور اس کو اوندھا سر کے بل ڈال دو تا کہ اس کے پیٹ سے پانی نکل جائے اور اگر اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی ہو تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو زندہ کر دیں گے، بہت وقت گذر گیا شیخ اسی حالت پر تھے کہ اچانک ان میں

حرکت آگئی اور آہستہ آہستہ زندگی کے آثار نمودار ہونے لگے اور کئی دنوں کے بعد اپنے اصلی حالت کی طرف لوٹ آئے۔

اس غرقابی کے وقت ان کے پاس نفیس قسم کے مخطوطات تھے، ان میں بعض بعض چھ سو اور بعض سات سو ہجری کے مخطوطے تھے، یہ مخطوطے ذخائر کے چشمے تھے اور وہ ان کے ساتھ حریص تھے کہ جہاں جاتے ان کو ساتھ لے جاتے، ان مجموعات میں سے ایک مجموعہ رسائل کا تھا، جن میں ایک کتاب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مناقب پر تھی امام ابن حجر الہیثمی کی جو کہ غیر مطبوع تھی، معروف خوش نویس ابن عدیم کے خط سے لکھا ہوا ایک نسخہ عقیدۃ الطحاویہ کا بھی تھا، اس پر حاشیہ اور نوٹ بھی تھے، اس کے علاوہ بھی نفیس ذخائر تھے جو پانی کے ساتھ بہہ گئے اور شیخ زندگی بھر افسوس کرتے رہے۔

حصولِ علم کا عجیب وغریب شوق

ابوجعفر احمد بن یوسف البغدادی المصری الکاتب رحمہ اللہ (متوفی ۳۴۰ھ) نے اپنی کتاب ''المکافاۃ'' میں کہا ہے کہ مجھ کو شجاع بن اسلم الحاسب نے بیان کیا کہ میں نے سند بن علی کو کہا کہ مأمون کی مجلس تک تیری رسائی کا سبب کون بنا کہ تو اس کے ہم مجلسوں میں سے بن گیا، اس نے کہا کہ میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔

کہ میرے والد احکام النجوم کی صناعت سے کسبِ معاش کیا کرتے تھے ایسے لوگوں کے ساتھ جن کا بادشاہ کے ساتھ تعلق تھا یہ ان کے ساتھ محبت کیا کرتے تھے، میرے فارغ ہونے کے بعد کتاب اقلیدس پڑھنے کے ساتھ میرا دل کتاب المجسطی کے پڑھنے کی طرف مائل ہوگیا، مأمون کے زمانہ کاتبوں کے بازار میں ایک شخص معروف تھا اور وہ یہ کتاب لکھا کرتا تھا، مکمل لکھنے کے بعد وہ کتاب کو بیس دینار میں فروخت کر دیا کرتا تھا، میں نے اپنے والد سے اپنے لئے اس کتاب کے خریدنے کی

استدعاء کی، انہوں نے مجھ کو کہا کہ کچھ مہلت دے دو جیسا ہی کچھ آئے گا تو خرید دوں گا۔

میرا ایک بھائی تھا وہ علم کے بارے میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا تھا (میں جس طرح بڑھ رہا تھا) لیکن وہ والد کی خدمت اور ان پر مہربانی کیا کرتا تھا، میرے والد میری کتاب کے بارے میں آج کل ہی کرتے رہے، جب بات بہت لمبی ہوگئی تو میں ایک دن والد کے ساتھ ان کے گھوڑے پر بیٹھ گیا، اس غرض سے کہ جہاں کہیں اور جس کے پاس جائیں گے میں ان کا گھوڑا پکڑ لوں گا، میری عمر اس وقت سترہ برس کی تھی، میرے والد جس صاحب کے پاس گئے تو وہاں سے ایک لڑکا نکلا اور اس نے مجھ کو کہا کہ تم چلے جاؤ اس لئے کہ تمہارے والد ہمارے آقا سے اجازت لینے کے لئے کھڑے ہوگئے ہیں اور وہ نکلنے والے ہیں، میں وہ گھوڑا لے گیا اور اس کو اس کے زین اور لگام سمیت تیس دینار سے کم میں فروخت کر دیا، میں معروف کے پاس گیا، اور اس سے کتاب بیس دینار میں خرید لی، میرا ایک کمرہ تھا جس میں میں تنہا رہا کرتا تھا، میں اپنی والدہ کے پاس آیا اور ان کو کہا کہ میں نے تمہارا ایک نقصان کیا ہے اور پورا واقعہ بیان کر دیا، میں نے والدہ کو قسم دی کہ اگر میرے والد نے کتاب پڑھتے ہوئے مجھ کو غصہ کیا تو گھر چھوڑ کر دور چلا جاؤں گا، گھوڑے کی قیمت سے جو کچھ بچا تھا وہ میں نے ان کو واپس کر دیا، میں نے کہا کہ میں اپنے کمرے کا دروازہ بند کرتا ہوں اور میرے لئے ایک روٹی کافی ہے، وہ آپ میری طرف پھینک دیا کریں، جس طرح قیدی کی طرف کھانا پھینک دیا جاتا ہے، جب تک میں کتاب نہ پڑھ لوں، میری والدہ نے میرے والد کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کی ذمہ داری لے لی۔

میں گھر کے اندر داخل ہوگیا اور اندر سے دروازہ بند کر دیا، میرا بھائی والد صاحب کے پاس گیا اور ان کو واقعہ کی خبر دی، ان کا رنگ بدل گیا اور ان کی آواز میں گرج پیدا ہوگئی، میرے والد کو ان لوگوں نے جن کے ہاں میرے والد تھے کہا کہ تم

نے ہمارے دل کو اور جو لوگ یہاں موجود ہیں کے دلوں کو مشغول کر دیا، جو باتیں تم سے ظاہر ہوتی ہیں میرے حق کا پاس رکھتے ہوئے تم مجھ کو ضرور بتلاؤ گے کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے، میرے والد نے ان کو واقعہ بتایا تو اس شخص نے کہا کہ واللہ کہ تمہارے بیٹے کی اس عادت نے ہم کو خوش کر دیا ہے اس کے ساتھ ہر اچھائی کا وعدہ ہم سے کرو، پھر اپنے اصطبل سے ایک بہترین گھوڑا جو کہ میرے والد کے گھوڑے سے بہتر تھا اور زین جو کہ میرے والد کے زین سے بہتر تھی لایا اور میرے والد کو کہا کہ اس پر سوار ہو کر چلے جاؤ اور اپنے بیٹے کے ساتھ کوئی بات بھی نہ کرنا۔

سند کہتے ہیں کہ مجھ پر یہ تین سال اس طرح گزرے جیسے ایک دن ہوتا ہے، اس عرصہ میں میرے والد نے میرے چہرے کی صورت بھی نہیں دیکھی، میں نے خوب محنت کر کے کتاب ''المجسطی'' کو مکمل کر لیا، پھر میں گھر سے باہر نکلا اور مشکل شکلوں پر مجھ کو خوب دسترس حاصل ہو چکی تھی، میں نے کتاب کو اپنے تھیلے میں رکھا اور پوچھا کہ کیا مہندسین حساب دانوں کی کوئی ایسی جگہ ہے جہاں وہ اکٹھے ہوتے ہیں، تو مجھ کو کہا گیا کہ عباس بن سعدی الجوہری مأمون الرشید کے دوست کے گھر میں سب جمع ہوتے ہیں اور مجلس لگتی ہے وہاں ہیئت اور ہندسہ کے سرکردہ علماء جمع ہوتے ہیں، میں جب وہاں گیا تو تمام مشائخ وہاں جمع تھے، نوجوان میرے علاوہ کوئی دوسرا نہ تھا کہ میری عمر بیس سال تھی، عباس نے کہا تو کون ہے اور کیا دیکھتا ہے، میں نے کہا کہ ایک لڑکا علم ہیئت اور ہندسہ کا دلدادہ ہے، اس نے مجھ کو کہا تو نے کیا پڑھا ہے، میں نے کہا ''اقلیدس'' اور ''المجسطی'' اس نے کہا صحیح احاطہ کر کے پڑھی ہیں. میں نے کہا ہاں، انہوں نے مجھ سے کتاب ''المجسطی'' کا ایک مشکل مسئلہ پوچھ لیا، اس کی تفسیر ان اوراق میں تھی جو میرے تھیلے میں تھے، میں نے جواب دیا وہ بہت متعجب ہوئے، انہوں نے کہا یہ جواب تم کو کس نے سکھایا، میں نے کہا میں نے اپنی عقل سے جواب دیا ہے، مجھ کو کسی نے نہیں سکھایا ہے، یہ جواب اور اس کے علاوہ

بھی میرے پاس اوراق میں موجود ہیں، اس نے کہا لاؤ وہ جب انہوں نے کتاب دیکھی تو پریشان ہوگئے، ان کے سامنے جولڑکے تھے ان میں سے کسی کو انہوں نے کہا وہ ٹوکری لاؤ، جب وہ لائی گئی تو انہوں نے جب اس کے اوپر مہر کو دیکھا تو اس کو صحیح حال میں پایا، پھر اس کو کھولا اور اس سے ایک کاپی نکالی اور میرے اوراق کے ساتھ اس کا تقابل کرنے لگے تو ان کے کاپی کا کلام میرے اوراق سے بہتر ترتیب کے ساتھ تھا اور معنی ایک ہی تھا، انہوں نے کہا کہ میں کتاب ''المجسطی'' سے اس کو واضح کرنا چاہتا تھا، جب تم نے کتاب میرے سامنے رکھی تھی تو میں نے خیال کیا کہ شاید اوراق میری کتاب سے چوری کئے گئے ہیں، اب بات واضح ہوگئی ہے کہ الفاظ مختلف اور معنی ایک ہے، انہوں نے میرے لئے ایک خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا اور ایک سنہرا کمر بند مجھ کو پہنایا اسی رات وہ اس تمام کام سے فارغ ہوگئے اور مجھ کو مأمون کے پاس لے گئے اور مجھ کو اس کے ساتھ لازم رہنے کا حکم دیا اور میرے لئے مستقل رزق اور مہمانی کے سامان کے جاری کرنے کا فرمان صادر کر دیا۔

بدن کے کپڑے فروخت کر کے کتاب خریدنا

علامہ محدث ادیب، الشیخ محم راغب الصباخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشہباء'' میں حلب کے علامہ شیخ احمد الحجار رحمہ اللہ (ولادت ۱۱۹۰ھ وفات ۱۲۷۸ھ) کے احوال میں آیا ہے۔

کہ شیخ علامہ احمد بن قاسم الحجار علوی النسب تھے، حنفی فقیہ، اصولی، علم فرائض کے ماہر نحوی تھے، بہت بڑے حافظ تھے کہ انہوں نے کتاب ''جمع الجوامع'' بہت تھوڑے عرصہ میں حفظ کر لی تھی، علم نقل اور ریاضی کی مشکلات کو حل کرنے والے تھے، فلکیات اور طب میں بھی اچھی دسترس تھی، وہ اللہ کی نشانی تھے علم و ذہانت اور قوتِ حافظہ میں کتابوں کو جمع کرنے اور کتابوں کے انتخاب کے دلدادہ تھے۔

شیخ بکری الکاتب نے ان کی سوانح میں لکھا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کتابوں کو جمع کرنا پسند فرماتے، ان کے دونوں مکتبوں کی قیمت ان کے مرنے کے بعد چالیس ہزار تک پہنچی جب کہ وہ نہایت کم قیمت پر فروخت کیے گئے تھے، کتابیں جمع کرنے کا ان کو اتنا شوق تھا اور اتنی محبت تھی کہ ہم نے سنا کہ ایک مرتبہ انہوں نے دیکھا کہ ایک کتاب فروخت ہو رہی ہے اور ان کے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے، انہوں نے جو کپڑے پہنے تھے ان میں سے کچھ فروخت کر کے اس قیمت پر اسی وقت کتاب خریدی۔

چادر فروخت کر کے کتابیں خریدیں

شیخ عبدالفتاح کہتے ہیں کہ میں اپنے زمانہ طالبِ علمی میں نہایت غریب تھا جیسا کہ اکثر طالب علم ہوتے ہیں، میں اپنے اس تنگ گزران والے نفقہ سے کچھ بچا کر اپنی ضرورت کی کتاب خریدتا، یا نقد خریدتا اور یا دینِ مؤجل پر جیسے ممکن ہوتا، ایک دن میرے سامنے کچھ نادر قسم کی کتابیں آئیں جو کہ میرے لئے انتہائی اہمیت کی حامل تھیں، مجھ کو ان کے خریدنے کی شدید خواہش تھی، لیکن میں سخت بھوک و افلاس کی حالت میں تھا اور میرے پاس ان کے خریدنے کی کوئی سبیل نہ تھی، میرے دل کا قلق اور اضطراب مجھ کو اس کے خریدنے کے لئے پریشان کر رہا تھا، میں نے اپنی اون والی چادر جو مجھ کو میرے والد رحمہ اللہ سے میراث میں ملی تھی، فروخت کر دی اور یہ کتابیں خرید لیں اور اپنے دل کو مطمئن کر لیا، ان کتابوں کو لینے سے مجھ کو اتنی خوشی ہوئی کہ چادر جانے کا غم بھول گیا۔

میں کبھی کبھی کسی کتاب کے بارے میں اللہ کے لئے نذر مانتا کہ اگر فلاں کتاب اللہ نے مجھ کو عطا کر دی تو میں اتنی رکعت نفل ادا کروں گا، اس ضمن میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جو کہ مندرجہ ہے۔

ایک کتاب کے لئے اتنی محنت

جب میں اپنے طالب علمی کے دوران جامعہ ازہر کے کلیۃ الشریعہ میں تھا تو مجھ کو میرے شیخ علامہ امام شیخ زاہد الکوثری نے میرے کتابوں کے جمع کرنے کے التزام کے دوران ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "فتح باب العنایہ بشرح کتاب النقایہ" کے خریدنے کی وصیت کی اور مجھ کو بار بار کثرت کے ساتھ اس پر ابھارا اور اس کے خریدنے کی بہت تاکید کی، جب کہ میرا نادر کتب کے حصول کی ہوس کا ان کو علم تھا میرا خیال تھا کہ ہندوستان میں یہ کتاب طبع ہو چکی ہے، اپنے قاہرہ کے چھ سال تکمیل کے دورانیہ میں بار بار اس کتاب کے بارے میں پوچھتا رہا اور مکتبہ اس کے لئے چھانٹتا رہا مگر مجھ کو کوئی کامیابی نہ ہوئی اور اس کتاب کی کوئی خبر معلوم نہ ہو سکی۔

جب میں اپنے شہر حلب واپس آیا تو میں برابر جس شہر میں بھی جاتا اس کے ہر مکتبے سے اس کتاب کی تلاش کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑتا، یہ سادات احناف کی کتاب ہے اور ہند میں طبع ہو چکی ہے تو میں کتب فروشوں سے ہند کے فقہ حنفی کی مطبوعات کے بارے میں پوچھتا شاید اس وجہ سے مجھ کو کچھ کامیابی حاصل ہو جائے، جب کہ ان لوگوں کو اس کا نام بھی نہیں آتا تھا، دمشق میں قدیم اور نفیس کتابوں کے جاننے والے کچھ لوگ تھے، ان کے پاس قدیم اور نفیس کتابوں کے بہت نسخے تھے، لیکن ان کے فروخت کرنے میں وہ متشدد اور غالی تھے، انہی میں سے شیخ سیّد عزت القصیبائی اور ان کے والد شیخ حمدی السفرجیلانی اور سیّد احمد عبید بھی تھے۔

میں نے سیّد عزت القصیبائی سے کتاب "فتح باب العنایہ" کے بارے میں پوچھا کہ یہ ہند میں طبع ہو چکی ہے، انہوں نے کہا ہاں یہ میرے پاس ہے اور امام عینی کی "البنایہ شرح الہدایہ" چھ مجلدات میں جو ۱۲۹۳ھ میں طبع ہوئی تھی نکال کر لائے،

یہ بھی ان عمدہ اور نفیس کتابوں میں تھی جن کی مجھ کو تلاش تھی، میں نے یہ ان سے خرید لی اور یہ زیادہ مہنگی بھی نہیں تھی اور یہ میری مطلوبہ کتاب کے علاوہ تھی۔

پھر میں نے شیخ حمدی السفر جیلانی سے پوچھا اس کتاب کے بارے میں، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کتاب روس کے شہر قزان میں چھپی ہے، اور یہ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ کبریت احمر سے بھی نادر الوجود ہے اور یہ کہ زندگی بھر کتابوں کا کاروبار کرنے کے باوجود ان کی نظر سے صرف ایک ہی نسخہ گزرا ہے، جو انہوں نے علامہ کوثری پر اتنی زیادہ قیمت میں فروخت کر دیا تھا جو کہ غیر معقول تھی، اس وقت مجھ کو صحیح علم ہوا کہ کتاب کہاں چھپی ہے، لیکن میری طلب آرزو کمزور پڑ چکی تھی۔

جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ۱۳۷۶ھ میں مجھے حج کی سعادت کے لئے فرصت عنایت فرمائی اور میں مکۃ المکرمہ گیا تو میں تے وہاں کے مکتبوں میں پوچھنا شروع کیا کہ ممکن ہے ان شہروں سے ہجرت کرنے والوں میں سے کسی کے پاس مل جائے، لیکن مجھ کو کامیابی نہ ہو سکی۔

پھر اللہ کی کرم نوازی مجھ کو شیخ مصطفی بن محمد الشنقیطی سلمہ اللہ جو ایک معمولی سے بازار میں پرانی کتابیں فروخت کیا کرتے تھے، کے پاس لے گئی، ان سے میں نے بعض کتب خریدیں اور اپنی ناامیدی کا تذکرہ ان کے سامنے کر دیا تو انہوں نے کہا کہ چند ہفتے قبل کتاب میرے پاس تھی، میں نے علماء بخاری کے مکتبے سے پرانی کتابوں میں خریدی تھی، علماء تاشقند کے ایک بخاری عالم پر میں نے بہت مناسب داموں فروخت کر دی تھی، میں ان کی بات کی تصدیق کے لئے تیار نہ تھا، یہاں تک کہ انہوں نے کتاب کے وہ اوصاف بیان کئے جو واقعی اس کی پہچان کا پتہ دے رہے تھے اور یہی وہ کتاب تھی جس کے لئے میں زمانہ بھر سے ٹھوکریں کھا رہا تھا اور یہی میری محبوب کتاب تھی۔

میں نے ان کو کہا کہ وہ تاشقندی عالم کون ہیں جنہوں نے یہ کتاب خریدی

ہے، انہوں نے ان کا تذکرہ کیا اور ان کا نام شیخ عنایت اللہ تاشقندی بتایا، میں نے کہا وہ کہاں رہتے ہیں، کہاں کام کرتے ہیں اور ملاقات کیسے ہوسکتی ہے، انہوں نے کہا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں میں نے کہا کہ میں ان کے بارے میں کیا پوچھوں تو انہوں نے کہا کہ مجھ کو اس کا بھی علم نہیں، اس وقت میری ناامیدی میں اور اضافہ ہوگیا۔

اس کے بعد میں نے ہر بخاری سے جو مسجد حرام یا بیت اللہ شریف میں مجھ کو ملتا شیخ عنایت اللہ کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا اور ان مدارس اور سراؤں میں میں نے جانا شروع کر دیا جہاں کے بارے میں پتہ چلتا کہ کوئی بخاری رہتا ہے، اس شیخ بخاری کے بارے میں پوچھنے کے لئے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ سے باہر دیہاتوں اور محلوں میں مجھ کو جانا پڑا لیکن میری مطلوب سے دوری ہی ہوتی گئی اور مکہ مکرمہ میں کتنے ہی بخاری تھے جن کا نام عنایت اللہ تھا۔

میرے مسلسل پوچھنے نے مجھ کو شیخ عبدالقادر تاشقندی بکاری گھڑی ساز کے پاس جرول محلہ میں پہنچا دیا، ان سے جب میں نے شیخ تاشقندی کے بارے میں پوچھا تو وہ ان کو پہچانتے تھے، انہوں نے بتایا کہ ان کا نام میر عنایت اللہ تاشقندی ہے، لیکن ان کی ملاقات کی جگہ اور ٹھکانے کا مجھ کو علم نہیں، اس وقت اس شیخ جن کے پاس ''فتح باب العنایہ'' تھی کے ملنے کی ناامیدی مجھ پر غالب آ گئی، میں دورانِ طواف اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے سوال کر رہا تھا کہ اے اللہ! اس انسان کی طرف میری راہنمائی فرما دے اور کتاب کا حصول میرے لئے آسان فرما دے، میں ہفتہ بھر یہ دعا کرتا رہا اور اللہ ہی میرے دل کی بے قراری کو جانتے تھے۔

ایک دن مسجدِ حرام کے توسیع سے پہلے کے باب زیادہ کے بازار میں جا رہا تھا ایک پرانے دمشقی تاجرِ کتب نے جن کو ابوعرب کہا جاتا تھا نے مجھ کو دیکھ لیا، اس کا ایک تجارتی مرکز تھا اس نے جب مجھ کو شامی وضع قطع والا دیکھا تو مجھ کو بلایا اور مجھ

سے دمشق کے حال احوال پوچھنے لگا، تو میں نے اپنی شدید خواہش کے مطابق ان سے شیخ بخاری کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا کہ یہ میرے پاس والا دوکاندار ان کا داماد ہے، یہ ان کے بارے میں خوب جانتے ہیں اللہ کی قسم میں شدتِ فرحت کی وجہ سے ان کی تصدیق نہیں کرسکتا تھا۔

میں جب ان کے داماد کے پاس گیا اور شیخ کے بارے میں پوچھا تو وہ حیران ہوگیا اور کہنے لگا کہ تمہارا ان کے بارے میں پوچھنے اور ملاقات کا کیا داعیہ ہے، یہاں تک کہ ایک ہفتہ سے زیادہ مجھ کو اس نے اسی بحث میں چکر لگوائے، اللہ اس کو جزائے خیر دے اس کے بعد اس نے میری ان کی طرف راہنمائی کر دی، ان کے مسفلہ کا گھر انہوں نے مجھ کو بتلا دیا کہ قہوہ السقفید کے پاس ہے، میں ان کے پاس کئی مرتبہ دن اور رات میں گیا یہاں تک کہ ان کے ساتھ میری ملاقات ہوگئی، انہوں نے وہ کتاب مجھ کو اپنی پسند کی قیمت پر دی، میری زندگی کی خوشیوں میں سے یہ سب سے بڑی خوشی تھی۔

تھیلے میں کتابیں تھیں

ابن الجوزی نے کہا ہے کہ احمد بن محمد بن یاسین کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن منیع بن عبدالرحمٰن البغوی البغدادی سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے اپنے دادا کو کہتے ہوئے سنا کہ احمد بن حنبل کا کوفہ سے آتے ہوئے مجھ پر گذر ہوا، ان کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا جس کا منہ رسی سے بندھا ہوا تھا اس میں کتابیں تھیں، میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ کبھی بصرہ اور کبھی کوفہ۔

جب آدمی تیس ہزار احادیث لکھ لے تو یہ اس کے لئے کافی نہیں ہوتیں؟ وہ خاموش ہوگئے، پھر میں نے کہا ساٹھ ہزار وہ پھر خاموش ہوگئے، میں نے پھر کہا ایک لاکھ اس پر فرمانے لگے کہ وہ تھوڑی سی معرفتِ علم حاصل کر لیتا ہے، احمد بن منیع کہتے

ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے تین لاکھ احادیث لکھیں، بہز بن اسد، عفان بن مسلم اور روح بن عبادہ سے۔

محمد بن اسماعیل بخاری امیر المومنین فی الحدیث کیوں کر بنے؟

حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں امام بخاری محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ (ولادت ۱۹۴ھ وفات ۲۵۶ھ) امیر المومنین فی الحدیث، تاقیامت تمام لوگوں پر صاحب فضیلت کی سوانح میں لکھا ہے، کہ جہاں تک آپ کے لئے ممکن تھا آپ نے وہاں کے شیوخِ حدیث کی طرف سفر کیا اور جن شہروں تک آپ جاسکتے تھے وہاں تک آپ طلبِ حدیث کے لئے گئے، ایک ہزار سے زیادہ شیوخ سے آپ نے کتابت حدیث کی ہے، امام فربری نے کہا ہے کہ مجھ سمیت امام بخاری سے، صحیح بخاری کی سماعت ستر ہزار افراد نے کی اور میرے علاوہ اب ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں۔

پھر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ جب رات کو نیند سے بیدار ہو جاتے تو چراغ جلا لیا کرتے تھے اور حدیث کا جو فائدہ ان کے دل میں آیا ہوا ہوتا اس کو لکھ لیتے، پھر چراغ بجھا لیا کرتے، پھر دوسری مرتبہ ایسا ہی کرتے اسی طرح تقریباً بیس مرتبہ کرتے۔

خزانوں کو کتابوں سے تعمیر کریں

علماء کے زندگی کے اس گوشہ کے ذکر کرنے میں مالدار طلبہ کے لئے ایک بھرپور نمونہ ہے اور اس میں ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے جاذبیت کا عنصر ہے کہ اپنے نفس کو زیادہ علم کے ساتھ مزین کرنے کے لئے وہ سخاوت اور فیاضی سے مال خرچ کریں اور اپنے خزانوں کو کتابوں سے تعمیر کریں، اس لئے کہ نفس انسانی اچھی خبر سننے سے اچھا ہوتا ہے اور مرغوب و پسندیدہ خبر کے سننے سے نفسِ انسانی میں انبساط اور

طرب پیدا ہوتا ہے، جب کہ اس کا وقوع نابغۂ روزگار فضلاء سے سنے جیسا کہ ہمارے علماء سلف رحمہم اللہ تھے۔

اور جس شخص پر مطلوب کی عظمت ظاہر ہو جائے وہ اس کے حصول کے لئے ہر مرغوب کو خرچ کرتا ہے، امام ابن ہشام النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے علم کے لئے تکلیف برداشت کی وہ اس کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، جو حسیناؤں کو پیغامِ نکاح دیتا ہے وہ خرچ برداشت کرتا ہے۔

امام فقیہ ابن حزم الظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پاس موجودہ اشیاء میں علم کو سب سے زیادہ قدر و منزلت والا نہ سمجھے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس پر مٹی ڈال دی جائے۔

ایک کتاب کے لئے گھر فروخت کرنا

حافظ ابن رجب کی کتاب ''ذیل طبقات الحنابلہ'' میں امام نحوی، لغوی، مفسر، مقری، محدث ادیب، ابو محمد عبداللہ بن احمد بن الخشاب رحمہ اللہ الحنبلی البغدادی (ولادت ۴۹۲ھ وفات ۵۶۷ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

ابن النجار نے کہا کہ کوئی بھی اہل علم اور اصحابِ حدیث میں سے فوت نہیں ہوا مگر اس نے ان کی تمام کتابیں خریدیں، میں نے اصول المشائخ ان کے ہاں سے حاصل کی، ان کا تھیلا علم کی کتابوں سے خالی نہ ہوتا تھا۔

ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک دن ایک کتاب پانچ سو درہم میں خریدی، لیکن ان کے پاس کوئی چیز نہ تھی، انہوں نے اس سے تین دن کی مہلت طلب کی پھر پانچ سو درہم میں اپنا گھر اس کتاب فروش پر فروخت کر دیا، جب وہ بیمار ہو گئے تو کتابوں کے وقف پر انہوں نے گواہ بنائے، ان میں اکثر کتابیں متفرق ہو کر بازار میں فروخت کر دی گئیں، تمام کتابوں کا ایک عشر باقی بچا جو انہوں

نے رباطِ مأمونیہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔

مرنے کے بعد بھی کتابوں سے مشغولیت

ذہبی کی ’’سیر اعلام النبلاء‘‘ اور ’’تذکرۃ الحفاظ‘‘ میں اور حافظ ابن رجب کی ’’ذیل طبقات الحنابلۃ‘‘ اور یاقوت الحموی کی ’’معجم الادباء‘‘ میں ابوالعلاء الحسن بن احمد بن سہل العطار، قاری محدث حافظ، فقیہ الحنبلی، ادیب لغوی، مؤرخ، نساب، رجال، زاہد، شیخ ہمذان رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۴۸۸ھ وفات ۵۶۹ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

آپ ہمذان میں پیدا ہوئے وہاں کے کبار شیوخ سے علم حاصل کیا، پھر چار مرتبہ بغداد کا سفر کیا وہاں علماء کی بڑی تعداد سے سماع کیا، پھر ہمذان واپس آئے وہاں ایک کتب خانہ اور ایک کتابوں کا مخزن قائم کیا اور اپنی تمام کتابیں اس میں وقف کر دیں آپ نے بہت اصول اور معتبر خطوط کے نادر اور بڑی کتابیں حاصل کیں، آپ اپنے اہلِ زمانہ پر کثرت سماع اور اپنے سماع سے اخذِ اصول اور اچھی کتابت اور لکھے ہوئے پر اتفاق میں فائق تھے، اس لئے کہ آپ نے جو کچھ لکھا وہ معرب اور بانقط ہوتا تھا۔

مال کی محبت سے آپ عفیف تھے، مال آپ کی نظر میں بے وقعت چیز تھی، آپ خاندانی تاجر تھے، لیکن میراث میں جو کچھ ملا وہ فروخت کر کے علم پر صرف کر دیا آپ نے پیدل بہت سفر کئے، یہاں تک کہ کئی مرتبہ آپ نے بغداد اور اصفہان کا سفر پیدل کیا، اپنی کتابیں اپنی پیٹھ پر اٹھاتے، آپ کو پیدل چلنے میں عجیب قوت دی گئی تھی، ایک دن میں آپ تیس تیس فرسخ چل لیا کرتے تھے، ہر علم میں سے آپ نے وافر حصہ پایا تھا، فرماتے تھے کہ میں بغداد کی مساجد میں رات گذارتا اور روٹی کے بچے کچے ٹکڑے کھایا کرتا تھا۔

امام طلحہ بن مظفر العلثی کہتے ہیں کہ بغداد میں ابن الجوالیقی کی کتابیں فروخت

ہو رہی تھیں، حافظ ابو العلاء الہمذنی بھی وہاں تشریف لے آئے، کتابوں کی ایک قطعہ پر ساٹھ دینار کی بولی لگی انہوں نے وہ لے لیں اور دوسری جمعرات تک رقم ادا کرنے کے لئے مہلت طلب کی، حافظ وہاں سے نکل کر ہمذان کے راستہ پر ہو لئے، وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنے گھر کی بولی لگائی، جب ساٹھ دینار تک بولی پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ دے دو، لوگوں نے کہا یہ ساٹھ سے زیادہ میں فروخت ہوسکتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اسی میں دے دو آپ نے ساٹھ دینار لئے اور واپس بغداد آگئے اور وہ رقم ادا کردی، آپ کی حالت کا ایک مدت تک کسی کو علم نہ ہوسکا۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ کو فوت ہونے کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ آپ ایک ایسے شہر میں ہیں جس کی دیواریں کتابوں کی ہیں اور آپ کے اردگرد بھی بے حد وحساب کتابیں ہیں اور آپ مطالعہ میں مشغول ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ یہ کتابیں کیسی ہیں فرمایا کہ میں نے اللہ سے سوال کیا تھا کہ جس چیز کے ساتھ میں دنیا میں مشغول تھا یہاں بھی مجھ کو وہی مشغولیت نصیب فرما، تو اللہ نے مجھ کو وہی مشغولیت نصیب فرمادی۔

ان کی طرف علماء نے مشرق ومغرب سے سفر کیا آپ کے فضائل اور علوم کثیرہ کی شہرت آفاق میں ہوئی۔

"سورج کا چلنا ہر وطن میں ہوا اور ہوا مشرق ومغرب میں اڑی۔"

مغربِ اقصیٰ سے ایک شخص نے ان کی طرف سفر کیا اور ایک وقیع قصیدے میں ان کی مدح کی اور سفر میں ان کو جو مصائب وشدائد پیش آئے وہ بیان کئے اور یہ کہ ان کی طرف آنے میں ان کو ایک سال پیدل چلنا پڑا۔

سَعَى اِلَيْكَ عَلَى قُرْبٍ وَمِنْ بُعْدٍ
مَنْ كَانَ ذَا رَغْبَةٍ فِي الْعِلْمِ وَالسَّنَدِ

ترجمہ: ”آپ کی طرف دور اور نزدیک سے ہر اس شخص نے سفر کیا جس کو علم اور سند میں رغبت تھی۔“

؎ حَتّٰی اَنَاخَ بِمَغْنَاكَ الْكَرِيْمِ وَقَدْ
كَلَّتْ رِكَائِبُهُ فِي الْغَيْطِ وَالسَّنَدِ

ترجمہ: ”یہاں تک انہوں نے آپ کی قدر و منزلت والی رہائش گاہ میں اپنی سواریاں بٹھا دیں جب کہ سواریاں وسیع زمین اور پہاڑوں پر چلنے کی وجہ سے تھک چکی تھیں۔“

؎ وَمَا اَنَاخَ بِمَغْنَی غَيْرِكُمْ اَحَدٌ
”اِلَّا وَنُوْدِيَ مَا بِالرَّبْعِ مِنْ اَحَدِ“

ترجمہ: ”تمہاری منزل کے علاوہ جس نے بھی کہیں پڑاو ڈالا تو اس کو یہی آواز آئی کہ روئے زمین پر اور کوئی موجود نہیں۔“

وَقَدْ قَصَدْتُكَ مِنْ اَقْصَی الْمَغَارِبِ
”مَا اَبْغِي سِوَاكَ لَوْ حَيّ الْوَاحِدَ الصَّمَدِ“

ترجمہ: ”میں نے اقصیٰ مغرب سے تمہارا ارادہ کیا، میں اللہ واحد صمد کی وحی کے علم کے لئے آپ کے علاوہ کسی کو نہیں چاہتا۔“

؎ وَمَا اَمْتَطِيْتُ سِوَی رِجْلِيْ رَاحِلَةً
وَقَدْ غَنِيْتُ عَنِ الْعِيْرَانَةِ الْاَجُدِ

ترجمہ: ”میں سوائے اپنے پاؤں کے سفر میں کسی چیز پر سوار نہیں ہوا اور میں قوی اونٹنی سے بے پرواہ تھا۔“

؎ وَهٰذِهٖ رِحْلَةٌ بِكْرٍ كَشَفْتُ لَهَا
عَنْ سَاقٍ ذِي عَزَمَاتٍ غَيْرِ مُتَّئِدِ

ترجمہ: ”یہ اپنی نوعیت کا پہلا سفر ہے جس کے لئے میں نے اپنی عزم

والی ٹانگ اٹھائی بغیر رسی کے ساتھ باندھے۔“

”عِنَايَةٌ لَمْ تَكُنْ قَبْلِي لِذِي طَلَبٍ
وَحَظْوَةٌ لَمْ تَكُنْ فِي غَابِرِ الْأَبَدِ“

ترجمہ: ”ایسی عنایت کہ مجھ سے پہلے کسی طالب کے حصہ میں نہیں آئی اور ایسا حصہ ہے جو باقی ماندہ میں بھی کبھی نہ ہوگا۔“

”هَلْ كَانَ قَبْلَكَ جِبْرَامَهُ رَجُلٌ
وَسَارَ مُدَّةَ حَوْلٍ سَيْرَ مُجْتَهِدٍ“

ترجمہ: ”کیا آپ سے پہلے کوئی ایسا عالم ہوا ہے، جس کا کسی شخص نے قصد کیا ہو اور ایک سال مشقت والا سفر کیا ہو۔“

”أَبَا الْعَلَاءِ لَدَيْكَ الْكُلُّ إِنَّكَ فِي
أَقْصَى الْعِرَاقِ مُقِيمٌ مِنْهُ فِي بَلَدِ“

ترجمہ: ”اے ابوالعلاء تیرے پاس سب کچھ ہے تو اقصیٰ عراق کے ایک شہر میں مقیم ہے۔“

”وَقَدْ فَشَالَكَ ذِكْرُ فِي الْبِلَادِ كَمَا
فَاحَتْ أَزَاهِرُ رَوْضٍ لِلْغَمَامِ نَدِي“

ترجمہ: ”اور تیرا تذکرہ تمام ممالک میں اس طرح پھیلا ہے جیسے باغ کے پھولوں کی خوشبو اور بادلوں کی نمی۔“

میں نے علم کی کتابیں خرید لیں

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ ”لفتۃ الکبد فی نصیحۃ الولد“ میں اپنے صاحبزادے کو اپنے پلنے اور ابتدائی حالات کے بارے میں فرمایا۔

میرے بیٹے جان لو، کہ میرا والد بہت مالدار تھا وہ ہزاروں کے حساب سے سال

چھوڑ کر گئے تھے، جب میں بالغ ہوا تو لوگوں نے مجھ کو بیس دینار اور دو گھر دیئے کہ یہ تیرے والد کا ترکہ ہے، میں نے بیس دینار پر علم کی کتابیں خرید لیں اور دونوں گھروں کو فروخت کر کے اس رقم کو طلب علم پر خرچ کر دیا، میرے پاس اس مال میں سے کچھ نہیں بچا، تیرا والد کبھی طالب علموں میں ذلیل نہیں ہوا اور نہ کبھی واعظوں کی طرح شہروں میں چکر لگانے کے لئے نکلا اور نہ کبھی کسی سے کچھ طلب کرنے کے لئے رقعہ بھیجا، تمام امور صحیح طریقہ سے برابر چل رہے ہیں۔

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ﴾[1]

اے میرے بیٹے طلب دنیا اور اہلِ دنیا کے سامنے ذلیل ہونے سے اپنے آپ کو بچاؤ اپنی عزت و آبرو کو بچاؤ قناعت اختیار کرو، عزت پاؤ گے۔ جو شخص روٹی اور لوبیا پر قناعت کر سکتا ہو اس کو کوئی غلام نہیں بنا سکتا، میں کبھی کبھی اس حال میں صبح و شام کرتا کہ میرے پاس کھانے کو کوئی چیز نہ ہوتی تھی، مجھ کو اللہ نے کبھی کسی مخلوق کے سامنے ذلیل نہیں کیا، میری آبرو کی حفاظت کے لئے میرا رزق میری طرف چلا آتا تھا، اگر میں اپنے احوال کی وضاحت کروں تو شرح طویل ہو جائے گی اور اب جو میری حالت ہے وہ تمہارے سامنے ہے تم دیکھ رہے ہو۔

حافظ ابوالقاسم بن عساکر الدمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عجیب حالت

آپ اپنے وقت کے امام حافظ محدث تھے، ان کی ولادت ۴۹۹ھ دمشق میں ہوئی اور ۵۷۱ھ میں وہیں فوت ہوئے۔

ابن النجار نے کہا کہ میں نے اپنے شیخ عبدالوہاب بن الامین کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک دن میں اور حافظ ابوالقاسم بن عساکر اور ابوسعد بن السمعانی کے ساتھ طلبِ

[1] سورۃ طلاق: ۲، ۳

حدیث اور لقاءِ شیوخ کے لئے جا رہے تھے۔ ہم کو ایک شیخ مل گئے، تو ابن السمعان نے ان کو کھڑا کر لیا تا کہ ان سے کچھ پڑھ لیں اور اپنے تھیلے میں اپنی سماع کی کتاب تلاش کرنے لگے نہ ملنے کی وجہ سے ان کا سینہ تنگ ہو رہا تھا، ابن عساکر نے کہا کہ وہ جزء جس کی تم سماع کرنا چاہتے ہو وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابن ابی داؤد کی ''البعث والنشور'' جس کی سماع انہوں نے ابونصر الزینی سے کی تھی، انہوں نے ان کو کہا کہ پریشان نہ ہو اور زبانی ان کو پوری کتاب یا اس کا بعض حصہ سنا دیا، ابن النجار کہتے ہیں کہ شک میرے شیخ کو ہوا۔

شیخ محی الدین النووی نے کہا کہ انہی کا لکھا ہوا میں نے نقل کیا کہ وہ حافظِ شام، بلکہ حافظِ الدنیا، امامِ مطلق، ثقہ اور ثبت تھے۔

ان کے صاحبزادے حافظ ابومحمد القاسم نے نقل کیا ہے کہ میرے والد نے بہت سی ایسی کتابوں کا سماع بھی کیا کہ اس کا ایک نسخہ بھی انہوں نے حاصل نہیں کیا، حافظ ابوعلی الوزیر کے نسخہ پر اعتماد کرتے ہوئے اس لئے کہ جو نسخہ ابن الوزیر حاصل کر لیتے میرے والد وہ حاصل نہ کرے اور جو میرے والد حاصل کر لیتے وہ ابن الوزیر حاصل نہ کرتے۔

ایک رات چاند کی روشنی میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے میں نے ان کو سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے کئی سفر کئے لیکن یہ سفر نہ کرنے کے برابر تھے اور میں نے علم حاصل کیا لیکن نہ کرنے کے برابر ہے، میرا خیال تھا کہ میرا ساتھی ابن الوزیر وہ کتب جن کی میں نے سماع کی مثلاً صحیح بخاری اور مسلم اور بیہقی کی کتب اور اجزاء عوالی لے آئیں گے میں مروان کی رہائش گاہ پر گیا اور وہیں مقیم ہو گیا، پھر مجھے اپنے ایک دوسرے ساتھ جن کو یوسف بن فارو الجیانی کہا جاتا تھا کا انتظار تھا، پھر ابوالحسن المرادی کا انتظار رہا، انہوں نے مجھ کو کہا کہ میں کئی مرتبہ دمشق گیا اور پھر اپنے ملک اندلس آ گیا، لیکن ان میں کوئی بھی دمشق نہ آیا، اس لئے اب مجھ کو تیسرا

مرحلہ طے کرنا پڑے گا اور مجھ کو بڑی کتب اور اہم اجزاء اور عوالی حاصل کرنا پڑیں گی۔

کچھ دن گزرے تھے کہ ان کے رفقاء میں سے ایک شخص آئے کسی نے کہا کہ یہ ابوالحسن المرادی ہیں، میرے والد نیچے اتر آئے ان کو اپنے گھر لائے ان کو وہاں ٹھہرایا، وہ ہمارے لئے چار بڑے بڑے ٹوکرے کتابوں کے بھرے ہوئے لائے، جن میں میرے والد کی مسموعات تھیں، میرے والد اس پر بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا، اللہ نے ان کی مسموعات بغیر مشکل کے ان کو عطا کر دیں، وہ ان مسموعات کی طرف متوجہ ہوگئے ان کا لکھنا اور لکھوانا شروع کیا، یہاں تک کہ اپنا مقصود حاصل کر لیا اور جب بھی وہ کسی جز کی طرف متوجہ ہوتے تو ایسا لگتا جیسے ان کو دنیا و مافیہا کی حکومت حاصل ہوگئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

کتاب کے ساتھ ایک شاندار فعل

قفطی کی ''ابناء الرواۃ علی ابناء النحاۃ'' میں ابن الکوفی علی بن محمد بن الزبیر الاسدی النحوی اللغوی الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۲۵۴ھ وفات ۳۴۸ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ وہ عالم صحیح الخط روایت کرنے والے کتابوں کو جمع کرنے والے صادق الروایہ گہری بحث کرنے والے، ابوالعباس ثعلب کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ ان کے والد کوفہ کے مالدار لوگوں میں سے تھے، ان کا یہ بیٹا ابتدا سے علم میں مشغول ہوگیا، جب ان کے والد فوت ہوئے تو پچاس ہزار دینار سے زیادہ چھوڑ کر گئے، انہوں نے وہ تمام طلبِ علم اور کتب کی خریداری، کتابوں کے لکھنے لکھانے پر صرف کئے، اس مال سے ایک اچھا خاصا حصہ انہوں نے محتاج طالب علموں پر خرچ کیا، ان کا گھر فقراء طلبہ میں گھرا رہتا تھا اور یہ فراوانی سے ان پر خرچ کرتے۔

ان کی کتابیں انتہائی شاندار اور صاف ستھری ہیں، کچھ اس زمانہ میں موجود ہیں، جب ان کو دیکھا جاتا ہے تو وہ ان کے بیداری، بحث اور رغبت پر دلالت کرتی ہیں، انہوں نے ہر فن کی کتاب کے لئے کتب خانہ میں جگہ مخصوص کی تھی۔ اور ہر کتاب کی ابتدا میں علامت لکھی ہوتی ہے کہ بوقت ضرورت اس کو لیا جائے اور ضرورت ختم ہو جانے کے بعد اس کو اسی جگہ کی طرف لوٹا دیا جائے، اللہ ان پر رحمت فرمائے یہ ان کا کتنا شاندار فعل ہے۔

فوائدِ علم کی تلاش نے ان کو تصنیف کا موقعہ نہیں دیا، ان کی ایک ہی تصنیف "معانی الشعر واختلاف العلماء فی ذلك" دیکھی گئی ہے۔

کتابیں نہ ملنے کی وجہ سے زمین فروخت کر کے سفر کرنا

تاج السبکی کی "طبقات الشافعية الكبرىٰ" میں فقیہ حافظ محدث امام ابو محمد عبدان بن محمد بن عیسیٰ المروزی رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا زہد اور حافظہ ضرب المثل تھا (ولادت ۲۲۰ھ وفات ۲۹۳ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

ابو سعد بن السمعانی نے کہا کہ "عبدان" وہ شخص ہیں جنہوں نے "مرو" میں احمد بن سیار کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کو اجاگر کیا، احمد بن سیار نے ربیع مرادی سے مصرف سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں مرو لے کر گئے اور لوگوں کو تعجب میں مبتلا کیا، ان میں سے بعض نے عبدان کی کتب دیکھیں وہ ان کو لکھنا چاہتے تھے لیکن احمد بن سیار نے ان کو اس سے منع کر دیا تو انہوں نے مرو کی بستی "جنوجرد" میں اپنی زمین فروخت کی اور مصر چلے گئے وہاں وہ ربیع اور دیگر اصحابِ شوافع سے ملے اور ان کی کتابوں کو انہوں نے نقل کیا، فقہاء اور مشائخ میں ایسے لوگوں سے ملے جن سے دوسرے نہ مل سکے اور ان سے کتابیں نقل کیں، پھر شام اور عراق کی طرف سفر کیا اہل مصر سے انہوں نے کتابیں لکھیں اور مرو واپس آ گئے۔

احمد بن سیار ان کو سلام کرنے اور مبارکباد دینے کے لئے آئے اور ان کو کتابیں نہ دینے پر معذرت بھی کرنے لگے، تو عبدان نے ان کو کہا کہ معذرت نہ کریں بلکہ آپ نے تو مجھ پر اس بارے میں احسان کیا، اگر آپ مجھ کو کتابیں دے دیتے تو میں انہی پر اکتفا کر لیتا پھر میں مصر نہ جا سکتا اور اصحابِ امام شافعی سے نہ مل سکتا اس پر احمد بن سیار خوش ہوگئے۔

انبیاء کی وراثت حاصل کرنے کی خاطر

اور یہ امام الائمہ علم الجرح والتعدیل کے امام "یحییٰ بن معین" البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ جو امام بخاری و مسلم اور ان کے علاوہ ائمہ حدیث کے شیخ ہیں (ولادت ۱۵۸ھ وفات ۲۳۳ھ) ہیں، حافظ ابن حجر نے "تہذیب التہذیب" اور علیمی نے "المنہج الاحمد" میں ان کی سوانح میں کہا کہ ان کی ولادت خلیفہ ابوجعفر المنصور کے زمانہ خلافت ۵۸ھ میں ہوئی، ان کے والد معین، عبداللہ بن مالک کے منشی تھے، پھر ان کو ایّ کے اخراج پر مقرر کیا گیا وہیں وہ فوت ہوگئے تھے، انہوں نے اپنے بیٹے کے لئے ایک کروڑ پچاس ہزار درہم چھوڑے، یحییٰ نے وہ تمام رقم حصولِ حدیث پر خرچ کر دی تھی، یہاں تک کہ ان کے پاس پہننے کے لئے جوتا بھی نہ رہا، جب یحییٰ فوت ہوئے تو انہوں نے ایک سو چودہ بڑے بڑے مشک اور چار بڑے بڑے مٹکے کتابوں کے بھرے ہوئے چھوڑے "تہذیب التہذیب" کی روایت میں ہے کہ بیس تھیلے بھی بھرے ہوئے چھوڑے۔

تن کے کپڑے فروخت کر کے کاغذ خریدنا

علامہ ابوزید الدباغ نے "معالم الایمان فی معرفۃ اہل القیروان" میں ابوجعفر احمد بن عبدالرحمٰن القصری رحمہ اللہ تعالیٰ (وفات ۳۲۱ھ) کی سوانح میں لکھا ہے کہ وہ فقیہہ، صالح، کثرت سے رونے والے تھے، روایتِ تصحیح کتب، اور جمع کتب کے

ساتھ ان کو خاص شغف تھا، اور کہا کرتے تھے کہ دن اور رات میں لکھنے کی کثرت کی وجہ سے چالیس سال سے میرا قلم خشک نہیں ہوا، کبھی وہ اپنے کپڑے فروخت کر کے کتاب یا لکھنے کے لئے کاغذ خرید ا کرتے تھے۔

ابوبکر مالکی کہتے ہیں کہ ابوجعفر سوس شہر میں یحیٰ بن عمر کی ملاقات کے لئے وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی، ان کے پاس اتنا کچھ نہ تھا کہ کاغذ خرید کر کتاب اپنے لئے نقل کر لیتے، انہوں نے اپنی قمیص فروخت کی اور اس سے کاغذ خریدے، کتاب لکھی پھر اس کا تقابل کیا اور واپس قیروان آ گئے۔

گھر کا سامان فروخت کر کے کتاب خریدنا

''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ امام ابوبکر محمد بن عبداللہ بن زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ الشیبانی الجوزقی المعدل محدث نیشاپور کتاب ''الصحیح المخرج علی صحیح مسلم'' کے مصنف (ولادت ۳۰۶ھ وفات ۳۸۸ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ جب انہوں نے ''المدوّنہ'' کتاب کی تشریح اور اختصار میں کتاب لکھی تو اس کا نام ''التقریب'' رکھا طلبہ نے اس کتاب کو مناظرہ میں استعمال کیا اور اس سے نفع حاصل کیا، جب انہوں نے اس کتاب کی تالیف مکمل کی تو اس کا ایک نسخہ صقلیہ شہر میں بھی داخل ہوا، عبدالحق بن محمد بن ہارون السہمی القرشی الصقلی، صقلیہ کے فقیہ اور عالم تھے، ان کی وفات ۴۶۶ھ میں اسکندریہ میں ہوئی، انہوں نے صقلیہ سے سفر نہیں کیا، جب انہوں نے یہ کتاب دیکھی، پڑھی اور ان کے جو اقوال اس میں داخل کئے گئے تھے وہ دیکھے تو انہوں نے اس کتاب کو اچھا سمجھا اور اس کو خریدنے کا ارادہ کیا، لیکن ان کے پاس قیمت پوری نہ ہو سکی، تو انہوں نے گھر کا سامان فروخت کر کے کتاب خریدی، اس کے بعد کتاب زیادہ مہنگی ہوگئی اور لوگوں نے کتاب کی طرف رغبت کی۔

کتابیں کس طرح جمع کیں؟

خطیب بغدادی ابوالقاسم بن الجبلی نے اپنی سند کے ساتھ ابن الجوزی نے ''مناقب الاحمد'' میں اپنی ابوعمران الاشیب کی سند سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے ابراہیم الحربی سے کہا کہ تم نے اتنی کتابیں کس طرح جمع کیں، تو وہ ذرا غصہ میں آئے اور کہا کہ اپنا گوشت اور خون نچوڑ کر مجھ کو اتنی کتابیں جمع کرنے پر قدرت حاصل ہوئی۔

عالم کی عظمت کتاب میں ہے

یہاں جب ہم کو حربی کا کتاب کے ساتھ تعلق معلوم ہوگیا کہ انہوں نے کس طرح گوشت اور خون نچوڑ کر کتابیں حاصل کیں تو یہ بات کیسے معقول ہوسکتی ہے کہ وہ بیوی کی یہ بات مان لیں کہ تم اپنی کتابوں سے کچھ لے آؤ تا کہ ہم ان کو فروخت کرلیں، یا رہن رکھ لیں، عالم کی کتابیں اس کی وہ دوست ہیں جس کی وجہ سے یہ زندہ رہتا ہے، عالم اپنے کپڑے تو فروخت کرسکتا ہے، لیکن کتاب فروخت نہیں کر سکتا، زمخشری نے اپنی کتاب ''نوابغ الکلم'' میں کہا ہے کہ تاجر کی عظمت اس کی جیب میں اور عالم کی عظمت اس کی کتاب میں ہوتی ہے۔

عورت کی نظر میں کتاب ایک نقصان دینے والی سوکن ہوتی ہے، اس کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کو فروخت کیا جائے اور گھر سے نکالا جائے اور علماء کی نظر میں کتاب بھائی اور مددگار کی طرح ہوتی ہے اگر ان کو تنگدستی ہو جائے تو وہ بھوک پیاس اور برہنہ رہنا تو برداشت کر لیتے ہیں، لیکن کتاب کا فراق اور کتاب کے نکالنے کو برداشت نہیں کر سکتے۔

''فَمَحْبُوْبِیْ مِنَ الدُّنْیَا کِتَابِیْ.''

تَرْجَمَہ: ''دنیا میں میری محبوب تو کتاب ہی ہے۔''

کتاب کی خریداری ہر چیز پر مقدم ہے

حافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں اپنے شیخ علی بن مسعود بن نفیس موصلی حلبی دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۶۳۴ھ وفات ۷۰۴ھ) کے احوال میں لکھا ہے، کہ وہ شیخ امام محدث ابوالحسن علی بن مسعود الموصلی تھے، میں نے ان کی مجلس کا التزام کیا اور ان سے تمام علوم کی سماعت کی وہ بہت دیندار، پسندیدہ، صوفی اور عفیف تھے، انہوں نے اتنا پڑھا کہ اس کی کثرت بیان نہیں کی جاسکتی، انہوں نے اصول حاصل کر رکھے تھے، باوجود بھوک وافلاس کے کتب کی خریداری کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ اور کتاب

حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ پوتے ہیں خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے، انہوں نے سب سے ملنا جلنا موقوف کر دیا تھا، اور قبرستان میں رہنے لگے تھے، ہمیشہ ہاتھ میں کتاب دیکھی جاتی تھی، ایک مرتبہ اس بارے میں سوال کیا گیا تو کہنے لگے ''میں نے قبر سے زیادہ واعظ، کتاب سے زیادہ دلچسپ رفیق اور تنہائی سے زیادہ بے ضرر رساں ساتھی کوئی نہیں دیکھا۔''

لِلّٰهِ مِنْ جُلَسَاءٍ لَاْجَلِيْسَهُمْ
وَلَا خَلِيْطَهُمْ لِلسُّوءِ مُرْتَقَبٌ

''خدا کی قسم! یہ ایسے عمدہ ہم نشین ہیں کہ ان کے ہم نشینوں کو کسی برائی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔''[۱]

کتاب کی اس قدر و قیمت نے علم دوست انسانوں کو کتابوں سے عشق و محبت کے درجہ تک پہنچا دیا، اور انہوں نے ہر قیمت پر کتاب کو حاصل کرتے اور حرزِ جاں بناتے تھے اور اس کے مطالعہ کو سب سے زیادہ پسندیدہ چیز جانتے تھے چونکہ یہ ایک

[۱] العلم والعلماء

بڑا وسیلہ ہے تحصیلِ علم کا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے محبت

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ:

''مجھ پر چالیس سال اس حال میں گزرے ہیں کہ سوتے جاگتے کتاب میرے سینے پر رہتی تھی۔''

کتاب کی قدر و قیمت تو یہ ہے کہ انسان ان کی قیمت چکا ہی نہیں سکتا، جس نے کہا بالکل مناسب ہے:

''کہ کتابیں وہ فلکِ ہفت متین ہے، جہاں دنیا کے کاملین و عارفین کی روحیں جمع ہیں۔''

چند اوراق کا مجموعہ جسے ''کتاب'' کہا جاتا ہے، کیا چیز ہے؟ شبانہ روز کی محنتِ شاقہ۔

حضرت ابن المقری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے محبت

حضرت ابنِ المقری رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک نسخہ (کتاب) ''ابن فضالہ'' کی خاطر سترہ منزل یعنی ۸۴۰ میل کا سفر کیا تھا، اس کتاب کی ظاہری حالت یہ ہے کہ اگر کسی نان بائی (نان فروش) کو دی جائے تو وہ ایک روٹی بھی اس کے عوض دینا گوارا نہ کرے گا۔[1]

ملا عبدالرحمٰن احمد نگری رحمہ اللہ تعالیٰ

ملا عبدالرحمٰن احمد نگری رحمہ اللہ تعالیٰ ...... آپ بارہویں صدی کے مشہور عالم ہیں، وہ اپنی کتاب دستور العلماء میں احمد نگر کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''کہ ان کے والد جو احمد نگر کے قاضی بزرگ تھے، جس وقت بستی کو

[1] علماء سلف: ص۴۳

مرہٹوں نے لوٹ مار کرنا شروع کیا تھا، اس وقت انہوں نے اپنی کتابوں کو منتقل کرنے کا اس قدر اہتمام کیا تھا کہ تمام اسبابِ خانہ سے قبل کتابوں کو مزدوروں کے ذریعہ منتقل کیا، جب کہ گھر کا وہ سامان جو قوم مذکور نے لوٹ مار کر کے قبضہ کر لیا تھا بارہ (۱۲) اونٹوں پر لاد کر لے گئے تھے۔[۱]

اسحٰق بن سلیمان صاحب

اسحٰق بن سلیمان طبیب حمیات جو کہ کتابوں کا شیدائی تھا، اس نے عمر بھر شادی نہیں کی تھی، سب ہی جانتے ہیں کہ اولاد کی تمنا کس کو نہیں ہوتی؟ لیکن جب کسی نے ان سے اولاد کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ اپنی کتاب "حمیات" کی موجودگی میں اولاد کے نہ ہونے کا کوئی غم نہیں رکھتا۔[۲]

سلیمہ سلطان بیگم

شہزادی سلیمہ سلطان بیگم کو کتب بینی کا بہت شوق تھا اور کتاب کو وہ بہت پسند کرتی تھیں، ایک مرتبہ شاہی کتب خانہ سے ایک کتاب بنام "نامۂ خرد افزا" گم ہوگئی تو وہ اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوئی، اس کی معلومات کے لئے علامہ عبدالقادر، جن کی نگرانی میں یہ کتب خانہ رہ چکا تھا، اب بدایوں میں قیام فرماتے تھے، متعدد بار بدایوں سے طلب کئے گئے۔[۳]

حافظ ابن فراط بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت حافظ ابن فراط بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب وفات پائی تو کتابوں

۱۔ اسلام کا نظام تعلیم وتربیت: ص ۶۹، ۷۰

۲۔ اسلامی کتب خانہ: ص ۱۴۰، مطبوعہ مکتبہ برہان دہلی

۳۔ نظام تعلیم وتربیت: ص ۶۷، ۶۸

کے اٹھارہ (۱۸) صندوق چھوڑے، ان میں سے اکثر خود ان کی خود نوشت تھیں۔[۱]

حضرت مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ

مؤرخِ اسلام حضرت سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۳۷۳ھ) خود تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے جب مدینہ منورہ کے کتب خانہ محمودیہ کی کتابوں کو ہاتھ لگایا تو خوشی سے اچھل پڑا کہ حدیث وتفسیر کا اتنا نایاب ذخیرہ اب تک میری نگاہوں نے دیکھا تھا، بہت سی کتابیں جن کو صرف ایک نظر دیکھنے کی تمنا تھی، وہ یہاں آج پوری ہوگئی۔[۲]

شیخ عبداللہ بیابانی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت شیخ عبداللہ بیابانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۳۶ھ) عشقِ الٰہی اور شوق علم دونوں سے سرشار تھے، جذب کے عالم میں مالوہ کے جنگلوں میں پھرتے رہے، مگر کتابیں پاس رہتی تھیں۔[۳]

حضرت اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ

اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے وسیع النظر اور صاحبِ علم تھے، زندگی کی آخری سانس تک کتابوں سے محبت کرتے رہے۔[۴]

شیخ محمد افضل رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت شیخ محمد افضل رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۱۴۶ھ) کتابوں کی محبت کا حال یہ تھا کہ جس قدر آپ کو روپے پیش کئے جاتے، ان سے کتابیں خرید کر طلباء کے لئے وقف فرمادیتے، ایک دفعہ پندرہ ہزار کی رقمِ خطیر آئی تو اس کو بھی کتابیں خرید کر صرف

[۱] علماء سلف: ص ۲۷ — [۲] رسالہ معارف: ۱۸/۴۱۰
[۳] اسلامی کتب خانہ: ص ۱۹۶ — [۴] اسلامی کتب خانے: ص ۲۳۲

کر دیا۔[1]

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۳۸۴ھ) آپ کو چونکہ علم سے گہری دلچسپی تھی، تو آپ کو کتابوں سے بہت محبت تھی، لکھا ہے:

''مولانا بچپن میں اکثر دہلی کے کتب خانوں کے چکر کاٹتے تھے...... ۱۳۵۶ھ میں جب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے تھے، کام سے فارغ ہو کر کتب خانوں میں چلے جاتے اور قیمتی سے قیمتی کتابیں خرید لاتے۔''

آپ کے اس ذوق میں اس قدر اضافہ ہوا کہ اس کے علاوہ کوئی اور ذوق نہیں تھا، کتابوں کے خریدنے میں اپنا عزیز سے عزیز سرمایہ لگا دینے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ تھی۔[2]

مولوی نوری محمد صاحب کہتے ہیں کہ اکثر اوقات اپنے بدن تک کے کپڑے بیچ کر کتابیں خرید لیتے، اس کے باوجود ان کی پیاس نہ بجھتی اور ذوق وشوق بڑھتا ہی جاتا، کسی قیمت پر بھی کتاب خریدتے تو اس کو سستی جانتے، اور زبانِ حال سے یہ پڑھتے:

جمادے چند دادم، جانِ خریدم
بحمد اللہ بس ارزاں خریدم[3]

حضرت مولانا شروانی رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا شروانی رحمہ اللہ تعالیٰ م ۱۳۶۹ھ، آپ کو کتابوں سے بڑی محبت ہی نہیں

---

[1] مقدمہ انوار الباری: ۱۹۲/۲ [2] سوانح یوسفی

[3] سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ: ص ۱۷۶، ۱۷۷

تھی بلکہ ان کو اپنی کتابوں سے عشق تھا اور اگر کوئی صاحبِ ذوق مل جاتا تو دیر تک اسے دکھاتے اور خوش ہوتے، اپنی عمرِ عزیز کے ساٹھ (۶۰) سال سے زائد اوقات اپنے نادر کتب خانہ کی فراہمی میں صرف کئے۔

مولانا بدرالدین علوی صاحب کا بیان ہے کہ تاریخ شیر شاہی کا قلمی نسخہ گم ہوگیا تھا، جب تلاش وجستجو کے بعد وہ نسخہ ان کے پاس پہنچا تو نواب صاحب نے کتاب کو اپنے ہاتھ میں لے کر بے اختیار اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا، بہت دیر تک سینے پر رکھ کر چومتے رہے۔ اس سے اندازہ کیجیے کہ کتنا عشق ان کو اپنی کتابوں سے تھا۔

کتاب درحقیقت ہے ہی ایسی عظیم دولت اور ایسی پسندیدہ نعمت جس کے ساتھ اس درجہ کا والہانہ تعلق ہو، ایسے عاشقانِ کتاب کی شان میں ہی تو یہ کہا گیا ہے:

؎ مست ہو کر جھومتے ہیں طالبانِ معرفت
بادۂ اسرار کا لبریز ساغر ہے کتاب

چونکہ علم واسطہ ہے معرفت الٰہی کا، اور کتاب وسیلہ ہے اس علم کا جس کو طالبانِ معرفت نے اپنا محبوب بنالیا ہے، گمشدہ چیز کی تلاش میں جب آدمی کو کامیابی ہو جاتی ہے تو وہ بے اختیار بے پناہ مسرت کا اظہار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، جس سے اس کی سچی محبت کا پتہ چلتا ہے، بس یہی کیفیت حضرت مولانا موصوف کی اس وقت ہوئی جب گمشدہ کتاب دستیاب ہوگئی۔[۱]

آفتاب اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے مشکوٰۃ کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''حجۃ اللہ البالغۃ'' اور ابن رشد کی ''بدایۃ المجتہد'' کا مطالعہ کیا تھا، یہ

---

[۱] سیرت مولانا مونگیری رحمہ اللہ تعالیٰ: ص ۳۲

دونوں کتابیں میرے پاس اپنی نہ تھی، اس لئے بمبئی سے منگوائیں اور جب وہ کتابیں ڈاک سے موصول ہوئی تو میری خوشی کی انتہاء نہ رہی۔

مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا محمد علی صاحب مونگیری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۳۴۶ھ) نے اپنے ذاتی کتب خانہ سے عربی، فارسی میں ہر علم وفن کی کتابوں کو جمع کیا اور شاید ہی کوئی قابل ذکر کتاب ایسی ہوگی جو اس کتب خانہ میں موجود نہ ہو۔

اور آخر عمر میں تو یہ حال ہوگیا تھا کہ ہندوستان کے مشہور کتب خانوں سے برابر رابطہ رکھتے تھے اور جدید مطبوعات سے باخبر رہنے کی کوشش کرتے تھے۔[1]

مولوی خدا بخش رحمہ اللہ تعالیٰ اور زیارتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک خواب! مولوی خدا بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کتابیں جمع کرنے کا جو درمیانہ جذبہ رکھتے تھے، اس کی تہہ میں تعلیمِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) اتنی قوت کے ساتھ کام کر رہی تھی کہ ایک بار خواب میں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کتب خانے میں تشریف لائے ہیں، خدا بخش مرحوم کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کتب خانے سے لگی ہوئی گلی میں لوگ کھچا کھچ بھرے ہوئے ہیں، میں بھی گھر سے نکل پڑا۔ لوگ چلانے لگے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے کتب خانہ کی سیر کے لئے تشریف لا رہے ہیں، تم کہاں ہو؟

میں اس کمرے کی طرف دوڑا جہاں قلمی کتابیں رکھی تھیں، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے تھے، لیکن حدیث کی دو قلمی کتابیں میز پر کھلی رکھی تھیں، لوگوں نے بتایا کہ ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما چکے ہیں۔[2]

---

[1] سیرت مولانا مونگیری: ص ۳۶ [2] اسلامی کتب خانے: ص ۱۵۱

کتاب کا عاشق

ایک صاحب کو کسی کتاب کی تلاش تھی، ایک دلال سے ان صاحب نے تلاش وجستجو کے لئے کہا ہوا تھا، ایک روز اپنی ہمشیرہ کے لئے سامانِ جہیز خرید کرنے کے لئے بازار تشریف لے جارہے تھے، دراہم کی ہمیانی ہمراہ تھی۔

چنانچہ دلال نے اس وقت آپ کو اطلاع دی کہ فلاں کتاب جس کی آپ کو تلاش ہے، وہ فلاں شخص کے پاس ہے، آپ نے بازار سے اس شخص کی طرف چلنے کے لئے رخ موڑ دیا اور ان صاحب کے پاس پہنچ کر اس کتاب کو حاصل کیا اور تمام رقم ان کے حوالہ کر دی اور مسجد میں تشریف لے گئے اور دوگانہ شکرانہ ادا کی۔ شکر خدا ہے، جس کتاب کی تلاش ایک مدت سے تھی، وہ حاصل ہوئی۔

ان حضرات کے نزدیک کتاب کے مقابلہ میں ان اشیاء کی کوئی قیمت تھی ہی نہیں، یہ حضرات تو یہ سمجھتے تھے کہ چند سنگترا شے ہیں، جن کے عوض حیاتِ جاودانی اور حیاتِ روحانی کو خرید کر لیا اور یہ تو بہت ہی ارزاں خریداری ہوئی۔

ع بحمدللہ بس ارزاں خریدم

حضرت خلیل ابن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت خلیل ابن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۶۱ھ) کی کتاب العین کا ایک نسخہ پچاس دینار میں خرید کیا گیا۔[1]

حضرت ابوالفرج اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت ابوالفرج اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۳۵۶ھ) نے جب اپنی مشہورِ زمانہ کتاب "کتاب الاغانی" خلیفہ اندلس حکم ثانی کی خدمت میں پیش کی تو ایک ہزار

---

[1] اسلامی کتب خانے

دینار عطا ہوئے۔[1]

گلستانِ سعدی پر سولا کھ خرچ کر دیئے

علم دوستی انسان کی فطرت میں شامل ہے، کسی مذہب کی اس میں کوئی تخصیص نہیں ہوا کرتی، تاریخ میں ہے کہ ہندوراجہ نے سنگھ کو کتابوں کے جمع کرنے کا ایسا شوق ہوگیا تھا کہ اس نے واقعاتِ بابری کو پانچ ہزار روپے میں خریدا تھا۔ اور گلستانِ سعدی کے ایک نسخہ کی تیاری میں سولا کھ روپے خرچ کر دیئے تھے، جس کا ایک ورق بارہ (۱۲) یوم میں تیار ہوتا تھا اور یہ پوری کتاب پندرہ برس میں تیار ہوئی تھی۔[2]

کتابوں کے اس ذوق وشوق نے اور علم دوستی نے صاحب ذوق حضرات کو کتابوں کے جمع کرنے اور فراہم کرنے میں بے دریغ دولت صرف کرنا بہت آسان بنا دیا تھا، اور یہ علم نواز اس میں بڑی حیرت انگیز دلچسپی لیتے تھے، اور کتابوں کے حصول پر ان کو بڑی مسرت محسوس ہوتی تھی، اہل علم حضرات کا حقیقی سرمایہ یہ کتابیں ہی ہیں۔

ع قدر دانوں کے لئے کبریتِ احمر ہے کتاب

یہ کتابوں کے قدرداں اپنے کتب خانوں کو "بیت الحکمت" "خزائن القصور" "دارالعلم" "خزانۃ الکتب" اور "خزانۃ الحکمت" کے ناموں سے موسوم کرتے تھے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان علم شناس لوگوں کے قلوب میں ان کتابوں کی کیا قدر و منزلت تھی، اور کس عظمت کے ساتھ یہ کتابوں کے ذخیروں کو دیکھتے تھے۔ عوام و خواص، امراء، سلاطین، سب ہی کا یہ ذوق بن چکا تھا کہ وہ جس قدر بھی زائد سے زائد ہو سکے، کتابوں کو جمع کر لیا جائے، تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ فرزندان اسلام اور شائقین علم کے شوق سے یہ ذخائر عظیم الشان کتب خانوں اور دارالمطالعہ کی شکلوں میں موجود ہوگئے، بعض واقعات تو اس طرح کے ملتے ہیں کہ باوجود علم نہ ہونے کے

---

[1] اسلامی کتب خانے [2] اسلامی کتب خانے: ص ۱۵۴

کتابوں کو ہر قیمت پر حاصل کرنے اور جمع کرنے کا شوق تھا۔ چونکہ جب ایک فضاء اور ماحول کسی چیز کا بنتا ہے تو اس کا اثر سب پر پڑتا ہے اور ہر ایک اس سے متاثر ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔

علامہ حضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ

اندلسی علماء میں حضرمی ایک عالم ہیں، وہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں، میں قرطبہ میں گیا اور ایک مدت تک وہاں پر رہا اور اس کے بازار میں چکر کاٹتا رہا، جس میں کتابیں فروخت ہوتی تھیں کہ شاید کوئی نادر و نایاب کتاب مل جائے، آج میرا منشا پورا ہوا اور ایک نادر کتاب پر نظر پڑی، جو نہایت عمدہ خط میں لکھی ہوئی نوادر پر شامل تھی، میں اسے دیکھ کر بے انتہا خوش ہوا اور جب میں نے کتب فروش سے قیمت کی بات چیت کی اور دام لگائے تو اس نے کہا ایک دوسرے شخص نے اس کی قیمت زائد لگائی ہے، میں نے بھی زیادہ قیمت کی بات چیت کی، اس طرح کتاب کے دام چڑھتے رہے، جب کتاب کی حیثیت سے کئی گنا زیادہ قیمت لگ گئی تو میں نے کتب فروش سے کہا کہ کوئی آدمی اس کا خریدار ہے؟ اس نے ایک آدمی کو دکھلایا، جس کے بدن پر عمدہ کپڑے تھے۔ میں نے آدمی کے قریب ہو کر کہا۔

مولانا الفقیہ! اگر آپ کو اس کتاب کی ضرورت ہے تو میں اسے نہیں لوں گا، بلاوہ ہم دونوں کی وجہ سے اس کی قیمت بہت زیادہ لگ گئی ہے۔ تو اس شخص نے جواب دیا، میں عالمِ فقہ نہیں ہوں، اور نہ یہ جانتا ہوں کہ اس میں کیا ہے، بات یہ ہے کہ میں نے ایک کتب خانہ قائم کیا ہے اور میں نے اچھی اچھی کتابیں جمع کی ہیں۔[1]

حضرت ابوالفضل ابن الحمید رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت ابوالفضل ابن الحمید رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۳۶۰ھ ...... ۱۹۷۰ء) بڑے

[1] البلاغ: مارچ ۱۹۶۱ء ص ۲۳

صاحب علم وفضل تھے، ان کے کتب خانہ میں ہر علم وفن کی کتابیں سو اونٹنیوں کے بوجھ کے برابر تھیں جنہیں وہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھا کرتے تھے، ابن مسکونہ نے لکھا ہے کہ اس وزیر کے مکان کو ڈاکوؤں نے اس قدر لوٹا تھا کہ پانی پینے کا ایک پیالہ اور بیٹھنے کی ایک چٹائی تک باقی نہ رہنے دی، لیکن اسے اس کی کچھ پروا نہ تھی، اس کا دل اپنے کتب خانہ میں لگا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کتب خانہ کی نسبت دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا کتابیں سب کی سب بچ گئی ہیں اور ایک بھی گم نہ ہوئی ہے۔ اس نے اس پر کہا، واقعی تم بڑے نیک شگون ہو، ہمیں ہر چیز مل سکتی ہے، مگر یہ کتابیں کہاں سے ملتی۔ میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر بشاشت نمودار ہوگئی۔[1]

حضرت ابن طفیل رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت ابن طفیل ایک علم دوست انسان تھے، ان کو انسانوں کی بہ نسبت کتابوں سے زیادہ محبت تھی، اپنے آقا کے عظیم الشان کتب خانہ میں اس نے بہت سی کتابیں پڑھیں، جن کی اسے اپنے فن کے لئے ضرورت تھی، یا جن سے اس کے علم کی پیاس بجھتی تھی۔[2]

سفر و حضر میں بھی کتابیں

تزک بابری میں ہے کہ بابر کو کتابوں سے دلچسپی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ سفر اور حضر ہر حالت میں کتابیں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔[3]

صاحب بن عباد رحمہ اللہ تعالیٰ

صاحب بن عباد رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنی کتابوں سے اس قدر محبت تھی کہ ان کے

---

[1] اسلامی کتب خانے: ص ۱۲۰ [2] اسلامی کتب خانے [3] اسلامی کتب خانے، ص ۱۲۰

ساتھ ہر سفر میں صرف ادب کی کتابوں کے تین سو اونٹ رہتے تھے۔[۱]

یہاں بھی انسانی عقل دنگ ہو کے رہ جاتی ہے کہ جب سفر میں اتنی بڑی تعداد کتب کی ہوا کرتی تھی تو پھر کتابوں کی کل تعداد کس قدر زائد ہوگی۔

حضرت محمد بن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت محمد بن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۵۰۰ھ) ایک عالم تھے، غریب تھے، مگر اس کے باوجود ایسا نایاب کتب خانہ قائم کیا تھا کہ اکثر اہلِ علم اس پر شک کیا کرتے تھے۔[۲]

حضرت شارح تبریزی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت شارح تبریزی رحمہ اللہ تعالیٰ جو حماسہ کے رہنے والے تھے، انہوں نے کتابوں کی گٹھڑی پیٹھ پر باندھی اور شام پہنچے، پسینے سے کتابوں کی یہ حالت تھی کہ ان کا ایک ایک ورق ایک دوسرے سے چپک گیا تھا۔

ملا عبدالقادر صاحب

ملا عبدالقادر نے کہا کہ شاہی کتب خانہ میں ایک کتاب ''خود افرا'' نامی گم ہوگئی تھی۔ شہزادی سلیمہ سلطان بیگم کو اس کتاب کی ضرورت ہوئی تو کتب خانہ میں نہ ملی۔ شاہی کتب خانہ ملا عبدالقادر کی نگرانی میں تھا، لیکن وہ ملازمت ترک کر کے بداؤن چلے گئے تھے، صرف اس کتاب کی تلاش میں شہزادی نے دلچسپی لی، چنانچہ ملا عبدالقادر لکھتے ہیں کہ:

''تقریب کامہٴ افزا کہ از کتب خانہ گم شدہ بود...... سلیمہ سلطان بیگم مرا چند بار اور فرمود زہر چند قاصد از یاران بداؤن افتد بہ تقریب مواقع آمدن نشد آخر حکم

---

[۱] اسلامی کتب خانے   [۲] اسلامی کتب خانے: ص ۳۷

زوتلہ کہ مدد معاش اور افو قوف دارند وخواہی نخواہی طلبند۔"[1]

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ

جس زمانہ میں مصر میں بذل المجہود کی طباعت ہو رہی تھی اور اس کی تصحیح وغیرہ کے سلسلہ میں ہزاروں روپے خرچ کر کے انتظامات کئے جا رہے تھے تو حضرت مولانا شیخ سلیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سابق مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہ سے عرض کیا کہ:

"آپ اتنا روپیہ خرچ کر کے اتنے اہتمام سے کتاب طبع کرا رہے ہیں اور اس کی رجسٹری کروائی نہیں اگر کوئی اس کا فوٹو لے کر چھاپ لے گا تو وہ کتاب کو چوتھائی قیمت پر بیچ سکے گا اور آپ کی کتاب رہ جائے گی۔"

حضرت شیخ نے فرمایا کہ:

"اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو فوٹو کروانے کی اجرت تو میں خود پیش کر دوں گا اور بعد میں یہ کتاب میری بھی بک جائے گی۔"[2]

مکانات سات سات روپے پر فروخت کر کے کتابیں خرید لیتے تھے

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے تایا حضرت مولانا محمد احسن صاحب بڑی بڑی ضخیم کتابیں اپنے ہاتھ سے نقل کرتے، ہر وقت کتابت اور نقل کا مشغلہ رہتا تھا جب اس سے تھکتے تو نوافل شروع کر دیتے تھے، کتابوں کے جمع کرنے کا اتنا شوق تھا کہ اپنے مکانات سات سات روپے پر

[1] ۳/۳۷۷ [2] اکابر کا تقویٰ ص ۱۰۳

فروخت کر کے کتابیں خرید لیتے تھے جو قیمت بھی لگائی جاتی تھی کتاب کے شوق میں اس کو فوراً قبول کر لیتے تھے۔

ایک مرتبہ اپنے بھائی کی شادی کا سامان خریدنے کے لئے بھیرہ (ضلع سرگودھا) گئے، حجام ساتھ تھا وہاں کسی ایسی کتاب کا علم ہوا کہ فروخت ہو رہی ہے جس کی تیس برس سے آرزو تھی، اس محلہ میں گئے کتاب کی قیمت دریافت کی، دام بتائے گئے فرطِ مسرت سے سب رقم کھول کر ڈال دی اور کتاب لے کر چلے آئے، فرمایا:

"ایسی چیز لے کر آیا ہوں جو پشت ہا پشت کام آئے گی۔"

حجام نے ملامت کی، فرمایا:

اس کتاب کے حصول کے لئے تیس برس سے دعا کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ نے آج نصیب فرمائی اور یہ شعر پڑھا

جمادے چند دادم جاں خریدم   بحمداللہ کہ بس ارزاں خریدم[1]

کتابوں کا پیکٹ

محدث العصر امام العصر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نور اللہ مرقدہ خود فرماتے ہیں:

"میں شروع شروع میں جب دیوبند گیا تو میں نے امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی "تہافۃ الفلاسفۃ" کا نام سنا (اس کے ساتھ اور کتاب غالباً ابن رشد کی "تہافۃ التہافۃ" کا بھی ذکر فرماتے تھے) مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ دار العلوم دیوبند میں مدرس تھا اور ان کی کتابوں کی بھی دکان تھی، میں نے ان سے ان کتابوں کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے فرمایا کہ موجود تو نہیں، بمبئی سے منگوا دیں گے،

[1] سوانح شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ: ص ۱۹

میں نے پوچھا کب تک آجائیں گی، انہوں نے بمبئی لکھ دیا، میں مقررہ تاریخ کو ان کے کتب خانے پہنچا تو کتابیں آچکی تھی، اتفاق سے حضرت مولانا سیّد اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی وہاں تشریف فرما تھے، کتابوں کا پیکٹ کھولا گیا تو میاں صاحب (مولانا اصغر حسین) کچھ حیران سے ہوئے، مجھ سے فرمایا: ان کتابوں کو کون پڑھے گا؟ میں نے عرض کیا: ''میں پڑھوں گا'' فرمایا: ''تم سمجھ لوگے'' عرض کیا ''سمجھنے کے لئے تو منگوائی ہیں۔''[1]

پاکیزگیٔ طبع

حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نظافت و نفاست کا حسین مرقع تھے، لباس، خوراک اور طرزِ بود و باش سے نفاست وسلیقہ مندی ٹپکتی تھی، آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر نقل وحرکت میں حسن و جمال کی چمک اور نفاست و نظافت کی جھلک تھی، گویا آپ "اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ" کا نمایاں مظہر تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن و جمال کا پاکیزہ اور اعلیٰ ذوق عطا فرمایا تھا، آپ کا ماحول، تہذیب و کردار اور سلیقہ مندی میں ایک بنیادی درسگاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

ذوقِ نفاست وسلیقہ مندی

حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

''طبیعت میں نفاست بہت زیادہ تھی، ہمیشہ سفید براق کپڑے، صاف ستھرا لباس، عمدہ قسم کا جبہ، سر پر دیدہ زیب رومال یا صافہ، صرف لباس ہی کیا ہر چیز میں نفاست کی یہی حالت تھی، سالوں آپ کے پاس استعمال کرنے والی کتابیں ایسی صاف ستھری ہوتی تھیں کہ گویا نئی ہیں، ابھی استعمال ہی نہیں ہوئیں، نہ کتاب کھولنے کے نشان، نہ انگلی لگنے کے، مستعمل لباس کے بارے میں فرمایا کرتے تھے

---

[1] خصوصی نمبر: ص ۷۴۵

کہ یہ اتنا پرانا ہے اور یہ اتنا قدیم ہے لیکن دیکھیے تو ایسا معلوم ہو کہ جیسے بالکل نیا ہے، ابھی کسی نے استعمال ہی نہیں کیا، حال ہی میں بندہ کو ایک اعلیٰ درجہ کا شیفر قلم عنایت فرمایا اور فرمایا کہ یہ چالیس سال استعمال کیا ہوا ہے لیکن دیکھنے میں آج بھی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بالکل نیا ہو، غرض ہر چیز کو اتنے اچھے طریقہ سے استعمال فرماتے تھے کہ باوجود طویل زمانہ گزرنے کے یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ پرانی چیز ہے، شب و روز استعمال ہونے والی اشیاء کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس چیزیں بہت دنوں تک چلتی ہیں۔

طبیعت میں ایسی نزاکت تھی کہ غلط چیز دیکھنا برداشت نہیں ہوتا تھا، دسترخوان اگر ذرا ترچھا بچھا دیا جاتا تو فوراً تنبیہ فرماتے، چائے کا چمچہ اگر کوئی غلط چلا رہا ہے تو اس سے ناگواری ہوتی تھی، وفات سے کچھ روز قبل ایک صاحب کا انتقال ہوا، جنازہ میں شریک ہوئے، قبرستان جانے لگے تو ہم سے آگے والی موٹر کا ڈرائیور گاڑی صحیح نہیں چلا رہا تھا، کبھی ادھر کبھی ادھر، نہ اگلی گاڑی سے آگے بڑھتا، نہ صحیح طور سے اس کے پیچھے چلتا، یہ دیکھ کر طبیعت پر اثر ہوا، فرمانے لگے، عجیب ڈرائیور ہے گاڑی بھی چلانی نہیں آتی، میں نے اپنی گاڑی کے ڈرائیور سے کہا کہ گاڑی اس سے آگے کرلو، جب ہم اس سے آگے ہوگئے تو سکون ہوا۔‘‘[1]

کتابوں کا حسنِ استعمال

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے رئیس جناب حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

’’کتابوں کی حفاظت اور حسنِ استعمال کا بہت اونچا ذوق تھا، کوئی کتاب برسوں استعمال فرماتے مگر میلی نہ ہوتی تھی، وفات سے چند روز پہلے یہ خادم (ڈاکٹر

---

[1] خصوصی نمبر: ص ۲۷

صاحب) اور کچھ دوسرے اساتذہ بیٹھک میں بیٹھے تھے تو ایک کتاب ''مقدمہ فتح الباری'' ہاتھ میں لئے ہوئے فرما رہے تھے کہ یہ کتاب میرے والد صاحب نے اپنے بچپن میں خریدی تھی، انہوں نے استعمال کی، پھر میں نے کی، دیکھئے ایسی حالت میں ہے گویا ابھی بازار سے خریدی گئی ہو، ایک بار کسی دوست نے آپ سے ایک کتاب مستعار لی جب واپس کی تو جلد وغیرہ خراب ہو چکی تھی، آپ نے واپس نہیں لی بلکہ انہی کو دے دی۔''

کتاب کا ادب

''کتابوں کے ساتھ ادب کا یہ عالم تھا کہ سوتے وقت پاؤں کی طرف کوئی کتاب نہ چھوڑتے چاہے وہ اونچی کیوں نہ رکھی ہو، ایک دفعہ سفر میں فرمایا کہ وہ کتاب وہاں سے ہٹا دیجئے، میں نے عرض کیا حضرت! درمیان میں حائل موجود ہے، فرمایا پہلی بار آپ کو سنا رہا ہوں، مجھ پر ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ اگر پاؤں کی طرف کوئی بھی لکھی ہوئی چیز ہوتی میرے پاؤں تشنج دیئے جاتے، آخر رو رو کر دعا کیا کرتا تھا کرتا رہا تب یہ کیفیت ختم ہوتی۔''[1]

نفیس کتابیں، عمدہ جلدیں

ڈاکٹر غلام محمد صاحب کراچوی لکھتے ہیں:

''مولانا کتابوں کے رکھنے اور ان کے برتنے میں بھی بڑے باذوق تھے، ہر کتاب کا عمدہ سے عمدہ ایڈیشن خریدتے اور نفیس ترین جلد بنواتے اور اس نفاست سے پڑھتے تھے کہ کسی صفحہ پر کہیں کوئی داغ دھبہ یا قلم اور پنسل کا کوئی نشان نہیں ہوتا، ان کے طالب علمی کے زمانہ کی کتابیں آج تک نئی کی نئی معلوم ہوتی ہیں، اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کا جمالیاتی ذوق بعد میں نشو ونما نہ پایا تھا بلکہ وہ پیدائشی

---

[1] خصوصی نمبر: ص ۴۵۸

طور پر یہ ذوق اپنے ساتھ رکھتے تھے اور بدذوقی سے ان کی طبیعت مکدر ہو جاتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک اور عالم کی موجودگی میں، میں نے اپنی تالیف مولانا کی خدمت میں پیش کی، ان عالم نے مولانا کے ہاتھ سے وہ کتاب لے لی کہ پہلے میں دیکھ لوں، پھر آپ پڑھیے، مولانا خاموش رہے اور وہ عالم کتاب لے کر چلے گئے، مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ اب وہ کتاب میرے کس کام کی رہ گئی، میں تو ہرگز واپس نہ لوں گا اس لئے کہ وہ صفحہ اس کو اس بری طرح سے پلٹتے ہیں کہ وہ مڑ جاتا ہے اور پھر درمیان میں لکیریں بھی کھینچ دیتے ہیں، مجھ سے ایسی کتاب پڑھی نہیں جاتی۔"

پاکیزہ وخوبصورت لائبریری کتابوں کی

کندیاں شریف، خانقاہ سراجیہ میں مخدوم زماں سیّدنا ومرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد بسط اللہ ظلہم العالی) کا کتب خانہ جو دو کمروں پر مشتمل ہے، ایک بڑے سے خوبصورت کمرے میں لوہے اور لکڑی کی دس بڑی بڑی الماریں رکھی ہیں، کمرے کے درمیان قالین بچھا ہے، اس پر چھوٹے قد کی لمبی سی بینچ رکھی ہے جس کے اوپر والا تختہ اس طرح جوڑا گیا ہے کہ وقت ضرورت اس کے ٹکڑوں کو اٹھا کر رحلیں بنائی جا سکتی ہیں، ساتھ والے کمرے میں چار الماریاں لکڑی کی ہیں اور دیواروں میں بنائی گئی الماریوں میں بھی کتابیں ہیں۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تھا:

؎ گر کتابیں ہوگئیں میلی تو کیا پڑھنے کا لطف
کام کی چیزیں جو ہیں ان کی حفاظت چاہیئے

کام کی ان چیزوں کی جتنی حفاظت یہاں دیکھنے میں آئی شاید ہی کہیں اور ہو، الماریاں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آج ہی رنگ و روغن ہو کے آئی ہیں جب کہ لکڑی کی الماریاں ۱۹۱۸ء ہی میں بنوائی گئی تھیں، کتابیں مضبوط اور خوبصورت جلدوں

میں محفوظ ہیں اور ہر جلد کے اوپر خوبصورت پلاسٹک کور چڑھا ہے، کئی کتابیں ایسی بھی ہیں جن کی قیمت پیسوں میں تھی مگر جلدیں روپوں میں بندھوائی گئی تھیں، اس کے لئے کلکتہ، امرتسر اور ملتان کے کاریگروں کی خدمات لی گئیں۔[1]

پورے تھل کی قیمت کے برابر لائبریری

خانقاہ سراجیہ کی لائبریری کے متعلق کئی رویات سننے میں آئیں، مثلاً یہ کہ ۱۹۱۸ء میں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان (قدس سرہ) نے پچاس ہزار روپے کی لاگت سے جب لائبریری قائم کی تو لیاقت آباد کے ایک مولانا صاحب نے فرمایا:

"پاگل ہیں، اتنا روپیہ کتابوں پر ضائع کر دیا، پچاس ہزار سے تو پورا تھل خریدا جاسکتا تھا۔"

ایک دفعہ مولانا موصوف حوالہ کے لئے ایک کتاب دیکھنے خانقاہِ سراجیہ تشریف لائے۔ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایتی خاطر و مدارت کے بعد پوچھا:

"مولانا کیسے تشریف لائے؟"

"ایک مسئلہ کے لئے فلاں کتاب دیکھنے حاضر ہوا ہوں۔"

(مولانا موصوف نے کہا):

حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے برجستہ فرمایا:

"یہاں آنے کی تکلیف کیوں فرمائی، تھل میں ریت کا کوئی ٹیکہ کھود لیا ہوتا۔"[2]

بانئ کتب خانہ کا ذوقِ کتاب

حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ کی محبت کتب خانہ اور ذوقِ جمع آوری

---

[1] لازوال خزانہ: ص ۳۵، ۱۹۷۸ء، ۱۹۷۹ء [2] لازوال خزانہ: ص ۳۱

کتاب کا یہ عالم تھا کہ ایک روز ارشاد فرمایا:

''میں اوائل عمر میں ایک مرتبہ سخت بیمار ہوا کہ امیدِ زیست منقطع ہوگئی، ایک بڑے بزرگ عیادت کے لئے تشریف لائے، میں ان کو دیکھ کر رو دیا اور کہا کہ مجھے مرنے کا غم ہے تو صرف اسی بات پر ہے کہ صحاحِ ستہ کو خرید کر اپنے پاس رکھنے کا موقع نہ پاسکا۔''

ایک مرتبہ فرمایا: ''شرح رسالہ قشیریہ شیخ الاسلام (امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ) مطبوعہ مصر جو چار جلدوں میں ہے، مجموعہ صفحات ۸۰۰ ہیں اور قیمت تقریباً دس بارہ روپے ہوگی، مجھے اس کے خریدنے کا شوق ہوا، بمبئی کے ایک تاجر کتب سے یہ کتاب ملتی تھی، جس کی گراں فروشی ضرب المثل ہے، فرمائش بھیجی تو جواب آیا کہ کتاب نایاب ہوگئی، صرف ایک نسخہ باقی ہے، جو چالیس روپے سے کم نہیں دیا جاسکتا، اتفاق سے میرے پاس صرف پانچ روپے موجود تھے، وہی پیشگی بھیج کر لکھا کہ یہ نسخہ ہمارے سوا کسی اور کو نہ دیا جائے اور باقی قیمت بھیجنے پر فوراً ارسال کر دیا جائے۔''

ایک موقع پر فرمایا ''کہ کتاب مشارق الانوار قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجھے تلاش تھی، مولوی عبدالتواب تاجرِ کتب ملتان کے پاس فرمائش بھیجی تو جواب آیا کہ کتاب کا موجودہ نسخہ آپ کو نہایت گراں پڑے گا اگلے مال کے آنے تک انتظار کریں، میں نے لکھا: ''انتظار مشکل ہے۔'' گرانی کی پروانہیں، سو دو سو روپے جو بھی قیمت ہو اس کے عوض بھیج دو۔''[1]

مولانا نذیر بیگ عرشی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۹۴۷ء) فرماتے ہیں:

مالیر کوٹلہ میں میرے سامنے کا واقعہ ہے، ایک ولایتی کچھ نادر اشیاء بغرضِ فروخت دکھانے کے لئے لایا، اس کے پاس ایک چھوٹا سا رسالہ عربی زبان میں جیبی تقطیع کا بھی موجود تھا، جس کا نام لامیۃ الافعال ابن مالک تھا، آپ نے اس کی

---

[1] تحفہ سعدیہ: ص ۱۷۵

قیمت پوچھی، کہا: ''چار روپے'' فوراً چار روپے ادا کر فرما کر لے لیا۔

انہی ایام میں ایک شب آپ فرما رہے تھے کہ موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی فلاں فلاں شرح تو ہمارے پاس ہے، صرف مصفّٰی اور مسوّیٰ شرح موطا مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کسر ہے جو تلاش کے باوجود نہیں ملی، میں نے عرض کیا: ''یہ دونوں شرحیں خادم کے پاس موجود ہیں، گھر جاتے ہی ڈاک میں ارسال خدمت کر دوں گا۔'' فرمایا: ''اس قدر انتظار کی تاب کس کو ہے، ابھی کسی آدمی کو دھنولہ بھیجا جائے جو کل تک لے آئے۔'' چنانچہ اسی وقت راتوں رات مستری ظہور الدین کو دھنولہ روانہ کر دیا گیا۔[۱]

حسنِ کتاب کا شوق

کتاب کے اس شوق کے ساتھ ایک اور لطیف پہلو شامل تھا یعنی اس روحانی محبوب کو بہترین لباس میں جلوہ گر دیکھنے کا شوق بھی بدرجۂ غایت تھا، کتابوں کے شوقین بہت ہوتے ہیں مگر سب کو کتابوں کے حسن ظاہر کی پرواہ نہیں ہوتی، بعض لوگ ارزاں ایڈیشن کی کتاب خریدتے ہیں پارچہ کی سستی جلد بنواتے ہیں یا مدرسہ کے کسی طالب علم سے جیسی کیسی جلد بنوا لیتے ہیں۔ مگر حضرتِ اقدس قدس سرہ کی نظر میں ہر کتاب کی خریداری کے وقت نفیس ترین کاغذ اور لطیف ترین چھپائی کا لحاظ مقدم رہتا تھا، پھر اس کی جلد بھی اعلیٰ درجہ کی مطلا و منقش بنوانے کا التزام ہوتا تھا، بخاری شریف بہ تحشیہ سندھی، مطبوعہ استنبول نہایت نفیس طباعت، سیاہ چمڑے کی جلد، نہایت دیدہ زیب طلائی بیل بوٹوں سے نقش موجود ہے، جب اسے جلد کے لئے بھجوایا تو فرمائش فرمائی کہ عمدہ سے عمدہ بنے، خواہ دس پندرہ روپے خرچ آجائیں، جلد بن کر آئی تو افسوس ہوا کہ صرف پانچ روپے لاگت کی جلد ہے، بقول مولانا عرشی

---

[۱] تحفہ سعدیہ

رحمہ اللہ تعالیٰ اس زمانے میں کتابوں کی جلد بندی پر دو ڈھائی ہزار روپے خرچ آچکا ہے۔[۱]

حضرت اقدس قدس سرہ بعض کتابوں کی جلدیں کلکتہ کی کسی فرم سے بندھواتے بلکہ بعض کتابوں کی جلدیں آپ یورپ سے بھی بنواتے رہے ہیں۔[۲]

کانِ طلا یا نگار خانہ چین

مولانا نذیر بیگ عرشی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''چنانچہ کتب خانہ کی ہر کتاب کا کاغذ، طباعت اور جلد اس قدر آبدار ہے کہ ہاتھ لگاتے دل جھجکتا ہے کہ کہیں داغ نہ لگ جائے، کتابوں کی الماری جب جھلمل کرتی ہوئی کھلتی ہے تو اس پر کانِ طلا یا نگارخانۂ چین کا دھوکا ہوتا ہے۔''[۳]

کتب خانہ کی فہرست نگاری

تمام کتابوں کو رجسٹر اندراج میں درج کیا گیا ہے اور اس کا باقاعدہ انتظام تاسیسِ کتب خانہ سے شروع ہے، مختلف صاحبان اس خدمت کو سرانجام دیتے رہے ہیں جن میں نائب قیوب زماں حضرت مولانا محمد عبداللہ قدس سرہ اور مولانا نزیر بیگ عرشی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے ذی علم شامل رہے ہیں، مولانا عرشی رحمہ اللہ تعالیٰ ان ایام خجستہ کی یاد میں لکھتے ہیں:

خانقاہ شریف میں میری حاضری ایامِ بہار میں ہوئی تھی، اور اگلے روز ہی مجھے کتب خانے کی فہرست مرتب کرنے کا حکم ہوا، الماریوں کے سامنے میں اور مولوی عبداللہ صاحب اس کام کو سرانجام دیا کرتے، حضرت اکثر اس کام کو دیکھنے کے لئے تسبیح خانہ کی نشست خاص کو چھوڑ کر کتب خانہ میں تشریف لے آتے، ایک دن ابر

۱؎ تحفہ سعدیہ: ص۱۷۶، ۱۷۷ ۲؎ اہل علم کی جنت: ص۲۹، ستمبر ۱۹۷۸ء لاہور

۳؎ تحفہ سعدیہ: ص۱۷۶

گھرا ہوا تھا، ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور نورسیدہ فصل کو بارش کی از حد ضرورت تھی، اتنے میں مینہ برسنے لگا، آپ نے یہ کیفیت معلوم کرنے کے لئے دریچہ کھولا، عجیب عالم نظر آیا، میلوں تک گیہوں اور چنے کے ہرے بھرے کھیت آنکھوں کے سامنے تھے، جدھر نظر جاتی تھی قطرات باراں کے آبدار موتی فصل کے زمردین فرش پر بکھرتے اور لڑھکتے دکھائی دیتے تھے، اللہ اللہ یہ منظر زمیندار کی نظر میں ہوتا ہے تو اسے فرطِ مسرت سے مست کر دیتا ہے مگر آپ کے باطن میں جو کمالات کے باغ لہلہا رہے ہیں اور ظاہر میں علوم و معارف کے دفاتر کا یہ چمنستان پھیلا پڑا ہے، اس کے سامنے اس منظر کی کیا وقعت ہو سکتی تھی، ایک سرسری نظر ڈالی اور کھڑکی بھیڑ دی۔[۱]

نائب قیوم زماں صدیق دوراں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہ کا اضافۂ کتب کا ذوق

حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ نے حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہ (۱۹۰۴ء، ۱۹۵۶ء) کو اپنا نائب و جانشین مقرر فرمایا تو آپ نے اپنے وصیت نامہ میں انہیں کتب خانہ سعدیہ کی حفاظت اور اس کی ترقی و توسیع کا کام بھی سونپ دیا تھا، آپ نے اپنے وصیت نامہ میں تحریر فرمایا:

> ''خانقاہ کا کتب خانہ بفضلہٖ تعالیٰ اپنی وسعت اور کتابوں کی کثرت و نفاست کے لحاظ سے پنجاب کا ایک بے مثال معہد علمی بن گیا ہے، اس کی شانِ رفعت کو برقرار رکھنے کے لئے اس کو اس کی تمام الماریوں اور کمرے سمیت وقف کیا جاتا ہے، اس کے متولی بھی مولوی محمد عبداللہ صاحب مذکور ہوں گے، اب اس کتب خانہ اور اس کے متعلقہ سامان اور کتابوں میں توریث اور تملیک اور تقسیم جاری نہ ہوگی۔''

---

[۱] تحفہ سعدیہ

چنانچہ حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہ نے اپنے شیخ و مربی کے وصالِ مبارک ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء سے لے کر اپنے وصال مبارک ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء تک ان جواہرِ پاروں کی ہمیشہ حفاظت فرمائی اور اس ذخیرہ نادرہ و فاخرہ میں قابل قدر اضافہ فرمایا، حج بیت اللہ پر تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ کے کتب خانہ سے نایاب قلمی کتاب "تحقیقات" عبدالاحد کی نقل اس زمانے میں ۷۰۰ ریال دے کر حاصل کی، حج سے واپسی پر جب کسٹم آفس کراچی میں چیکنگ کے دوران کسٹم آفیسر نے پوچھا کہ آپ کے پاس سونا تو نہیں ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: ہمارے لئے سونا یہ کتابیں ہیں اگر ہمارے پاس رقم کی گنجائش ہوتی تو ہم یہ سونا اور خرید کر لے آتے۔"[1]

علاوہ ازیں تفسیر و حدیث اور دیگر فنون کی متعدد بیش بہا کتب خرید کر آپ کتاب خانۂ سعدیہ کی زینت میں اضافہ فرماتے رہے، حفاظت و نقل کتب اور جلد بندی کے لئے مولانا غلام محمد صاحب فاضل مظاہر العلوم کو مامور فرمایا۔

مخدومِ زماں بسط اللہ ظلہم العالی کے ہاتھوں توسیع وترقی کتب خانہ

کتب خانہ کی توسیع و ترقی کا یہ کام بحمداللہ تاحال جاری و ساری ہے، مخدوم زماں سیدنا و مرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی اپنے شیخین کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کے نقش قدم پر گامزن ہیں، خوبصورت، دیدہ زیب اور معارف و اسرار سے لبریز جواہر پاروں کی خرید و جستجو اور حصول کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور ملکی و غیر ملکی ناشرین و کتب فروشوں سے کتابیں منگا کر کتاب خانہ سعدیہ کی شان و عظمت دوبالا فرماتے ہیں۔

---

[1] تحفہ سعدیہ

کتب خانہ کی حفاظت، نگہبانی، اندارجِ کتب، جلد بندی اور دیگر امور کی انجام دہی کا خصوصی انتظام کیا جاتا ہے اور زائرین و قارئین کی سہولت کے لئے کتب خانہ مناسب اوقات میں کھولا جاتا ہے اور تمام اہلِ علم و دانش و مراجعین کے لئے کتب خانے کے دروازے کھلے ہیں، ان کی رہائش اور خورد و نوش کا بھی بندوبست کیا جاتا ہے۔

تعدادِ کتب

مولانا نذیر احمد عرشی نے ۱۳۵۱ھ میں "رسالہ تحفۂ سعدیہ" میں لکھا ہے:

"اگر متعدد جلدوں کی کتاب کو بھی ایک کتاب سمجھا جائے تو آپ کے کتب خانہ میں اس طرح ایک ہزار کتابوں کا گرانبار علمی سرمایہ موجود ہے۔"[۱]

۱۹۷۵ء میں خانقاہِ سراجیہ شریف کے کتب خانہ کے مخطوطات نادرہ کی فہرست سازی کے وقت جو اندازہ لگایا اس کے مطابق اس وقت کتب خانہ میں کئی ہزار کتب (عنوانات کے لحاظ سے) موجود تھیں، رسائل اور متعدد جلدوں کی کتب کے جداگانہ شمار کرنے پر تعداد اس سے بھی زیادہ تھی، ۱۹۷۸ء، ۱۹۷۹ء میں ایک روایت کے مطابق مطبوعہ کتب، رسائل اور قلمی مخطوطات کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ ہوگئی اور اب تک بائیس برسوں میں مزید سینکڑوں کتب اس یگانہ روزگار کتب خانہ کی زینت بن چکی ہیں۔

کتاب کی معنوی افادیت

سوال یہ ہے کہ اس دور افتادہ جنگل میں اتنا عظیم اور بیش قیمت کتب خانہ کیسے فراہم ہوگیا اور اس کی فراہمی کا مقصد کیا تھا؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ تصوف کے سلاسل اربعہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی روح تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں،

---

[۱] تحفہ سعدیہ: ص ۱۷۶

بقول عارف رومی رحمہ اللہ تعالیٰ:

ع علمِ باطن ہم جو مسکہ علمِ ظاہر ہم چو شیر

اور اپنے اپنے زمانے میں ان سلاسل کے تربیت یافتہ کامل و مکمل صوفیا کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کی طرف لوگوں کی عمدہ رہبری فرمائی، مگر آخر زمانہ میں ان سلاسل کے اعمال و اشغال میں کچھ لوگوں نے بڑا غلو کیا اور اپنی اغراضِ مبتدعہ کے اثبات کے لئے فرضی اور وضعی روایات سے کام لیا۔ بقول شاعر:

ع چوں ند یدند حقیقت رہ افسانہ ز دند

حضرت مولانا احمد خان قدس سرہ نے علم تصوف کو اصل شریعت کے مطابق کرنے کے لئے ضروری سمجھا کہ علومِ دینیہ کا ایک جامع کتب خانہ فراہم کیا جائے اور نقد و جرح کے بعد جو بات منقح ہو جائے اس پر عمل کیا جائے، خانقاہ سراجیہ کی یہ ایک اہم خصوصیت تھی کہ جو شخص بھی کوئی مسئلہ کسی فن کا بیان کرے وہ کتابوں میں سے بھی نکال کر دکھلائے اور چونکہ مذاہب اربعہ اور سلاسل اربعہ کی اور ان کے متعلقات کی، ہر قسم کی کتابیں بہت ہی کثیر تعداد میں موجود تھیں، اور مسئلہ کے تسلیم ہونے کی شرط یہ تھی کہ کتابوں کے حوالے سے مسئلہ ثابت کیا جائے، اس لئے کوئی شخص کوئی کمزور یا بے دلیل بات کرنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔

دوسری خاص بات جو اس کتب خانہ سے متعلق تھی، وہ یہ تھی کہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ طریقت کے مرشد اور مربی تھے، طریقت میں عالی ظرفی، کو وسعت قلبی اور دوسروں کی رائے کے مناسب احترام اور اختلاف کی صورت میں موزوں و ملائم معارضہ کی تربیت اپنے منتسبین کو ہمیشہ دیتے رہتے تھے، یہاں مختلف الخیال علماء کا اجتماع رہتا تھا، حضرت کے خدام میں اکثریت اجلہ علماء کی تھی، مولانا عبدالخالق صاحب مرحوم بانی دارالعلوم کبیر والا ضلع خانیوال، مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم، سرگودھا اور مولانا قاضی صدرالدین صاحب، بانی خانقاہ نقشبندیہ، ہری پور

ہزارہ جیسے محقق علماء شریک محفل رہتے تھے، ایسے حالات میں آراء کا اختلاف لازمی تھا اور اس اختلاف کو اجماع کی صورت میں تبدیل کرنے کے لئے ایک بڑے کتب خانہ کی ضرورت تھی جو حضرت موصوف نے اپنے ذاتی وسائل سے اکٹھا کیا اور اس طرح اپنے خدام علماء کی تربیت فرماتے تھے، بسا اوقات دوران بحث مسئلہ کا کوئی کمزور پہلو خود اختیار فرما لیتے اور دوسرے علماء علم وفضل اسی مسئلہ کے مضبوط پہلو پر داد تحقیق دیتے، جب کافی بحث ہو چکتی تو قبلہ حضرت صاحب اپنی رائے سے رجوع فرما کر دوسرے علماء کی ثابت کردہ رائے کو اختیار فرما لیتے، اس سے مستفیدین کو دو طرح کے فائدے ہوتے، ایک تو یہ کہ ہمیشہ مسئلہ کے راجح اور مضبوط پہلو کو اختیار کیا جائے دوسرا فائدہ یہ کہ جب مسئلہ کا راجح اور مضبوط پہلو سامنے آجائے تو چاہے اسے کسی چھوٹے آدمی نے ہی ثابت کیا ہو، اس کو بے چون وچرا تسلیم کر لینا چاہیے۔[1]

فراہمی کتب

مولوی عبدالتواب صاحب تاجرِ کتب ملتان، ابناء مولوی محمد بن غلام رسول سواتی، بمبئی، عبدالصمد داد لادہ، سورت اور کلکتہ کے بعض بڑے تاجران کتب کو حضرت کی ہدایت تھی کہ جب بھی کوئی نئی کتاب آئے، فوراً خانقاہ سراجیہ، کندیاں کو اطلاع دی جائے، اگر یہاں ضرورت نہ ہو تو پھر کسی اور کو فروخت کی جائے، اس کے علاوہ مطلع بریل، لیڈن، ہالینڈ اور لندن کے بڑے کتب فروشوں سے بھی مراسلت رہتی تھی اور مطبوعات یورپ ان کے ذریعے فراہم ہوتی تھیں، ذوق بے حد نفیس تھا، ایک کتاب آئی بعد کو پتہ چلا کہ فلاں مطبع میں یہ کتاب زیادہ صحت سے چھپی ہے، وہ کتاب بھی منگوا لی، پھر معلوم ہوا کہ یہی کتاب مصر یا استنبول میں بہت خوبصورت چھپی ہے، وہ بھی منگوا لی۔

---

[1] فکر ونظر: ص ۴۶۷، ۱۹۷۰ء، ۱۹۷۱ء

لغت کی مشہور کتاب ''نہایۃ ابن اثیر'' (۴ جلد) ایک کباڑی کے یہاں سے چار روپے میں دستیاب ہوگئی، کتاب کی عظمت کے پیش نظر جلد بندی کے لئے یہی کتاب کلکتہ بھیجی گئی، وہاں سے اس کتاب کی بغیر گتہ مراکو لیدر کی جلد اڑتالیس روپے میں بن کر آئی اور یہ اڑتالیس روپے آج کے نہیں ۱۹۳۴ء کے تھے۔[۱]

حضرت اقدس قدس سرہ کی اہلیہ محترمہ رحمہا اللہ تعالیٰ کی خدماتِ کتب خانہ

حضرت اقدس کی اہلیہ محترمہ کی خدماتِ کتب خانہ مثالی اور ناقابلِ فراموش ہیں، تفسیر روح المعانی کی اطلاع آئی، اس کی قیمت کے مطابق رقم اس وقت پاس موجود نہ تھی، حضرت بڑے متفکر تھے، ایک وقت کھانا نہ کھا سکے، آپ کی اہلیہ محترمہ رحمہا اللہ تعالیٰ کو جب صورت حال کا علم ہوا تو موصوف نے اپنا طلائی ہار لا کر پیش کر دیا کہ فی الوقت ہار فروخت کر کے آپ کتاب منگوالیں۔[۲]

آپ کو اپنی کتابوں سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا

آپ حتی الامکان کتاب عاریتاً نہیں دیتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ کتاب ایک بار گھر سے نکل جائے تو ٹھیک سے واپس نہیں آتی، یہ شعر بھی پڑھا کرتے تھے:

؎ اَلَا یَا مُسْتَعِیْرَ الْکُتُبِ اَقْصِرْ
فَاِنَّ اِعَارَتِی لِلْکُتُبِ عَارُ
فَمَحْبُوْبِی مِنَ الدُّنْیَا کِتَابٌ
وَهَلْ اَبْصَرْتَ مَحْبُوْبًا بِعَارِ

ترجمہ: ''یعنی خبردار اے کتاب عاریت مانگنے والے ایسا نہ کر، کیونکہ

---

[۱] فکر ونظر: ص ۴۶۸ [۲] فکر ونظر: ص ۴۶۹

میں کتاب عاریت دینے میں عار محسوس کرتا ہوں، دنیا میں میرا محبوب کتاب ہے اور تم نے دیکھا ہے کہیں محبوب بھی عاریتاً دیا جاتا ہے۔"[1]

آپ کتاب کی بے حرمتی گوارا نہ فرماتے تھے

ایک دفعہ ایک مولوی صاحب کتب خانہ میں کوئی کتاب دیکھ رہے تھے، کتاب پر معمولی سا غبار محسوس ہوا تو غبار جھاڑنے کے لئے زور کے ساتھ کتاب دھپ سے بند کی، حضرت اقدس برآمدہ میں بیٹھے تھے، بیتاب ہو کر اٹھے اور دوڑ کر اندر تشریف لے گئے، مولوی صاحب سے پوچھا کہ اتنے زور سے آپ نے کتاب بند کی تھی؟ ان مولوی صاحب نے مجوب ہوتے ہوئے کہا کہ حضرت! کتاب پر گرد و غبار تھا، وہ جھاڑنے کے لئے میں نے زور سے کتاب بند کی۔

حضرت نے فرمایا: "مولوی صاحب! مجھے بیوی یا بیٹی کی گالی سے اتنا صدمہ نہیں ہوتا، جتنا اپنی کتاب کی بے حرمتی دیکھ کر ہوتا ہے، غبار ہی صاف کرنا تھا تو رومال سے آہستہ سے صاف کرتے، پھر اپنے عربی رومال سے آہستہ آہستہ کتاب کو صاف کر کے بتلایا کہ اس طرح نرمی سے صاف کر لیتے، آپ کی دھپ تو میرے دل پر لگی۔"[2]

قواعد وضوابطِ خدماتِ مراجعین

عجیب مگر کامیاب روایت کہ کوئی کتاب کمرے سے باہر نہیں جاسکتی، لائبریری میں بیٹھ کر ہر کوئی کسی وقت بھی مطالعہ کر سکتا ہے، ہر کوئی ایک مہینہ تک رہ سکتا ہے جس کے دوران رہائش وخوراک مدرسہ کے ذمہ ہے، حضرت خواجہ خان محمد صاحب (مدظلہ العالی) نے فرمایا کہ محقق کے لئے ایک مہینہ کی قید نہیں، وہ جب تک چاہے رہ سکتا ہے۔

---

[1] فکر ونظر　　[2] فکر ونظر

کتاب مستعار دینے کے بارے میں انہوں نے حضرت ابوالسعد احمد خان (قدس سرہ) نے منسوب ایک عربی شعر سنایا جس کا ترجمہ یہ ہے:

"اے کتابیں مانگنے والے معاف رکھ کیونکہ کتابیں مستعار دینا میرے نزدیک خلاف غیرت ہے، دیکھو کتاب مجھے دنیا بھر میں محبوب ہے، کیا تم نے کہیں دیکھا کہ محبوب مستعار دیا گیا۔"[1]

کتاب کی شان

حضرت اقدس مولانا الشاہ الحاج محمد اسعد اللہ صاحب مدظلہ کی زبان سے

دلربا و دلکش و دلدار و دلبر ہے کتاب
جانفروز و جاں نواز و روح پرور ہے کتاب

فیض بخش و مہربان و لطف گستر ہے کتاب
وجہ تسکین دل پر درد و مضطر ہے کتاب

روح کو کندن بنا دیتی ہے علم و فضل سے
قدر دانوں کے لئے کبریتِ احمر ہے کتاب

ہوش والو! تم کو حرزِ جاں بنانا چاہیئے
علم و فہم و عقل و دانائی کا دفتر ہے کتاب

مست ہو کر جھومتے ہیں طالبانِ معرفت
بادۂ اسرار کا لبریز ساغر ہے کتاب

[1] لازوال خزانہ

باب دوم

کتب خانوں کا اجمالی تعارف

اور

ذخیرۂ کتب پر مختصر معلومات

محبوبِ رفیق کتاب

ایک فارسی شاعر نے کہا:

ہم نشینی بہ از کُتاب مخواہ
کہ مصاحب بُود گاہ و بے گاہ

یعنی

کتاب کی رفاقت کے علاوہ اور کسی کی مصاحبت کی تلاش بے کار ہے۔

کتابوں کے ذخائر

کتابوں کے عاشقوں نے جب فراہمیٔ کتب کا بیڑا اٹھایا تو کتابوں کے بڑے ذخیرے جمع کر ڈالے اور بڑے بڑے دارالمطالعے اور کتب خانے قائم ہو گئے، کوئی اسلامی ملک اور مسلمانوں کی بستی، شہر اور آبادی ایسی نہ تھی کہ اس میں کوئی کتب خانہ نہ ہو، اگر اس جگہ ان سب کی تفصیل دی جائے گی تو یہ مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔

علمی اور ثقافتی میدان میں مسلمانوں کا یہ کارنامہ ہمیشہ یادگار رہے گا کہ انہوں نے اس سکونت اور جمود کو جو سینکڑوں برس سے کتب خانوں کی دنیا پر چھایا ہوا تھا دور کر کے ایک نئی تحریک کی بنیاد ڈالی، جس کے تحت کتابوں سے مستفید ہونا کسی خاص گروہ یا طبقہ تک محدود نہ رہا، بلکہ اس کے استعمال کی صورتیں بہم پہنچانا اور ان کے مطالعہ سے عوام کا علمی شعور بیدار کرنا کتب خانوں کا مقصد قرار پایا۔

اسلامی دنیا میں کتب خانوں کی ترقی کا ایک زبردست سبب یہ تھا کہ مسلمان کتابوں سے والہانہ شغف رکھتے تھے۔ ہر اسلامی ملک میں تحصیلِ علم، مطالعہ کتب اور تصنیف و کتابت کے ذوق و شوق کا دریا موجزن تھا، علم و فن کی اشاعت کرنا قومی شعار بن گیا تھا اور کتابیں جمع کرنے کا سودا ہر شخص کے دماغ میں سمایا ہوا تھا، ہر عام و خاص کے دلوں میں کتاب پڑھنے، پڑھانے والوں اور کتاب تصنیف کرنے والوں کی عظمت و احترام تھا اور بڑی عظمت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے اور ان کی بڑی قدر ہوتی تھی۔

بغداد کے کتب خانہ کا تعارف

بغداد میں مجموعی تعداد، ان میں سے عظیم ''بیت الحکمت'' نامی کتب خانہ ہے، جس میں دس لاکھ کتابیں تھیں اور اس کو خلیفہ ہارون الرشید نے قائم کیا تھا، ان کے

بعد ان کے صاحبزادے مامون نے اس کو بڑھوتری دی، اور لاکھوں روپیہ صرف کر کے مزید کتابوں کا اضافہ کیا اور اسی کی ایک شاخ تھی، جس کے زیر اہتمام دوسری زبانوں سے تراجم کرا کر عربی کتابوں میں منتقل ہوتی تھیں، اس کتب خانہ کے علاوہ اور بھی بہت سے بڑے بڑے کتب خانہ تھے، گویا کہ ہر گھر میں مستقل کتب خانہ تھا۔

مصر کے کتب خانہ کا تعارف

قاہرہ مصر کا دارالخلافہ ہے، اس میں ایک کتب خانہ بنام ''خزائن القصور'' تھا، جس میں چالیس کمرے تھے اور سولہ لاکھ کتابیں تھیں اور ایک کتب خانہ دارالعلم بھی تھا، جس میں ایک لاکھ کتابیں موجود تھیں، ان کے علاوہ بھی چند کتب خانے تھے، جن میں لاکھوں کی تعداد کتابوں کی موجود تھی۔

ہندوستان میں کتب خانے

ہندوستان! اسلامی ممالک میں ہندوستان کی حیثیت بڑی تھی، جس میں اسلامی درسگاہوں، خانقاہوں اور دوسرے اسلامی مراکز کی تعداد بے شمار تھی، صرف علاقہ دہلی میں ایک ہزار مدارس تھے، اور ہر ایک مدرسہ سے متعلق ایک کتب خانہ ہوتا تھا، لہٰذا ان تعلیمی کتب خانوں کی تعداد صرف اس ایک علاقہ میں ایک ہزار تھی، شاہی کتب خانے اس کے علاوہ تھے، اور شاہی کتب خانوں کے علاوہ اور دوسرے کتب خانے جو کہ شخصی تھے وہ بھی بڑی تعداد میں تھے، تاریخی اوراق میں ہندوستان کے جن علاقوں کے کتب خانوں کا تذکرہ موجود ہے ان کی تعداد تقریباً ایک سو سے زائد ہو جاتی ہے۔ اور ہر علاقے میں کتب خانوں کی تعداد مختلف ہے، صرف بنگال میں ایک لاکھ مدارس تھے اور ہر مدرسے کا مستقل کتب خانہ تھا۔ لہٰذا ایک لاکھ کتب خانے ہوئے۔

طرابلس کا ایک کتب خانہ

طرابلس میں ایک کتب خانہ تھا جس کے اندر تیس لاکھ کتابیں ہر وقت رہتی تھیں اور بیس ہزار جلدیں تفاسیر کی اس میں موجود تھیں۔

اندلس کے کتب خانوں کا تعارف

اندلس! کے صرف شہرِ قرطبہ میں آٹھ سو (۸۰۰) اور غرناطہ میں ۱۳۷ مدرسے تھے اور کتب خانوں کی تو کوئی انتہا نہ تھی، عام کتب خانوں کی تعداد شہرِ غرناطہ میں ۷۰ تھی۔

اسکاٹ نے لکھا ہے:

"کوئی بڑا شہر ایسا نہ ہوتا تھا جہاں تشنگانِ علوم کو سیراب کرنے کے لئے کم از کم ایک چشمہ (کتب خانہ) نہ ہو، ان کتب خانوں کی الماریاں ہر شخص کے لئے جو ان سے سیراب ہونا چاہتا تھا، کھلی رہتی تھیں۔ فن وار فہرستیں ہر کتب خانہ میں مہیا رکھی تھیں، تاکہ ہر شخص کو تمام کتب خانوں کے نام اور ان کے مضامین بہ آسانی معلوم ہوسکیں، بہت سی کتابیں مجلد و مہذب ہوتی تھیں۔ قیمتی کتابوں کی جلدیں خوشبودار لکڑی اور گلی دار چمڑے سے باندھی جاتی تھیں اور بعض پر سونا چڑھا ہوتا تھا، اکثر کتب خانوں میں کتابیں خوشبودار اور قیمتی لکڑیوں مثلاً سرعود آبنوس اور صندل کے بکسوں میں رکھ کر الماریوں میں رکھی جاتی تھیں۔

جب اندلس کو برباد کیا گیا تو غارت گیر قوم نے دس لاکھ کتابیں صرف غرناطہ شہر کے عوام کے گھروں سے نکالیں اور ان کو دس روز تک جلایا گیا۔ صرف اسی ملک اندلس کے کتب خانوں کی تعداد اور ان کے کتب خانوں کے ذخیروں کی تعداد بھی کروڑوں کی تعداد میں پہنچے گی۔[1]

کتابوں کے جمع کرنے اور حاصل کرنے کی مختلف شکلیں تھیں اور تاجرانِ کتب

---

[1] مقالات شبلی

بڑی تعداد میں ہوتے تھے، صرف ایک شہر قرطبہ میں بیس ہزار تاجرانِ کتب تھے، اسی طرح دمشق میں تین سو بیس (۳۲۰) کتب خانے موجود تھے، مختصر تذکرہ یہ ہے کہ حلب میں متعدد کتب خانے اور اسی (۸۰) مدارس تھے اور ان سے متعلق ہر ایک کا جداگانہ کتب خانہ بھی تھا، ان کے علاوہ سمرقند، مراغہ، بخارا، غزنی، ہرات، نیشا پور، مرد، بلخ، طوس، شیراز، قسطنطنیہ اور شمالی افریقہ کے کتب خانہ، جامع زیتون، تونس، کتب خانہ رباط، مراکش، کتب خانہ سرسہ تلمسان وغیرہ علاقوں میں بے شمار کتب خانے ہیں۔ اور ان میں بھاری تعداد کتابوں کی موجود رہتی تھی، اگر ان علاقوں کے کتب خانوں کی کتابوں کی تعداد جمع کی جائے تو کروڑوں کی تعداد ہو جائے گی۔

گزشتہ تحریر میں گزر چکا کہ اسلامی دنیا میں کتب خانوں کی ترقی کے اسباب کیا تھے؟ جس سے اس طرح پر کتابوں سے محبت کے جذبات ان کے دل و دماغ اور ذہن میں ابھرے ہوئے تھے، ان اسباب کے ساتھ ایک بڑا اور بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ اسلام نے ہر شخص کو دینَ و مذہب کی تعلیم اور اشاعتِ علم کی دعوت دی ہے، اور اس پر تعلیم و تعلّم ضروری قرار دیا۔ اور اس کے گوش گزار اس طرح کیا کہ:

"اطلبوا العلم من المهد الى اللحد"

ترجمہ: "علم کی طلب ماں کی گود سے قبر میں جانے تک کرو۔"

اسلام کی اس دعوت پر اہلِ اسلام نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ اس دعوت پر لبیک کہا۔ اور اس کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور جب وہ کھڑے ہوئے تو اپنے دامن کو خوب پھیلا دیا اور ہر نوع کی کوششوں کو بروئے کار لائے اور ہر طرح کے علم کی خدمت انجام دی۔ ہر غریب و امیر، چھوٹا، بڑا علم کے حاصل کرنے اور اس میں درجۂ کمال تک پہنچنے میں مصروف ہو گیا۔

۱۸۴۴ء کی ایک خفیہ رپورٹ! جو لندن بھیجی گئی تھی اس میں کہا گیا تھا:

"مسلمانوں میں تحصیلِ علم کا شوق اس قدر شدید ہے کہ مبتدی بھی بیس روپیہ

تنخواہ پاتا ہے، وہ بھی اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے ایک منشی یا مولوی ضروری ملازم رکھتا ہے اور تعلیم یافتہ مسلمان منطق اور فلسفہ میں اس قدر ماہر ہیں کہ انگلستان کا گریجویٹ ان کے سامنے لب کشائی کی جرأت نہیں کرسکتا۔[1]

ان شیدائیانِ علم کے پیشِ نظر یہ اصول جس کو بلند خیال ابن العلاء نے مقرر کیا ہے کہ تحصیلِ علم:

"مَادَامَتِ الْحَیٰوۃُ تُحْسَنُ بِہٖ"

تَرْجَمَۃ: "یعنی جب تک زندگی بخیر رہے جاری رہے۔"

یہ تھا ہمارے اسلاف کا ذوقِ علم اور ذوقِ کتاب، جس نے ذوقِ مطالعہ پیدا کر دیا تھا، ذوقِ مطالعہ جو ہمارے بزرگان دین واسلاف کی زندگی میں ایک نمایاں شان رکھتا ہے۔ جسے آپ ان شاء اللہ باب پنجم میں ملاحظہ کریں گے۔

انہیں یہ ضد ہے کہ مسلط رہے چمن پہ خزاں
ہمیں یہ ضد ہے کہ بہاروں کو لا کر چھوڑیں گے

کتب خانے اور لائبریری

علمی سرگرمیوں کے لئے کتب خانہ اور لائبریری کی بہت اہمیت ہے، مختلف علوم وفنون پر کتابوں کا ذخیرہ اہل علم کا قیمتی سرمایہ ہوتا ہے۔

یہاں ہم چند کتب خانوں کے نام لکھتے ہیں جہاں کتب کا ذخیرہ کچھ زیادہ معلوم ہوتا ہے، مندرجہ ذیل کتب خانے ہندوستان میں ہیں۔

۱ کتب خانہ دار العلوم دیوبند۔

۲ کتب خانہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو۔

۳ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

---

[1] بحوالہ اسلامی کتب خانے

❹ دار المصنفین اعظم گڑھ۔
❺ نیشنل لائبریری کلکتہ۔
❻ خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ۔
❼ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن وغیرہ وغیرہ۔

کتابوں سے عشق اور عظیم الشان کتب خانہ

حضرت فتح بن خاقان رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ متوکل کے وزیر خاص تھے اور کتابوں کے ساتھ ان کو زبردست عشق تھا، ایک عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا، ابن ندیم نے لکھا ہے کہ ذخیرۂ کتب میں اس کتب خانہ کی کوئی دوسری نظیر نہ تھی۔[1]

چار لاکھ کتابوں کا کتب خانہ

الحکم ثانی م ۳۶۶ھ خلیفہ اندلس (خاندانِ اموی کے فرزند)۔

جس کو کتابوں کے جمع کرنے کا بے حد شوق تھا، چار لاکھ کتابیں کتب خانہ میں موجود تھیں اور کتابوں کا خوب گہرائی میں مطالعہ کرنے کے بعد اس پر مفید حواشی لکھ کر کتب خانہ کی افادیت کو مزید دوبالا کر دیا تھا۔[2]

خانقاہِ سراجیہ شریف کا ''کتاب خانہ سعدیہ'' کا تعارف

خانقاہ سراجیہ شریف کا ''کتاب خانہ سعدیہ'' ۱۳۳۶ھ، ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء میں قائم ہوا اور بانی خانقاہ شریف قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ کی حیات طیبہ میں ہی اپنی وسعت اور کتابوں کی کثرت ونفاست کی بدولت برصغیر پاک وہند کا ایک بے مثال علمی خزانہ بن گیا تھا، اور اس کا شہرہ دور ونزدیک کے علمی ودینی حلقوں میں عام تھا، مولانا نذیر بیگ عرشی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ستمبر ۱۹۴۷ء) نے ۱۳۵۱ھ

---

[1] فہرست ابن ندیم: ص ۱۳۰ [2] اسلامی کتب خانے

/ ۱۹۳۲ء، ۱۹۳۳ء میں اس کتب خانے کے بارے میں تحریر فرمایا:

''حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ کا آستانہ صرف سلوک وطریقت کی تربیت گاہ ہی نہیں بلکہ اس کے دوش بدوش وہ ایک عظیم الشان علمی دربار کی حیثیت بھی رکھتا ہے، یہاں ہر علم وفن کی گراں نمایہ کتابوں کا عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے اور وہ تمام آنے جانے والے علماء وفضلاء کے مطالعہ کے لئے وقف ہے۔''

علماء کے پاس کتابوں کا کافی ذخیرہ نہ ہو یا ان کے قرب و جوار میں کوئی بڑا کتب خانہ نہ ہوتو ان کی مثال ایک بے پر پرندہ کی سی ہے، جس کے وجود میں پرواز کی صلاحیت تو ہے مگر سامانِ پرواز نہیں، یہی حال اکثر بے چارے علماء کا ہے ان کو نئے سے نئے پیش آنے والے مسائل میں علمی تحقیقات کی پیاس بے تاب کرتی رہتی ہے، مگر وہ اس پیاس کو بجھانے کا سامان نہیں پاتے اور ان کا ہاتھ اس سامان کو مہیا کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت کے ذی علم خلفاء ومتوسلین جب حاضرِ آستانہ ہوتے ہیں تو شوق زیارت کے ساتھ یہ علمی تشنہ کامی بھی ساتھ لاتے ہیں، یہاں خاص خاص علمی مسائل کی خوب چھان بین ہوتی ہے، تحقیق وتدقیق کی پوری داد دی جاتی ہے، علوم وفنون کا بے پایاں سمندر سامنے موجیں مار رہا ہے، اور دریائے علم کے شناور اپنے تفقہ ونکتہ رسی کے کمال دکھا رہے ہیں۔ بعض اوقات میں نے دیکھا کہ کسی ایک مسئلے کے متعلق گفت وشنید اور غور وفکر میں کئی دن گزر گئے، خود حضرت اس بزمِ تحقیق کے صدر ہوتے ہیں اور آپ پر اس وقت خصوصاً علماء کے حضور میں مسئلہ زیر بحث کا غلبۂ ذوق یہاں تک ہوتا ہے کہ ظہر کی نماز کے بعد تلاوت سے فارغ ہوئے تو معاً ارشاد ہوتا ہے کہ لاؤ فلاں تفسیر اس میں بھی یہ مسئلہ دیکھ لیں۔ عصر کے بعد ختمِ خواجگان سے فراغت ہوئی تو پھر فرمائش کی کہ لاؤ فلاں شرح بخاری دیکھیں شاید اس میں بھی کچھ لکھا ہو۔ مغرب کے بعد بھی فوراً یہ حکم لاؤ فلاں لغت کی کتاب دیکھیں اس میں اس

لفظ کی کیا تشریح کی ہے۔[۱]

بانی خانقاہِ سراجیہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ کے عہد میں مالیتِ کتب

حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے علم کی محبت بدرجۂ کمال نصیب فرمائی تھی، لہٰذا کتابوں کا شوق بھی فرطِ شغف تک پہنچا ہوا تھا، بقول مولانا عرشی رحمہ اللہ تعالیٰ ''پچیس تیس ہزار روپے کا عظیم الشان کتب خانہ خاص اپنی سعی اور اپنے صرف سے فراہم کیا ہے اور اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اور بقول مولانا محبوب الٰہی رحمہ اللہ تعالیٰ ''یہ تخمینہ اس زمانہ کی ارزانی کے پیش نظر بھی کم معلوم ہوتا ہے'' حکیم عبدالرسول صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ''فراق نامہ'' منظوم میں فرماتے ہیں:

''لکھ روپیہ حضرت صاحب کتب خانے تے لایا۔''

اور زمانہ موجودہ کی گرانی کے پیش نظر تو ایسا کتب خانہ کئی لاکھ میں بھی فراہم کرنا مشکل ہے۔[۲]

شہرتِ کتب خانہ سعدیہ

حضرت علامہ طالوت رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۹۶۳ء) جن دنوں دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھے، ان دنوں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور صدر مدرس شیخ العالم حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے حضرت اقدس قدس سرہ کو اپنے ہاں مدعو فرمایا، علامہ طالوت صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''ایک بار ہمیں معلوم ہوا کہ پنجاب کے ایک بہت بڑے پیر صاحب

---

[۱] تحفہ سعدیہ: ص ۲۱۰، ۲۱۱ [۲] تحفہ سعدیہ

دارالعلوم میں تشریف لانے والے ہیں اور وہ رہنے والے میانوالی کے ہیں جب وہ تشریف لا چکے تو معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز بھی ان کی جائے قیام پر تشریف لے گئے تھے اور دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے اور پھر معلوم ہوا کہ حضرت نے انہیں خصوصی طور پر دعوت چائے بھی دی ہے، پھر معلوم ہوا کہ پیر صاحب نے کتب خانے کو خصوصیت سے دیکھا ہے، پھر معلوم ہوا کہ پیر صاحب کا اپنا بہت بڑا کتب خانہ ہے، خیال ہوا کہ وہ محض پیر نہیں بلکہ بہت بڑے عالم بھی ہیں۔''[1]

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آئے تو یہاں حضرت اقدس قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے، اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

''حافظ صاحب دیوبند میں ہمارے ساتھ تھے اور اس زمانے سے ان کے ساتھ اخلاص چلا آتا تھا، ایک دن معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کے پیر صاحب آنے والے ہیں، حافظ صاحب کی مروت سے ہمیں بھی ان کی زیارت کا موقع ملا، شرفِ زیارت کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تو وہی دیوبند والے پیر صاحب ہیں، حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحب ان کا اسمِ گرامی ہے، بہت بڑے عالم اور بہت بڑے کتب خانہ کے مالک ہیں، خود زمیندار ہیں اور عام پیروں کی طرح محض مسخرات پر گزارہ نہیں کرتے۔''[2]

محققین کی جنت الفردوس

خانقاہ سراجیہ کی اس اسلامی لائبریری سے برصغیر پاک و ہند کے متعدد علماء اور

[1] ماہنامہ ''الصدیق'' ملتان: ذوالحجہ ۱۳۷۵ھ، اگست ۱۹۵۶ء، ص ۲۸، حضرت مولانا عبداللہ صاحب مدظلہ

[2] ماہنامہ ''الصدیق'' ملتان: ص ۲۸

محققین نے استفادہ کیا ہے، مولوی محمد شفیع صاحب کہ جنہیں علم و ادب سے نہایت گہرا شغف تھا، وہ بھی اس لائبریری سے گاہے بگاہے استفادہ کرتے رہے، مولوی محمد شفیع صاحب نے اس لائبریری کی نادر و نایاب اور نہایت اہم کتابوں اور یہاں فراہم کی جانے والی سہولتوں کے پیش نظر کہا تھا کہ خانقاہ سراجیہ کی یہ لائبریری محققین کی جنت الفردوس سے کم نہیں ہے۔

کتابوں کی ترتیب اور انتظام و انصرام کے لئے اسلام کے ہر شعبے کی کتابوں کو زبانوں کے اعتبار سے الگ الگ شیلفوں میں رکھا ہوا ہے، ان میں اکثریت قدیم اور کلاسیکی عربی اور فارسی کتابوں کی ہے، جن میں اسلامی تعلیمات پر غالباً سب سے زیادہ کتب موجود ہیں۔

اس لائبریری کے بانی نے محققین کی آسانی کے لئے اپنے آباؤ اجداد کی جائداد کو بھی وقف کر رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ محققین کو رہائش کی سہولتیں اور دوسری رہنمائی بھی مفت فراہم کی جاتی ہے، گو اس لائبریری کے چاروں اطراف ریت کے ٹیلے ہیں لیکن لائبریری کی کتابوں کو ریت کے ذروں سے بھی بالکل محفوظ رکھا گیا ہے۔[1]

عظیم اور جامع کتب خانہ

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمو یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار مخدوم زماں حضرت خواجہ ابوالخلیل خان محمد بسط اللہ ظلہم العالی سے خانقاہ سراجیہ شریف کے پرسکون ماحول اور عظیم کتب خانے کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا:

> ”جی چاہتا ہے کہ علمی کام کے لئے آدمی خانقاہ شریف میں آجائے کیونکہ ہر طرح کا سکون اور یکسوئی جس طرح وہاں میسر ہے کراچی جیسے مصروف شہر میں اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، پھر جب کہ اتنا عظیم اور

[1] اہل علم کی جنت، خانقاہ سراجیہ اسلامی لائبریری: ص ۳۰، ۱۹۷۸ء

جامع کتب خانہ بھی دسترس میں ہو۔"[1]

جناب حافظ لدھیانوی لکھتے ہیں:

"خانقاہ سراجیہ میں نایاب دینی کتب کا علمی خزانہ موجود ہے، یہ کتب خانہ زیادہ تر عربی کتب پر مشتمل ہے، جس سے آپ (حضرت مولانا خان محمد بسط اللہ ظلہم العالی) کے علمی ذوق اور وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا ہے، اہلِ علم حضرات خانقاہ سراجیہ میں قیام کے دوران اس بے بہا علمی خزانے سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں، اہلِ علم حضرات سے سنا ہے کہ ایسی نادر کتب ہند و پاک کے شاید ہی کسی کتب خانے میں موجود ہوں، اس لئے خانقاہ سراجیہ علمی وروحانی فضا کا مرکز بن گئی ہے۔"[2]

گنجینۂ نوادرات

ایک دفعہ فخر المحدثین حضرت مولانا سیّد انور شاہ کشمیری قدس سرہ (م ۱۳۵۲ھ) میانوالی میں کسی اسلامی جلسے میں شمولیت کے لئے تشریف فرما ہوئے تو واپسی پر حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی قدس سرہ کی دعوت پر خانقاہِ سراجیہ شریف تشریف لائے اور کتب خانہ سعدیہ کو ملاحظہ فرمایا، کتب خانہ کی عظمت دیکھ کر ان کا دل باغ باغ ہوگیا، گھنٹوں الماریوں میں پڑی کتابیں دیکھتے رہے، اس دوران کتاب نوادرالاصول حکیم ترمذی پر نگاہ پڑی تو فرمایا: "اس کتاب کے دیکھنے کی مدت سے آرزو تھی مگر کہیں دستیاب نہ ہوتی تھی" بعد ازاں آپ اس کتاب کو مطالعہ کے لئے دیوبند لے گئے اور وہاں سے گرامی نامہ تحریر فرمایا:

"افسوس کہ میں زیادہ عرصہ وہاں نہ ٹھہر سکا کیونکہ ماہِ مبارک صیام سر پر تھا ورنہ چندے اور قیام کرتا، تاہم جتنا وقت وہاں گزرا اس کو میں

[1] ہفت روزہ خدام الدین لاہور سیّد بنوری: ص ۸۹، ۹۰

[2] متاعِ بے بہا: ص ۱۳۸، بیت الادب فیصل آباد

مغتنماتِ زندگی سے شمار کرتا ہوں۔"[1]

علوم وفنون کتب خانہ

تفسیر قرآن مجید: فن تفسیر میں تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر روح المعانی، تفسیر کبیر، تفسیر درمنثور، تفسیر خازن، تفسیر معالم، نیشاپوری، تفسیر بیضاوی، تفسیر جمل قدیم نادرہ طباعتوں میں موجود ہیں اور تفسیر حسینی کا خوشخط اور دیدہ زیب مخطوطہ زیبِ کتب خانہ ہے۔

حدیث: کتبِ احادیث میں مختلف مطابع کی متبوعہ اور گونا گوں حواشی کے ساتھ عمدہ جلدوں میں تمام متداول ومشہور شروح کتب خانہ میں ذخیرہ ہیں، نادر و دیدہ زیب کتب میں بخاری شریف کی مختلف طباعتیں، نیز شرح عینی (۱۱ جلدیں) شرح عسقلانی (۱۳ جلدیں) شرح قسطلانی (۱۲ جلدیں) ابوداؤد کی چار مبسوط شروح، موطا حضرت امام مالک کی چار پانچ شروح، اور دیگر صحاح کی گراں قدر شروح وحواشی بھی کتب خانہ سعدیہ کی زینت ہیں، دوسری کتب احادیث مثل، مستدرکِ حاکم، سننِ کبریٰ بیہقی، مسندِ دارقطنی، مسندِ دارمی، مسندِ طیالسی، مسندِ امام احمد حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ، شرح معانی آثار طحاوی، نیل الاوطار شوکانی کی دیدہ زیب اور گراں قدر طباعتیں موجود ہیں، مسندِ حمیدی کا بہترین مخطوطہ موجود ہے، مصفی اور مسویٰ شروح موطا مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے قیمتی و دیدہ زیب ایڈیشن بھی محفوظ ہیں اور بخاری شریف بہ تحشیہ سندھی، مطبوعہ استنبول، مطلا و منقش قابلِ دید ہے۔

رجال: کتب اسماء الرجال میں گراں قدر ذخیرہ موجود ہے، اہم و نادرہ کتب مثلاً الاصابہ ابن حجر (۸ جلدیں) طبقات کبیر، ابن سعد (۸ جلدیں) اور تہذیب التہذیب (۱۲ جلدیں) وغیرہ کی قدیم، دیدہ زیب اور گراں قدر طباعتیں موجود ہیں۔

فقہ: اسی طرح فقہ حنفی کی تمام متداول کتب کا شاندار ذخیرہ محفوظ ہے، شرح وقایہ،

---

[1] تحفہ سعدیہ: ص ۱۷۴، ۱۷۵

ہدایہ، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ شامی، البحر الرائق اور فتح القدیر کے خوبصورت ایڈیشن اور شرح سیر کبیر سرخسی (۴ جلدیں) کتاب المبسوط امام محمد (۳۰ جلدیں)۔

فقہ شافعی میں: کتاب الام (۷ جلدیں) شرح المہذب (۹ جلدیں) فقہ ظاہری کی المحلی اور فقہ حنبلی کی کشاف القناع، مغنی ابن قدامہ کئی کئی جلدوں میں قابل ذکر کتب میں شامل ہیں۔

باقی علوم وفنون میں اصولِ حدیث وفقہ، عقائد وکلام، سیر ومغازی، تصوف و سلوک، طب وحکمت، لغت وادب، صرف ونحو اور معانی وبیان وغیرہ کی کتابیں موجود ہیں، جن کے نادر ایڈیشن اور طباعتیں محفوظ ہیں، ان میں الفیہ ابن مالک کی آٹھ مختلف شروح، قاموس کی شرح تاج العروس (۱۰ جلدیں) اتحاف السادہ المتقین شرح احیاء علوم الدین (۱۰ جلدیں) نوادر الاصول حکیم ترمذی، رسالہ قشیریہ شیخ الاسلام (امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ مصر ۴ جلدیں) مشارق الانوار قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ قابل ذکر ہیں، علاوہ ازیں دیوان شعر اور تذکرہ وسوانح کی نادر کتابیں بھی کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔[۱]

مخطوطات ونوادرات

کتب خانہ میں گراں قدر علمی نوادرات بھی موجود ہیں، ''جواہر التفاسیر'' جیسے مخطوطات کی موجودگی کی بدولت شاید یہ کتب خانہ دنیا کے ممتاز کتب خانوں میں شامل کیا جا سکتا ہے، ایک محتاط اندازے کے مطابق دو سو کے قریب مخطوطات اس کتب خانے کی زینت ہیں جن میں اہم سے اہم مخطوطات موجود ہیں۔[۲]

تھانہ بھون میں عظیم الشان کتب خانہ

ایک مرتبہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

۱؎ تحفہ سعدیہ: ص ۱۷۶

۲؎ ماہنامہ ''فیض الاسلام'' راولپنڈی: ج ۲۷ شمارہ ۹، شعبان ورمضان ۱۳۹۵ھ / ستمبر ۱۹۷۵ء صفر ۳۷، ۳۹

نے دیوبند سے تھانہ بھون، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''حضرت! میں جب یہاں آتا ہوں تو میرے بعض رفقاء مجھ سے کہتے ہیں کہ تم تھانہ بھون بار بار کیوں جاتے ہو؟ یہاں اتنا عظیم الشان کتب خانہ ہے جس میں بڑے بڑے علماء وفقہاء اور بزرگانِ دین کی کتابیں ہیں، ان کو پڑھو اور فائدہ اٹھاؤ اور درس وفتویٰ جو ایک عظیم عبادت ہے اس میں مصروف رہو۔''

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: ''پھر آپ نے کیا جواب دیا؟''

''میں نے عرض کیا کہ تھانہ بھون جا کر جو روحانی سکون ملتا ہے وہ یہاں نہیں ملتا۔''

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یہ بتایئے کہ خانقاہ سے تعلق کے بعد آپ کو اپنے علمی کاموں، درس و تدریس، فتویٰ اور تصنیف میں بھی کوئی فرق محسوس ہوا یا نہیں؟''

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:

''جی ہاں! زمین وآسمان کا فرق ہوگیا، علوم کے بہت سے دروازے تو یہیں پہنچ کر کھلے۔''

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بس تو ایسے لوگوں کو یہی جواب دینا چاہیئے کہ خانقاہ جا کر وہ نظر اور وہ بصیرت پیدا ہوتی ہے، جس سے ان کتابوں کا صحیح فائدہ حاصل ہوتا ہے۔''[1]

---

[1] ماہنامہ البلاغ مفتی اعظم: ص ۴۰

باب سوم

طلبِ علم کے لئے جانی اور مالی قربانیاں

اور دور دراز سفر کے عجیب واقعات

چاند تاروں کی بارات میں
سج گیا رات کی رات میں
جانے کیا ہے، تیری بات میں
چاندنی آگئی ہاتھ میں

دل کی باتیں

میں ایک ناچیز و نااہل و نالائق طالب علم ہو کر یہ سب کچھ لکھ رہا ہوں، اور اس میں یہ ساری باتیں بندہ ناچیز و گنہگار کے لئے سبق آموز اور لمحہ فکریہ ہیں۔ میرا مقصود کسی طالب علم کو تکلیف دینا نہیں، بلکہ انہی باتوں میں ہم سب کی کامیابی و کامرانی موجود ہے:

؎ میری تحریر طبع یار کو بے چین کرتی ہے
سبب کیا ہے، وہی کہتا ہوں، جو دل پر گزرتی ہے

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"اَلْعِلْمُ نُوْرٌ وَنُوْرُاللّٰهِ لَا يُعْطٰى لِعَاصِيْ"

"علم نورِ الٰہی ہے، اور نورِ الٰہی مجرم کو نہیں ملا کرتا۔"

گزشتہ صدیوں کے طلباء کے حالات کتابوں میں دیکھیے پھر موجودہ طلباء کی ناگفتہ بہ حالتیں دیکھیں تو دل پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ ذرا غور تو فرمایئے! گزشتہ زمانہ میں نہ کہیں ریل گاڑیاں تھیں اور نہ ہی بسیں چلتی تھیں اور نہ سائیکل اور نہ تانگے تھے اور نہ شاندار سڑکیں، اور پھر بجلی جیسی شاندار روشنی تو رہے نصیب، ان کو تو مٹی کا تیل مل جاتا تب بھی غنیمت، سرسوں کا تیل اپنا نہیں۔ دوسروں کے گھروں کی روشنی میں کھڑے ہو کر مطالعہ کرتے، کھانے کے لئے مدت تک تازہ روٹی تو رہے نصیب، باسی روٹی کے ٹکڑے مل جاتے تو اسے فضلِ ایزدی سمجھتے۔

پہلے انسان کا پہلا کام

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ و

تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا فرمایا ان کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا تھا، جب پیدا کر چکے تو فرمایا جا کر اس جماعت کو سلام کرو (وہ فرشتوں کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی) وہ جو ہدیہ تم کو دیں وہ سن لو، وہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا ہدیہ ہے، حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو السلام علیکم کہا، انہوں نے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کہا، فرشتوں نے ''ورحمۃ اللہ'' کا اضافہ کیا، پس جو بھی جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا، اس کے بعد سے مسلسل لوگوں کے قد اب تک کم ہوتے چلے آرہے ہیں۔

علماء نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ حدیث کے یہ الفاظ ''کہ جا کر اس جماعت کو سلام کریں اور جو ہدیہ دیں وہ سن لیں'' میں اس بات پر دلالت ہے کہ فرشتوں کی وہ جماعت حضرت آدم علیہ السلام سے دور تھی، اور اس میں طلبِ علم کے لئے سعی کرنے کی دلیل ہے اور یہ کہ طلب علم کے لئے سب سے پہلے سیّدنا آدم علیہ السلام نے سعی کی۔

حصولِ علم سے استغناء نہیں

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حر بن قیس فزاری کا صاحب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اختلاف ہوا کہ وہ کون تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان پر گزر ہوا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ میرا اور میرے ساتھی کا صاحب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اختلاف ہوا ہے، جن کی ملاقات کے لئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے راہنمائی طلب کی تھی، کہ وہ کون تھے؟ کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بارے میں کچھ فرماتے ہوئے سنا

ہے، انہوں نے کہا کہ ہاں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ ارشاد فرما رہے تھے، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ آپ سے کوئی بڑا عالم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ نہیں، اللہ کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی ارشاد فرمایا کہ ہاں ہمارا بندہ خضر تم سے بڑا عالم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان تک رسائی حاصل کرنے کا راستہ دریافت کیا، اللہ نے مچھلی کو ان کے لئے علامت مقرر فرمایا اور فرمایا کہ جہاں یہ مچھلی تم سے گم ہو جائے، اس جگہ کی طرف واپس آجانا وہ تم کو ہاں مل جائیں گے، یہ دریا میں مچھلی کا نشان دیکھتے رہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جوان نے کہا دیکھیئے جب ہم چٹان کے پاس آرام کے لئے ٹھہرے تھے تو میں بھول گیا اور شیطان نے مجھ کو بھلا دیا اس نے سمندر میں اپنی راہ لی تھی، اچھنبا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے، وہاں سے اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس پلٹے، ان دونوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پالیا، پھر ان میں وہ مکالمہ اور معاملہ ہوا جو اللہ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا: کہ یہ بات طلب علم کے لئے مشقت برداشت کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے، اس لئے کہ جو چیز انسان کو قابل رشک بنائے اس کے حصول کے لئے مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیادت اور آپ کے مقام رفیع نے آپ کو طلب علم اور اس کے لئے بحر و بر کا سفر کرنے سے نہیں روکا۔

حدیث میں صرف طلب علم کے لئے بحری سفر اختیار کرنے کا ذکر ہی نہیں آیا بلکہ علم میں اضافہ کے لئے بحری سفر اختیار کرنے کا ذکر ہے، سفر میں سفری اخراجات ساتھ لے جانے کی مشروعیت کا ذکر بھی ہے اور ہر حال میں تواضع لازم ہے، اور یہ

کہ کوئی بڑا آدمی بھی جب کسی سے تعلیم حاصل کرتا ہے تو اس کو بھی عاجزی اختیار کرنی چاہیئے، اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ملاقات اور ان سے حصولِ علم کے اشتیاق کا اظہار کیا تھا، اس میں قوم کے لئے تعلیم ہے کہ وہ ان کے طریقہ کو اپنائیں اور اس میں تزکیہ نفس والوں کے لئے تنبیہ ہے کہ وہ تواضع کا راستہ اختیار کریں، اس میں اضافہ علم کی فضیلت ہے اگرچہ اس کے لئے مشقت کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔

خطیب البغدادی نے اپنی کتاب "الرحلة فی طلب الحدیث" میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے، کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے سفر کی جو مشقت اٹھائی اور اس مشقت پر جو صبر کیا اور حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ جس طرح عاجزی سے پیش آئے، جب کہ حضرت خضر علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصد ان کے مقام اور ان کے شرفِ نبوت کا علم بھی ہوگیا تھا، اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ اہل علم کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے اور یہ کہ جس سے علم حاصل کیا جائے اس کے سامنے تواضع اور عاجزی ہی بہتر ہے۔

درجہ اور مقام کی بلندی کی وجہ سے اگر شاگرد استاد کے سامنے تواضع سے مستثنیٰ ہوتا ہے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی ہوتے، لیکن جب انہوں نے اہتمام اور کوشش کا اظہار کیا اور جو علم ان کے پاس نہ تھا اس کے لئے وطن سے نکل جانا منظور کرلیا تو اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ مخلوق میں کوئی بھی ایسا نہیں جو تواضع کے بغیر اس حال میں بلند ہوا۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "مفتاح دارالسعادة" میں اہل علم کی فضیلت میں چونتیسویں وجہ یہ لکھی ہے، کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے لئے اپنے برگزیدہ کلیم اللہ جن کے لئے اللہ نے تورات اپنے ہاتھ سے لکھی تھی کا واقعہ حصول وازدیادِ علم کے لئے ایک عالم شخص کی طرف سفر کرنے کا ذکر فرمایا۔

اللہ کریم نے ارشاد فرمایا: ''جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان کو کہا میں نہ ہٹوں گا جب تک نہ پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا، یا چلتا جاؤں قرنوں'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس عالم سے ملاقات کی اتنی شدید حرص تھی اور ان سے سیکھنے کی اتنی خواہش، پھر جب ان سے ملاقات ہوگئی تو وہ ان کے ساتھ ایسے پیش آئے جیسے ایک طالب علم اپنے استاد کے ساتھ پیش آتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا کہیئے تو میں تیرے ساتھ رہوں اس بات پر کہ مجھ کو سکھلا دے جو کچھ تجھ کو سکھلائی گئی ہے بھلی راہ۔ سلام کرنے کے بعد انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ رہنے کی اجازت طلب کرنے سے بات کی ابتدا کی، کہ آپ کے ساتھ رہنا آپ کی اجازت سے ہوگا اس لئے کہا کہ جو بھلی راہ آپ کو سکھلائی گئی ہے، آپ مجھ کو سکھلا دیں، اور یہ کہ وہ علم سیکھنے اور علم میں اضافہ کے لئے آئے ہیں کسی امتحان اور عیب کی تلاش کے لئے نہیں۔

علم کے شرف وفضیلت کے لئے یہ بات کافی شافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور کلیم علیہ السلام نے جب ایک عالم شخص کے بارے میں سنا تو آپ کو اس وقت تک قرار نہ آیا جب تک آپ نے ان سے مل کر ان کے ساتھ رہنے کی اجازت ان سے طلب نہ کر لی۔ یہ طویل سفر اور سفر کی صعوبتیں آپ نے صرف تین مسئلوں کے لئے برداشت کیں۔

صحابہ کے طلب علم کے لئے سفر کے واقعات

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''کتاب المناقب'' میں قصہ زمزم اور اسلام ابوذر کے باب میں اور امام مسلم نے فضائل ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم ہوا، تو آپ نے اپنے بھائی انیس کو کہا کہ تم اس وادی میں جا کر اس شخص کے

بارے میں مجھے معلومات فراہم کردیں جو یہ کہتا ہے کہ مجھ پر آسمانی خبریں آتی ہیں۔

انیس مکہ مکرمہ آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سنی اور واپس جا کر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ وہ اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں، اور ایسا کلام پیش کرتے ہیں جس کا اشعار وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جو کچھ میں چاہتا تھا تیری حاصل کردہ معلومات سے مجھ کو اس میں کوئی تسلی تشفی نہیں ہوئی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر کی تیاری کی، زادِ راہ اور پانی کا مشکیزہ ساتھ لیا اور مکہ مکرمہ وارد ہوئے اور مسجدِ حرام میں آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کی، لیکن خود تو پہچانتے نہ تھے اور کسی سے پوچھنا مناسب نہ سمجھا یہاں تک کہ رات ہوگئی اور آپ لیٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ کوئی مسافر ہے ان کو گھر لے جانے کی دعوت دی اور گھر لے گئے، لیکن ایک دوسرے سے کوئی بات چیت نہ کی یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سامان لے کر پھر مسجد آگئے یہ دن بھی گزر گیا اور آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا، پھر جب شام ہوگئی اور آپ لیٹنے کے لئے جانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پھر گزر ہوا تو فرمایا کہ شاید آپ کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی، پھر اٹھا کر اپنے ساتھ گھر لے گئے پھر بھی ایک دوسرے سے کوئی بات نہ پوچھی، یہاں تک کہ تیسرا دن ہوگیا۔

تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ کیوں اپنے آنے کا مقصد بیان نہیں کرتے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تم پکا وعدہ کرو کہ میری صحیح راہنمائی کروگے تو میں اپنا مدعا بیان کر دیتا ہوں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعدہ کیا تو انہوں نے اپنا مدعا بیان کر دیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہ بالکل سچ ہے اور وہ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صبح آپ

میرے پیچھے پیچھے چلتے رہیں، اگر میں راستہ میں تمہارے بارے میں خطرہ محسوس کروں تو میں دیوار کی اوٹ میں پیشاب کرنے کے بہانے ہو جاؤں گا، تم چلتے رہنا اور اگر میں چلتا رہوں تو تم بھی میرے پیچھے چلتے رہنا تاکہ ہم اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں، فرماتے ہیں کہ وہ چلتے رہے اور میں بھی پیچھے پیچھے چلتا رہا یہاں تک کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں داخل ہو گئے اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اندر داخل ہو گئے، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی اور وہیں مسلمان ہو گئے۔

حصولِ مقصد کے لئے طویل انتظار

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کے واقعہ کی ایک دوسری روایت ہے جس کے راوی ان کے بھتیجے عبداللہ بن الصامت الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے صحیح میں ذکر کیا، جس کا خلاصہ یہ ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا قبیلہ غفار اشہر حرم کو حلال سمجھتے تھے، میں اور میرا بھائی انیس اور ہماری والدہ ہم کو اپنے قبیلے سے مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ اتر گئے، میرا بھائی کسی کام کی غرض سے مکہ مکرمہ چلے گئے واپس آنے میں انہوں نے تاخیر کر دی، واپسی پر میں نے تاخیر کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگے کہ مکہ مکرمہ میں میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنا کر بھیجا ہے، میں نے کہا کہ لوگ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں، اس نے کہا کہ لوگ ان کو شاعر کاہن اور جادوگر کہتے ہیں، انیس خود بھی شاعر تھے انیس کہنے لگے کہ میں نے کاہنوں کی باتیں سنیں ہیں لیکن ان کا کلام کاہنوں کی طرح نہیں اور بڑے بڑے شعراء کے کلام کے مطابق میں نے ان کے کلام کو پرکھا، لیکن ہر بڑے شاعر کے کلام سے میں نے ان کے کلام کو فائق پایا ان کا کلام شعر نہیں، اللہ کی قسم وہ سچے

اور باقی لوگ جھوٹے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی کو کہا کہ پھر میں جاتا ہوں تم میرا انتظار کروتا کہ میں ان کا معاملہ دیکھ لوں، کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ آگیا اور لوگوں میں ایک ضعیف اور کمزور شخص کو تلاش کیا اور اس سے پوچھا ''اس لئے کہ ضعیف آدمی سے اکثر و بیشتر شر کا خطرہ کم ہوتا ہے'' کہ تم جس شخص کو صابی کہتے ہو وہ کہاں ہے؟

اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ صابی ہے، اس کے کہنے سے تمام بستی والے پتھروں، ڈھیلوں اور ہڈیوں سے مجھ پر پل پڑے، اور میں بے ہوش ہو کر گر گیا، مجھ کو جب ہوش آیا تو زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے میں سرخ بت کی طرح تھا (اہل جاہلیت پتھروں کے بتوں کے پاس جانور ذبح کرتے تھے اور خون ان پر ڈال دیتے تھے جس کی وجہ سے وہ سرخ ہو جاتا تھا)۔

فرماتے ہیں کہ میں زمزم کے کنویں کے پاس آیا اپنے جسم سے خون دھویا اور زمزم کا پانی پیا، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھتیجے مجھے اسی حالت میں تین دن ہو گئے میرے کھانے پینے کے لئے زمزم کے علاوہ اور کوئی چیز نہ تھی، لیکن زمزم کے پانی کے ساتھ میں اتنا موٹا تازہ ہو گیا کہ میرے پیٹ میں سلوٹیں پڑ گئیں، اس عرصہ میں مجھے بھوک کا اثر اور کمزوری محسوس نہیں ہوئی۔

فرماتے ہیں کہ ایک چاندنی رات میں تمام اہل مکہ سو گئے کعبہ کے گرد طواف کرنے والا کوئی بھی نہ تھا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے حجرِ اسود کا استیلام کیا بیت اللہ کا طواف کیا اور نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے حاضر ہو کر سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو کون ہے؟

میں نے عرض کی قبیلہ غفار سے ہوں۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنی پیشانی پر رکھا میں نے دل میں سوچا کہ میری قبیلہ بنو غفار کی طرف نسبت کرنے کو حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے ناپسند سمجھا، میں نے آپ کے ہاتھ مبارک کو پکڑنا چاہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو روکا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مجھ سے زیادہ جاننے والے تھے، انہوں نے مجھ سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بدشگونی دور کرنے کے لئے ایسا کیا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرِمبارک اٹھا کر مجھ سے پوچھا کہ تم کب سے یہاں ہو؟

میں نے عرض کی تین دن سے۔ آپ نے پوچھا تم کو کھانا کون دیتا ہے؟ میں نے کہا زمزم کے پانی کے علاوہ میرا کوئی کھانا نہیں ہے، لیکن اس کے ساتھ میں اتنا موٹا تازہ ہوگیا ہوں کہ میرے پیٹ میں سلوٹیں پڑ گئیں اور میں اپنے جگر میں بھوک کا اثر بھی محسوس نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مبارک پانی کھانے کا کھانا اور بیمار کے لئے شفا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت آج ان کے کھانے کے لئے مجھے اجازت دے دیجیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چل پڑے میں بھی ان کے ساتھ ہوگیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دروازہ کھولا اور مٹھیاں بھر بھر کر طائف کی کشمش ہمارے لئے لاتے رہے یہ پہلا کھانا تھا جو میں نے مکہ مکرمہ میں کھایا۔

ایک حدیث کے لئے مہینہ کا سفر

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری کتاب العلم میں ''علم کے لئے نکلنے کے باب'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث سیکھنے کے لئے ایک مہینہ کا سفر کیا۔

اسی حدیث کی طرف امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''ادب المفرد'' کے باب المعانقہ میں اشارہ کیا ہے کہ عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ میں نے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے بارے میں سنا کہ انہوں نے ایک حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ میں نے ایک اونٹ خریدا اور رختِ سفر باندھا ایک مہینہ تک میں نے سفر کیا اور عبداللہ بن انیس کے پاس شام پہنچا میں نے ان کے دربان کو کہا کہ عبداللہ بن انیس کو کہو کہ جابر دروازے پر ہے۔ اس نے کہا کہ جابر بن عبداللہ؟ میں نے کہا ہاں! عبداللہ بن انیس باہر نکلے میرے ساتھ معانقہ کیا میں نے ان کو کہا کہ مجھے ایک حدیث کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، مجھے یہ ڈر محسوس ہوا کہ کہیں مجھے یا آپ کو اس کے سننے سے پہلے موت نہ آجائے (اس لئے میں نے یہ سفر اختیار کیا)۔

عبداللہ بن انیس نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ اسی حالت میں اٹھائے جائیں گے کہ ننگے بدن اور غیر مختون ہوں گے اور ان پر کچھ بھی نہ ہوگا اللہ کریم اس موقعہ پر ایسی آواز سے پکاریں گے کہ دور والے بھی اسی طرح سنیں گے جس طرح قریب والے، فرمائیں گے کہ میں بادشاہ ہوں اور میں ہی بدلہ لینے والا ہوں، جو جنتی کسی جہنمی کو کسی انصاف میں مطلوب ہو اس کے لئے جنت کا داخلہ نہیں، اور جو جہنمی کسی جنتی کو انصاف میں مطلوب ہو اس کے لئے جہنم میں داخلہ نہیں، یعنی جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں بغیر حساب کے تصفیہ کے داخل نہ ہو سکیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ کیسے ہو سکے گا جب ہم اللہ کے پاس ننگے حالت میں جائیں گے، اور حساب و کتاب تو نیکیوں اور برائیوں سے ہوگا۔

خطیب بغدادی نے حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی کتاب ''الرحلة فی طلب الحدیث'' میں مختلف طرق سے نقل کیا ہے، اور خطیب بغدادی کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث نے اس حدیث کو ان صحابہ کی احادیث میں ذکر کیا ہے جنہوں نے

صرف ایک حدیث کے سماع کے لئے سفر کیا، خطیب بغدادی کی کتاب "الرحلة" ایک نافع اور علم کے لئے سفر اختیار کرنے والوں میں تحریک اور داعیہ پیدا کرنے والی کتاب ہے آپ اس کو ضرور پڑھیں تاکہ آپ بھی حصول علم کے لئے سفر اختیار کریں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حصولِ علم کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اتنی حرص تھی جو اس سفر سے ثابت ہو رہی ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص طلبِ علم کے لئے سفر کرتا ہے تو کیا وہ ایک بڑے عالم کے پاس مستقل رہ جائے یا برابر سفر کرتا رہے؟

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ سفر برابر اختیار کئے رکھے اور مختلف علاقوں کے علماء سے کتابتِ علم کرتا رہے، لوگوں کے قریب ہوتا رہے اور ان سے علم حاصل کرتا رہے۔

کثرتِ مشائخ سے علم میں کمال آتا ہے

مشہور فلسفی علامہ قاضی فقیہہ، مؤرخ، ماہر عمرانیات وعلوم معاشرت، عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۷۳۲ھ، وفات ۸۰۸ھ) نے مقدمہ ابن خلدون میں فرمایا کہ علم کیلئے سفر اور مشائخ کے ساتھ ملاقات سے علم میں کمال پیدا ہوتا ہے اس وجہ سے کہ انسان معارف واخلاق اور مذاہب کی اعلیٰ اقدار اور فضائل کبھی تو علم، تعلیم اور ملاقات سے حاصل کرتا ہے، اور کبھی اس کے سامنے بیان کرنے سے، ہاں مباشرتاً تلقین سے جو ملکہ اور استعداد پیدا ہوتی ہے اس میں استحکام اور رسوخ زیادہ ہوتا ہے، پس ملکات اوران میں رسوخ کا دارومدار کثرتِ شیوخ پر ہے۔

تعلیمِ علوم میں اصطلاحات کا استعمال علم کے ایک جزء کے طور پر ہمیشہ رہا ہے لیکن اصطلاحات کی سمجھ طالب علم پر مشتبہ ہی رہتی ہے، اس لئے کہ معلمین کا طریقہ اس میں مختلف ہوتا ہے، مختلف اساتذہ سے بالمشافہ اخذِ علم سے یہ اشتباہ دور ہو جاتا ہے۔

پس اہل علم سے ملاقات اور مشائخ کی کثرت اصطلاحات میں کثرتِ طرق کے اشتباہ میں تمیز کا فائدہ دیتا ہے ورنہ علم ان اصطلاحات کے فوائد سے خالی ہوگا۔ اور یہ بات بھی جان لینی چاہیئے کہ یہ اصطلاحات بھی تعلیم کا ایک گوشہ اور مقصود تک وصول کا طریقہ ہے۔ ملکہ میں استحکام اور رسوخ کے لئے اس کی قوتیں بلند ہو جاتی ہیں، اس کے معارف صحیح اور دوسروں سے ممیز ہو جاتے ہیں، جب کہ ملکہ میں تقویت بالمشافہ اخذِ علم، تلقین اور تکثیرِ مشائخ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ کام اس شخص کے لئے ہے جس کے لئے اللہ کریم نے علم و ہدایت کے طریقے آسان کر دیئے ہیں۔ طلبِ علم کے لئے سفر کرنا ضروری ہے تاکہ مشائخ کی ملاقات اور لوگوں کے میل جول کی وجہ سے یہ فوائد اور کمال حاصل ہو جائے۔ "وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ"

ان سے سن کر تسلی ہوئی

خطیب بغدادی نے اپنی کتاب "الكفايه فى علم الروايه" میں جلیل القدر تابعی ابوالعالیہ رفیع بن مہران الریاحی البصری (المتوفی ۹۳ھ) سے نقل کیا ہے کہ ہم بصرہ میں رہ کر اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث کا سماع کیا کرتے تھے، لیکن تسلی اس وقت ہوتی جب ہم مدینہ منورہ جا کر خود ان کی زبان سے سن لیتے۔

ایک حدیث کے لئے سفر

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے "البدايه والنهايه" میں سید التابعین عالمِ

مدینہ حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۱۳ھ۔ وفات ۹۴ھ) سے نقل کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں کئی دنوں اور راتوں کا سفر ایک حدیث کے لئے کیا کرتا تھا۔

تین احادیث کے لئے سفر

حافظ رامہرمزی نے "المحدث الفاصل بین الراوی الواعی" میں جلیل القدر تابعی امام شعبی عامر بن شراحیل کوفی ہمدانی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۱۹ھ۔ وفات ۱۰۳ھ) سے نقل کیا ہے کہ ان کے سامنے تین احادیث کا ذکر کیا گیا وہ ان کی طلب میں کوفہ سے مکہ مکرمہ کے لئے عازمِ سفر ہوئے فرمایا کہ شاید میری ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سے ہو جائے یا اس شخص سے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سے ملاقات کی ہو۔

ایک حدیث کے لئے تین ماہ کا انتظار

حافظ دارمی نے اپنی سنن، اور خطیب بغدادی "الرحلة فی طلب الحدیث" میں جلیل القدر تابعی علامہ ابوقلابہ عبداللہ بن زید الجرمی البصری رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۰۴ھ سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں میں نے مدینہ میں تین ماہ صرف اس لئے قیام کیا کہ مجھے ایک شخص کے آنے کے بارے میں معلوم ہوا جن کے پاس ایک حدیث ہے اس کے علاوہ میری اور کوئی حاجت نہیں تھی، یہاں تک کہ وہ تشریف لائے اور وہ حدیث انہوں نے مجھ کو بیان کر دی۔

کم عمری سے طلبِ حدیث کے لئے سفر

ابوالایمن العلیمی کی کتاب "المنہج الاحمد" میں آیا ہے بلکہ انہوں نے اپنی کتاب امام احمد کے احوال سے شروع کی فرمایا، کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے

طلبِ حدیث سولہ سال کی عمر میں شروع کی ۱۸۳ھ میں آپ نے کوفہ کا سفر کیا یہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا پہلا سفر تھا، بصرہ کا سفر آپ نے ۱۸۶ھ میں کیا، ۱۸۷ھ میں آپ نے سفیان بن عیینہ سے اخذِ علم کے لئے مکہ مکرمہ کا سفر کیا، اسی سال آپ نے پہلا حج بھی کیا، امام عبدالرزاق سے اخذِ علم کے لئے آپ نے ۱۹۷ھ میں امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت ورفاقت میں صنعا یمن کا سفر اختیار کیا۔

اینٹ کا تکیہ

حافظ ابن الجوزی نے ''مناقب امام احمد'' میں اور فقیہہ احمد بن حمدان الحنبلی نے اپنی کتاب ''صفة الفتویٰ والمفتی والمستفتی'' اور حافظ ابن کثیر نے ''البدایه والنهایه'' میں لکھا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے علم اور سنت کے حصول کے لئے سرحدوں، پہاڑوں کی بلندیوں، ساحلوں، مغرب (مراکش) الجزائر، مکہ، مدینہ، حجاز، یمن، عراق، فارس، اور خراسان وغیرہ کا سفر کیا پھر بغداد واپس آیا۔

فرماتے ہیں کہ میں کوفہ گیا وہاں میں ایک کمرہ میں ٹھہرا میرے سرہانے ایک اینٹ ہوا کرتی تھی، وہاں مجھے سخت بخار ہوا، میں اپنی والدہ رحمہا اللہ کے پس واپس آگیا کیونکہ جاتے ہوئے میں نے ان سے اجازت نہیں لی تھی، اور اگر میرے پاس ۹۰ درہم ہوتے تو میں جریر بن عبدالحمید کے پاس ری (آج کل ری طہران ہے) چلا جاتا، میرے بعض ساتھی تو چلے گئے لیکن میں نہ جا سکا اس لئے کہ میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔

ایک کتاب کی ترتیب کے لئے دو مرتبہ کرۂ ارض کا سفر

حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال میں لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا کہ میں نے پانچ حج کئے جن میں تین حج

میں نے پیادہ کیے (یعنی بغداد تا مکہ مکرمہ) اور میں نے ایک ایک حج پر تیس تیس درہم خرچ کیے، امام ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "صید الخاطر" میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ دنیا کا چکر لگا کر اپنی مسند مرتب کی۔

نیشا پور سے بغداد کی طرف سفر

حافظ فقیہہ، محدث، امام ابویعقوب اسحاق بن منصور الکوسج المروزی رحمہ اللہ تعالیٰ (وفات ۲۵۱ھ) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں اور ان سے فقہ کے مسائل کے راوی ہیں، مروہ سے بغداد آکر انہوں نے امام احمد سے حدیث اور فقہ حاصل کی، پھر خراسان واپس لوٹ کر نیشا پور میں سکونت اختیار کی، پھر ان کو خبر پہنچی کہ جو مسائلِ فقہ تم امام صاحب سے نقل کرتے ہو ان سے امام صاحب نے رجوع کیا ہے، یہ نیشا پور سے بغداد کی طرف چل پڑے تا کہ امام احمد کی رائے ان مسائل میں معلوم کریں۔

شیخ کو بھی تعجب

ابن ابی یعلی نے "طبقات الحنابلہ" اور ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" اور العلیمی نے "المنہج الاحمد" میں لکھا ہے کہ امام اسحاق بن منصور الکوسج فقیہہ اور عالم تھے، انہوں نے امام احمد سے فقہی مسائل مدون کیے۔ حسان بن محمد کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے مشائخ سے سنا وہ بیان کیا کرتے تھے کہ اسحاق بن منصور کے پاس جب یہ خبر پہنچی کہ یہ مسائل جن میں یہ اشتغال رکھتے ہیں سے امام احمد نے رجوع کر لیا، تو امام اسحاق بن منصور نے ان مسائل کو ایک تھیلے میں ڈال کر اپنی پشت پر لاد لیا اور بغداد کی طرف پیدل چل پڑے، مسائل کی یہ گٹھڑی ان کی پشت پر تھی انہوں نے امام احمد کو وہ خطوط بھی پیش کیے جن میں انہوں نے امام احمد سے مسائل پوچھے تھے، امام احمد نے دوبارہ اپنی وہی رائے قائم رکھی اور دوبارہ بھی انہی مسائل کی تصویب کی،

امام احمد ان کی اس شان سے تعجب کیا کرتے تھے۔

تحصیلِ علم کا انوکھا واقعہ

یہ ایک دوسرا عجیب وغریب واقعہ ہے جو ایک اندلسی عالم کو پیش آیا، جنہوں نے اندلس سے مشرق تک کا سفر پیدا کیا، تاکہ کسی امام سے ملاقات کر کے اس سے علم حاصل کریں، لیکن جب وہ اس عالم کے پاس پہنچ گئے تو وہ قید میں تھے اور لوگوں کے ساتھ میل جول سے ان کو منع کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے اس طرح حیلہ اختیار کر کے اس عالم سے ملاقات کی اور ان سے علم حاصل کیا، کہ اگر یہ وقوع پذیر نہ ہوتا تو دل میں اس طرح کے حیلہ کا خیال بھی نہ گزر سکتا تھا۔

تاریخ عجائب وغرائب کا مجموعہ ہوتی ہے۔ یہ عالم امام بقی الدین بن مخلد اندلسی تھے، ذہبی کی "سیر اعلام النبلاء" اور العلیمی کی "اختصار النابلسی فی طبقات الحنابله" میں امام بقی الدین بن مخلد رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال میں لکھا ہے وہ ابوعبدالرحمٰن حافظ بقی الدین بن مخلد اندلسی (پیدائش ۲۰۱ھ وفات ۲۷۶ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

آپ نے بغداد کا سفر پیادہ کیا اس وقت آپ کی عمر تقریباً بیس برس تھی اس سفر کا سب سے اہم مقصد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر کے علم حاصل کرنا تھا۔

ان سے نقل کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب میں بغداد کے قریب پہنچا تو مجھے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ابتلاء اور آزمائش کا علم ہوا، اور یہ کہ آپ کو اجتماع سے منع کیا گیا ہے، اور آپ سے سماع کی بھی ممانعت ہے، میں اس خبر سے سخت غمگین ہوگیا ایک ہوٹل میں جگہ کرایہ پر حاصل کر کے سامان رکھ کر میں کسی دوسری طرف نہ جا سکا بلکہ سیدھا مسجد جامع الکبیر آگیا، میں حلقات میں بیٹھ کر ان کے علمی مذاکرے دیکھنا

چاہتا تھا، ایک بڑے حلقے تک پہنچا وہاں ایک صاحبِ رجال پر بحث کر رہے تھے کسی کو ضعیف اور کسی کو قوی بتلا رہے تھے، میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے صاحب سے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو انہوں نے کہا کہ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، میں کھڑا ہوگیا، اور میں نے کہا اے ابوزکریا! اللہ آپ پر رحم فرمائے، میں ایک اجنبی دور دراز کا رہنے والا ہوں میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں آپ مجھے ہلکا نہ سمجھیں، انہوں نے مجھے کہا کہ آپ اپنا سوال کیجیے۔ میں نے بعض اہلِ الحدیث جن سے میں نے ملاقات کی تھی کا تذکرہ کیا، انہوں نے بعض کا تزکیہ کیا اور بعض پر جرح کی۔

میں نے ان سے سوال کے آخر میں ہشام بن عمار کے بارے میں پوچھا، میں نے ان سے بہت علم حاصل کیا تھا، انہوں نے کہا کہ ابوالولید عمار بن ہشام نماز والے تو ثقہ ہیں اور ثقات سے بھی زیادہ ثقہ ہیں، اگر اس کی چادر کے نیچے تکبر ہو یا اس نے تکبر کا قلاوہ پہنچا تو تب بھی اس کو اس کے خیر وفضل کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں، اس کے بعد اہل حلقہ نے آواز لگائی کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے، بس آپ کے لئے اتنا کافی ہے اور کسی کو بھی سوال کا موقعہ دیجیے۔

میں نے کھڑے کھڑے ان کو کہا کہ بس ایک شخص امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ پر کچھ تبصرہ کر دیجیے تو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو متعجب اور حیران کن نظروں سے دیکھا اور فرمایا ہمارے جیسے لوگ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ پر کیا تبصرہ کر سکتے ہیں وہ تو امام المسلمین میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں، پھر میں نے وہاں سے نکل کر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا راستہ پوچھنا شروع کر دیا، مجھے ان کے گھر کا راستہ بتا دیا گیا میں نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا، وہ باہر تشریف لائے، دروازہ کھولا تو ان کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جس کو وہ پہچانتے نہ تھے، میں نے ان کو عرض کی، ابوعبداللہ میں ایک پردیسی ہوں اور اس شہر مین میری پہلی آمد ہے، اور حدیث کا طالبِ علم اور سنت کو جمع کرنے والا ہوں، اور میرے سفر کا مقصد

آپ تک ہی پہنچنے کا تھا، انہوں نے فرمایا کہ ''اسطوان'' یعنی اندر کے راستے کی طرف آجاؤ لیکن خیال رکھیں آپ کو کوئی دیکھ نہ لے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو کہا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو میں نے کہا کہ مغربِ اقصیٰ کا انہوں نے کہا کہ افریقہ کے رہنے والے ہو، میں نے کہا افریقہ سے بہت دور ہوں، میں اپنے ملک سے افریقہ کے لئے سمندر پار کر کے آتا ہوں، میں اندلس کا ہوں، امام صاحب نے فرمایا تمہاری جگہ واقعی دور ہے مجھے سب سے زیادہ پسند یہی بات ہے کہ میں تمہارے جیسے آدمی کے مطلب میں اس کی اعانت کروں، لیکن میں ابتلا میں ہوں جس کا حال شاید آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا، میں نے جواب میں عرض کیا کہ آپ کی ابتلا کا علم مجھ کو اس وقت ہوا جب آپ کے قصد سے میں آپ کے شہر کے قریب پہنچ چکا تھا۔

پھر میں نے عرض کی ابوعبداللہ اس شہر میں یہ میری پہلی آمد ہے اور مجھ کو یہاں کوئی نہیں جانتا، اگر آپ اجازت دیں تو میں روزانہ آپ کے دروازے پر مانگنے والے سائل کی طرح آیا کروں، اور سائلوں کی طرح صدا لگاؤں اور آپ اس جگہ تک تشریف لے آئیں، اگر آپ مجھ کو روزانہ ایک حدیث بھی سنا دیں تو میرے لئے کافی ہے۔ انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن اس شرط پر کہ تم کسی علمی حلقہ میں اس کا تذکرہ نہیں کرو گے، اور نہ ہی اہلِ علم اصحاب حدیث میں اس کا تذکرہ کرو گے۔ میں نے کہا آپ کی شرط منظور ہے۔

میں ہاتھ میں لاٹھی لیتا اور سر پر سائلوں کی طرح کپڑا باندھتا کاغذ اور دوات تھیلے میں ڈالتا امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر آکر صدا لگاتا ''اجر کم علی اللّٰہ'' تمہارا ''اجر وثواب'' اللہ کے ذمہ ہے، وہاں مانگنے یہ صدا لگائی جاتی تھی، امام صاحب باہر تشریف لاتے گھر کا دروازہ بند کر لیتے، اور مجھ کو دو یا تین یا اس سے زیادہ حدیثیں سناتے یہاں تک کہ میں نے تین سو احادیث جمع کر لیں، میں پابندی

سے آتا رہا اسی اثنا میں آپ کو آزمائش میں مبتلا کرنے والا مرگیا، اس کے بعد جو بادشاہ آیا اس کا تعلق اہل سنت سے تھا، اس نے امام احمد کی پابندی ختم کی، آپ کا تذکرہ بلند ہوا لوگوں کی نظروں میں آپ کو بہت عظمت حاصل ہوئی، آپ کی امامت کے چرچے بلند ہوگئے لوگ دور دراز سے سفر کر کے آپ کے پاس آنے لگے، میرے صبر واستقامت کو امام صاحب قدر کی نظر سے دیکھتے تھے۔ میں جب بھی آپ کے حلقہ درس میں آتا تو آپ حلقہ میں کشادگی کروا کر مجھ کو اپنے قریب بٹھا دیتے، پھر اصحابِ حدیث کو فرماتے کہ اس پر طالبِ علم کا نام صحیح طریقے پر صادق آتا ہے، اور جو واقعہ مجھ کو پیش آیا طالب علموں کے سامنے بیان فرماتے، لکھی ہوئی احادیث کا مجموعہ مجھ کو عطا فرماتے کبھی مجھ کو پڑھ کر سناتے اور کبھی مین آپ کو پڑھ کر سناتا۔

اسی اثنا میں میں بیمار ہوگیا اتنا شدید بیمار کہ قریب المرگ ہوگیا، انہوں نے مجھ کو اپنی مجلس سے غیر حاضر پایا تو میرے بارے میں پوچھا جب میری بیماری کا ان کو علم ہوا تو فوراً اپنی مجلس سے اہل علم کے ساتھ میری عیادت کو چل پڑے، میں نے جو کمرہ کرایہ پر حاصل کیا تھا میں وہاں اس حالت میں لیٹا ہوا تھا کہ میرا نمدہ نیچے چادر اوپر اور کتابیں سرہانے پڑی ہوئی تھیں، میں نے سنا اور سرائے کے لوگوں کی آواز گونج اٹھی وہ کہہ رہے تھے یہ ہیں، وہ دیکھو امام المسلمین تشریف لا رہے ہیں، سرائے کا مالک جلدی سے میری طرف آیا اور کہا، ابوعبدالرحمٰن دیکھو یہ ابوعبداللہ احمد بن حنبل امام المسلمین تمہاری عیادت کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ امام صاحب داخل ہوئے اور میرے سرہانے تشریف فرما گئے میرا کمرہ ان کے شاگردوں سے بھر چکا تھا اس میں مزید گنجائش نہ تھی، کچھ دوسرے اطراف میں پھیل کر کھڑے ہوگئے ہر ایک کے ہاتھ میں قلم تھا امام صاحب نے میرے لئے یہ کلمات ارشاد فرمائے ”اے ابوعبدالرحمٰن تم کو اللہ کی طرف سے ثواب کی بشارت ہو اور صحت کے ایسے ایام کی جن میں بیماری نہ ہو، بیماری کے ان ایام میں جن میں صحت نہیں، اللہ تمہیں عافیت کی

طرف بلند کر دے، اور اپنی شفا والا داہنا ہاتھ تم پر پھیر دے" میں نے دیکھا کہ تمام لوگوں کی قلمیں ان کے الفاظ تحریر کر رہی تھیں، ایام صحت اور ایام مرض سے امام کی یہ مراد ہے کہ صحت کے ایسے دن کہ جن میں مرض کا دل میں خیال بھی نہ ہو، ان میں انسان کے عزائم قوی ہوتے ہیں امیدیں زیادہ ہوتی ہیں اور انسان جب بیماری کو اپنے سے دور دیکھتا ہے تو اس کی سرکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور سخت بیماری میں صحت کی طرف خیال نہیں جاتا تو امیدوں کا ضعف اور کمزوری انسان پر ڈیرے ڈال دیتی ہے، جب صحت کا لباس انسان سے اتر جاتا ہے تو انسان کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے اور ناامیدی کی اس پر حکمرانی ہوتی ہے۔

امام صاحب کے اس قول میں اللہ کریم کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے (ترجمہ) "اور اگر چکھا دیں ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت پھر وہ چھین لیں اس سے تو وہ ناامید ناشکرا ہوتا ہے اور اگر ہم چکھا دیں اس کو آرام بعد تکلیف کے جو پہنچی تھی اس کو تو بول اٹھے دور ہوئی برائی مجھ سے وہ اترانے والے شیخی خورا ہے مگر وہ لوگ جو صابر ہیں اور نیکیاں کرتے ہیں ان کے واسطے بخشش ہے اور ثواب بڑا۔"

اس کے بعد امام صاحب تشریف لے گئے، پھر سرائے والے لوگ آ گئے وہ میرے ساتھ بہت مہربانی اور نرمی کرنے لگے، دیانتداری اور ثواب کی نیت سے میری خدمت کرنے لگے ان میں کوئی تو میرے لئے اچھا سا بچھونا کوئی اچھا لحاف اور کوئی اچھی غذا لاتا، انہوں نے میری عیادت میرے گھر والوں سے زیادہ کی اگر میں اپنے گھر ہوتا، ان کا یہ اچھا سلوک میرے ساتھ ایک صالح شخص کا میری عیادت کے لئے آنے کی وجہ سے ہوا بقی بن مخلد رحمہ اللہ تعالیٰ ۲۷۶ھ میں اندلس میں فوت ہوئے۔

شوق علم کے لئے طویل سفر

ڈاکٹر محمد فواد سرکین نے اپنی کتاب "التراث العربی" میں امام بقی الدین بن

مخلد رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال میں لکھا ہے کہ امام بقی الدین بن مخلد قرطبی نے مصر، شام، حجاز اور بغداد کے دو سفر کیے اور دونوں ہی سفر علم کے لئے تھے پہلے سفر کا دورانیہ چودہ سال اور دوسرے کا بیس سال تھا، آپ نہ بھولیں کہ اندلس سے ان کے سفر پیادہ پا ہوا کرتے تھے، جیسا کہ انہوں نے خود اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے جس طرف بھی سفر کیا وہ پیدل تھا۔ اور جس شہر میں بھی کسی سے میں نے سماع کیا تو وہاں بھی پیدل ہی چل کر گیا، ان کے شاگرد ابوعبدالملک احمد بن محمد القرطبی کہتے ہیں کہ امام بقی الدین بن مخلد لمبے قد مضبوط جسم چلنے پر قدرت رکھنے والے تھے، آپ کو کبھی بھی سواری پر سوار نہیں دیکھا گیا آپ بہت تواضع اور پابندی کے ساتھ لوگوں کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والے تھے، پس اللہ ہی کے لئے ان کا خیر اور تحصیلِ علم پر ان کا صبر اور ان کا علمی شوق ہو، اور اللہ کے لئے ہی ہے ان کا اپنی زندگی کو تحصیلِ علم اور جمع علم پر صرف کرنا، ایک شاعر نے کہا ہے کہ اگر اللہ کے بنانے کے عجائبات نہ ہوتے تو یہ فضائل کسی گوشت اور ہڈیوں میں نہ پیدا ہوتے۔

حصول علم حدیث کے لئے سفر پر سفر

امام حافظ ابن ابی حاتم الرازی نے اپنی کتاب "تقدمة الجرح والتعديل" میں اپنے والد امام ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی (۱۹۵۔ ۲۷۷) کے احوال میں جہاں ان کے طلبِ علم کے سفر کا تذکرہ کیا ہے، لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا آپ نے فرمایا کہ حصول علم حدیث کے لئے جب میں پہلی مرتبہ نکلا تو اس سفر میں مجھ کو سات سال کا عرصہ لگا، جو مسافت میں نے پیدل طے کی اس کا میں نے حساب کیا تو وہ ایک ہزار فرسخ تھا (ایک فرسخ تقریباً پانچ کلومیٹر کا ہوتا ہے) اور ابھی تک میں مسافت گنتا ہوں جب ہزار فرسخ سے زیادہ سفر ہو جاتا ہے تو چھوڑ دیتا ہوں۔

اور بغداد سے جو چل کر میں کوفہ گیا ہوں تو اس جانے کی تعداد کو میں نے گنا

نہیں اور مکہ مکرمہ سے کئی مرتبہ میں مدینہ منورہ گیا ہوں، میں مغربِ اقصیٰ (اندلس) کے شہر ''سلا'' کے قریب سمندر سے نکل کر مصر کی طرف پیدل گیا، مصر سے رملہ پیدل گیا، رملہ سے بیت المقدس اور پھر رملہ سے عسقلان، اور رملہ سے طبریہ کی طرف اور طبریہ سے دمشق، دمشق سے حمص، حمص سے انطاکیہ، انطاکیہ سے طرسوس، پھر طرسوس سے واپس میں حمص آ گیا، کیونکہ ابوایہان سے علم حدیث کا کچھ سماع ابھی باقی تھا، میں نے اس حصہ کا سماع کیا۔ پھر حمص سے بیسان آ گیا، اور بیسان سے رقہ اور رقہ سے دریائے نیل کے ذریعے سفر اختیار کیا، کوفہ کی طرف یہ تمام سفر میں نے بالکل پیدل کئے۔ یہ تو میرے پہلے سفر کی روداد ہے جب میں بیس سال کا تھا اور یہ سفر سات سال کے دورانیہ کا تھا میں ری سے ۲۱۳ھ کو رمضان کے مہینہ میں نکلا اور ۲۲۱ھ کو واپس آیا۔

دوسرا سفر میں نے سنتالیس (۴۷) کی عمر میں کیا سفر کا آغاز ۲۴۲ھ میں کیا اور ۲۴۵ھ تین سال بعد سفر کا اختتام ہوا اور میں واپس لوٹا۔

امام ارغیانی کی شانِ یکتائی

سمعانی نے ''الانساب'' اور ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ ارغیانی (ولادت ۲۲۳ھ وفات ۳۱۵ھ) کے احوال میں لکھا ہے نام کا تذکرہ یوں ہے۔

''ھو الحافظ البارع الجوال القدوۃ محمد بن المسیب بن اسحٰق الارغیانی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ.

امام حاکم ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ وہ عابد ترین مجتہدین میں سے تھے، صدق اور تقویٰ کے ساتھ علم حدیث کے لئے کثرت سے چلنے پھرنے والے تھے، میں نے اپنے کئی مشائخ کو حافظ ارغیانی سے نقل کرتے ہوئے سنا، کہ حافظ ارغیانی فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کے جتنے منابر سے علم حدیث کی صدا گونجتی ہے میں نے ان

میں سے کوئی ایک منبر نہیں چھوڑا جہاں میں سماع حدیث کے لئے داخل نہ ہوا ہوں۔

امام ابوعلی حسین بن علی حافظ نیشا پوری محدث اسلام جو کہ ضبط واتقان، ورع و تقویٰ، حفظ مذاکرہ، اور تصانیف میں یکتاء روزگار تھے، فرماتے تھے کہ امام محمد بن المسیب مصر میں جارہے تھے اوران کے تھیلے میں ایک لاکھ احادیث کا مجموعہ تھا ابوعلی سے پوچھا گیا کہ یہ کس طرح ممکن ہوا تو فرمانے لگے کہ اجزاء چھوٹے تھے اور باریک خط سے لکھے گئے تھے اور ہر جز میں گنتی کی ایک ہزار احادیث تھیں، امام ارغیانی اپنے ساتھ ایک سو اجزاء لے کر چلتے تھے، یہ مجموعہ اس حساب سے اتنا ہی بنتا ہے جو ان کی شان کے بارے میں مشہور ہے۔ امام ارغیانی جب حدیث پڑھتے ہوئے یہ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو اس جملہ پر اتنا روتے کہ ہم کو ان پر ترس آجاتا زیادہ رونے کی وجہ سے وہ نابینا ہوگئے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

خود اپنے جیسا نہ دیکھا

علامہ یاقوت الحموی نے "معجم الادباء" میں علامہ ذہبی نے "العبر" اور "تذکرۃ الحفاظ" میں امام ابوالحسن القطان القزوینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال میں لکھا ہے کہ امام حافظ علامہ، الجامع القدوۃ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ بن بحر القزوینی، قزوین کے محدث اور عالم ہیں (ولادت ۲۵۴ھ وفات ۳۴۵ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ۔

انہوں نے ۹۱ برس کی عمر پائی، مختلف ممالک کے سفر کئے اور مختلف شہروں میں مختلف شیوخ سے کتابتِ علم حدیث کی۔ انہوں نے امام ابن ماجہ سے ان کی "سنن" کی روایت کی ہے اور اتنے علماء وشیوخ سے روایت کی جن کی گنتی کی جا سکتی، انہی علماء میں سے امام ابوالحسن احمد بن فارس اللغوی القزوینی ہیں۔

امام ابویعلی الخلیلی نے اپنی کتاب "الارشاد فی طبقات البلاد" میں فرمایا کہ ابوالحسن علی بن ابراہیم تمام علوم علم تفسیر، نحو، لغت، اور فقہ کے عالم تھے۔ دین دیانت اور عبادت میں کوئی ان کے برابر نہ تھا انہوں نے ابوحاتم الرازی سے بھی سماع کیا اور تین سال ان کی طرف سفر کیا اور بہت سارے قزوینیوں، رازیوں، بغدادیوں سے اہل مکہ، صنعا یمن، ہمدان، جلوان اور نہاوند کے علماء سے انہوں نے سماع کیا، آپ کی عمر اتنی زیادہ ہوئی کہ حوادثات نے آپ کو گھیر لیا تھا۔

الخلیل فرماتے ہیں کہ میں نے قزوین کے علماء کی ایک جماعت سے سنا وہ کہا کرتے تھے کہ ابوالحسن نے اپنے جیسا صاحب فضل اور زاہد خود بھی نہیں دیکھا، تیس سال تک تو انہوں نے ہمیشہ روزے رکھے، روٹی اور نمک کے ساتھ وہ روزہ افطار کیا کرتے تھے۔

ابن فارس نے اپنے "امالی" میں لکھا ہے کہ میں نے ابوالحسن القطان سے جب ان کی عمر زیادہ ہوگئی تھی اور کمزور ہوگئے تھے سنا، آپ فرمار ہے تھے کہ جب میں علم کے لئے سفر پر نکلا تو میں نے اس دوران ایک لاکھ احادیث یاد کیں اور آج مجھے ایک سو حدیثیں بھی یاد نہیں، علم حدیث اور دیگر علوم کے لئے سفر کے دوران میری والدہ میرے فراق میں بہت زیادہ رویا کرتی تھیں، میرا گمان ہے کہ میری آنکھیں ان کے رونے کی وجہ سے بطور سزا کے ختم ہوئی ہیں امام ابوالحسن رحمہ اللہ تعالیٰ کے فضائل گنے نہیں جاسکتے۔

ایسے نسخے کے لئے سفر جن کو نان بائی بھی قبول نہ کرے

تذکرۃ الحفاظ میں امام "ابن المقریٔ" محمد بن ابراہیم الاصفہانی (متوفی ۳۸۱ھ) کے احوال میں آیا ہے کہ ابوطاہر احمد بن محمود کہتے ہیں کہ میں نے ابن المقریٔ سے سنا وہ فرمار ہے تھے کہ میں نے مشرق و مغرب کا چار مرتبہ طواف کیا۔

امام ذہبی نے لکھا ہے کہ ابن المقریؒ سے دو آدمیوں نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مفضل بن فضالہ المصری کے نسخے کے لئے ستر مرحلوں کا سفر طے کیا ہے، حالانکہ وہ ایسا نسخہ ہے کہ اگر کسی نان بائی کو ایک روٹی کے عوض وہ دیا جائے تو وہ اس کو قبول نہ کرے، اور فرماتے تھے کہ میں دس مرتبہ بیت المقدس میں داخل ہوا، یہ بات ذہن میں رہے کہ ان کا شہر اصفہان تھا۔

سترہ سو (۱۷۰۰) شیوخ سے استفادہ

امام ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں حافظ ابوعبداللہ بن مندہ رحمہ اللہ تعالیٰ (محمد بن اسحاق) (ولادت ۳۱۰ھ وفات ۳۹۵ھ) کے احوال میں لکھا ہے۔ کہ ان کے شیوخ جن سے انہوں نے علم حاصل کیا کی تعداد سترہ سو رہی ہے، انہوں نے اپنے ہاتھ سے کئی بوجھ علم کے لکھے، وہ جب ایک طویل سفر سے واپس لوٹے تو ان کی کتابیں کئی اونٹوں کے بوجھ کے برابر تھیں، یہاں تک کہا گیا کہ چالیس بوجھ تھے، ہم تک ایسی خبر اب تک نہیں پہنچی کہ جتنا سماع محمد بن اسحاق نے کیا یا جتنا علم انہوں نے جمع کیا کسی دوسرے نے بھی کیا ہو، علم کے لئے چلنا پھرنا ان پر ختم ہے اور کثرت کے ساتھ جمع کرنے میں یہ منفرد ہیں، جب کہ آپ حفظ، معرفت، سچائی اور کثرت تصانیف کا وصف بھی رکھتے ہیں۔ جعفر مستغفری کہتے ہیں کہ میں نے ابن مندہ سے پوچھا کہ ایک شیخ سے جو آپ نے سماع کیا اس کی مقدار کتنی ہے فرمایا کہ ایک ٹوکری یعنی دس بڑی جلدیں۔

پہلا سفر انہوں نے ۳۳۰ھ سے پہلے نیشا پور کی طرف کیا تھا، امام حاکم کہتے ہیں ۳۶۱ھ میں، میں نے بخاریٰ میں ان سے ملاقات کی تھی، اور اس کے بہت مدت بعد تک انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا تھا، پھر وہ ہمارے پاس نیشا پور ۳۷۵ھ میں بوقت واپسی وطن آئے تھے، جب انہوں نے حصولِ علم کے سفر کا آغاز کیا تھا تو ان

کی عمر بیس برس تھی اور جب واپس لوٹے تو ان کی عمر پینسٹھ ۶۵ سال تھی اور سفر کی مدت ۴۵ برس تھی۔ اس بڑھاپے کی عمر میں آپ نے وطن واپسی پر شادی کی اور اللہ نے کثیر عیال دی جن میں اکثر محدثین تھے۔

ابن مندہ کہتے ہیں کہ میں نے مشرق ومغرب کے دو دو دفعہ چکر لگائے ابوزکریا ابن مندہ کہتے ہیں کہ میں اپنے چچا کے ساتھ نیشا پور کے راستہ میں تھا جب ہم مجہ کے کنویں پر پہنچے تو میرے چچا نے مجھ سے بیان کیا کہ میں خراسان سے اپنے والد کے قافلہ میں آ رہا تھا، جب ہم یہاں پہنچے تو اونٹوں کے چالیس بھاری بوجھ یہاں پڑے ہوئے تھے، ہم نے سمجھا کہ کپڑے ہیں اس کے قریب ایک چھوٹا سا خیمہ تھا اور اس میں ایک شیخ تھے جب ہم نے ان کو دیکھا تو آپ کے والد تھے، ہم میں سے کسی نے پوچھا کہ یہ بوجھ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایسا سامان ہے جس کے ساتھ دلچسپی رکھنے والا اس زمانہ میں کوئی نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں، میرے چچا نے اس کے بعد بیان کیا کہ میرے خراسان سے قافلہ کے ساتھ آ رہا تھا، میرے پاس کتابوں کے بیس بھاری بوجھ تھے، تیرے والد کی اقتداء کے لئے میں نے ان کو اس کنویں کے پاس اتارا۔

آخری عمر میں بھی طلبِ حدیث کے لئے سفر

یہ تذکرہ ہے حافظ فقیہہ ابوسعد السمان الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۴۴۵ھ محدثین نسابین میں سے ہیں۔ فقہاء علماء اور قراء میں یکتاء روزگار مشرق ومغرب تک دنیا میں پیادہ پا گھومے ہیں، آپ کے اساتذہ کی تعداد تین ہزار (۳۰۰۰) ہے۔

حافظ قریشی نے "الجواهر المضيئه فى طبقات الحنفيه" میں شیخ ابوسعد السمان اسماعیل بن علی بن الحسین بن زنجویہ الرازی کے احوال میں لکھا ہے، کہ آپ حافظ زاہد معزلی شیخ العدلیہ (یعنی معتزلہ کے شیخ) ان کے عالم فقیہ اور ان کے

متکلم اور ان کے محدث تھے۔ آپ قرأت، حدیث، معرفۃ رجال، انساب، فرائض، حساب، شروط اور مقدرات میں بلاشرکت غیرے امام تھے۔

آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے اصحاب رحمہ اللہ تعالیٰ کے فقہ کے امام تھے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اختلافی مسائل کے عالم تھے نیز آپ فقہ زیدیہ اور کلام کے بھی امام تھے۔

آپ نے حج بھی کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کی زیارت بھی کی اور آپ عراق بھی گئے، مشرق بعید سے چل کر آپ خراسان کے شہر ''ری'' میں بھی داخل ہوئے، شام حجاز مراکش کے شہروں میں بھی آپ تشریف لے گئے، بہت سے شیوخ کی آپ نے زیارت کی تین ہزار اور چھ سو شیوخ سے آپ نے علم حاصل کیا۔ آخری عمر میں طلبِ حدیث کے لئے آپ نے اصفہان کا ارادہ بھی کیا، اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے کتابت حدیث نہ کی وہ اسلام کی حلاوت حاصل نہیں کرسکتا۔ ان کی مدح میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے خود بھی اپنی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔

ان اوصاف حمیدہ کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی زاہد، متقی بہت قیام کرنے والے اور بہت محنت و کوشش کرنے والے، بکثرت روزہ رکھنے والے، قناعت پسند، راضی بقاء اللہ تھے، انہوں نے ۹۴ سال کی عمر پائی لیکن کسی انسان کی پلیٹ میں انہوں نے انگلی تک داخل نہیں کی، ان پر کسی بھی شخص کا سفر وحضر میں کوئی احسان نہ تھا۔

پوری زندگی میں جو کتابیں جمع کیں تھیں وہ وقف کر کے اپنے بعد مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیں، وہ اپنے زمانہ کی تاریخ اور بقیۃ السلف والخلف تھے، بہت ساری کتابوں کے مصنف تھے، شادی نہیں کی تھی، جب موت کا وقت قریب آگیا اور جن کنی کا عالم تھا تو تبسم فرمارہے تھے جیسا کہ کوئی غائب آدمی اپنے اہل وعیال کے پاس جارہا ہو، یا جیسے مملوک اپنے مالک کے پاس آجائے ۴۴۵ھ میں ری میں اپنے مقام پیدائش میں ہی وفات پائی۔

طلبِ علم میں انتہائی مشقت

قفطی نے "ابناء الرواۃ" اور ابن خلکان نے "وفیات الاعیان" میں اور یاقوت نے "معجم الادباء" اور ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء" میں ابوزکریا بن یحییٰ بن علی التبریزی رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ خطیب تبریزی کے نام سے مشہور تھے (ولادت ۴۲۱ھ وفات ۵۰۲ھ بغداد میں) کے احوال میں لکھا ہے کہ ان کو ادب نحو، لغت اور ان کے علاوہ علوم میں معرفۃ تامہ حاصل تھی انہوں نے ابوالعلاء المعری رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ اہل ادب سے علم حاصل کیا۔

تبریز سے ان کا ابوالعلاء کی طرف معرہ جو کہ حلب شہر کے قریب ہے متوجہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ ان کو ابوالمنصور الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ کی لغت کی کتاب "التہذیب"، جو کئی جلدوں پر مشتمل تھی ملی، اس کے جو غامض اور قابل تحقیق حصے تھے یہ ان کی تحقیق کرنا چاہتے تھے، اس اخذ و تحقیق کے لئے وہ کسی لغوی عالم کی تلاش میں تھے، ان کی راہنمائی معرہ کی طرف کر دی گئی، یہ کتاب ایک تھیلے میں ڈال کر کندھوں پر لاد کر تبریز سے معرہ تک لائے، کرایہ پر سواری حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا، جس کی وجہ سے پیٹھ کے پسینے نے کتاب کی گٹھڑی میں اثر کیا اور کتاب پسینے سے تر ہوگئی وہ آج بھی بغداد کے بعض وقف مکتبوں میں موجود ہے، جس شخص کو صورت حال کا علم نہ ہو سمجھتا ہے کہ شاید کتاب پانی سے تر ہوئی ہے حالانکہ اس پر خطیب تبریزی کے پسینے کے علاوہ اور کچھ نہیں، طلب علم میں انتہائی محنت و مشقت نے ان کو اس جانب متوجہ کیا۔

کتنی حسرتیں قبروں میں مدفون ہیں

حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں حافظ مجود "الیورتانی" ابونصر حسن بن محمد بن ابراہیم الاصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۴۶۶ھ وفات ۵۲۷ھ) کے بارے

میں لکھا ہے۔ سمعانی کہتے ہیں کہ میں نے حافظ ابوالقاسم اسماعیل بن محمد التیمی الاصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ جو قوام السنہ کے لقب سے ملقب تھے سے ''الیورتانی'' کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ الیورتانی نے ابن خلف الشیرازی کی طرف سفر کیا، یہ آخری شخص ہیں جنہوں نے ان کی طرف سفر کیا، ان کے بعد اپنے والد کے ساتھ عبدالرحمٰن بن احمد الباغبانی کی طرف سفر کیا وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نیشاپور گئے تو میں داخل ہوتے ہی تیزی سے احمد بن خلف کے گھر کی طرف چلا جارہا تھا کہ مجھے الیورتانی ملے انہوں نے ڈانٹ کر کہا پہلے آؤ کہ میں تمہیں کھانا کھلاؤں، انہوں نے میرے سامنے کھانا رکھا ہم نے کھانا کھایا، پھر انہوں نے ابن خلف سے جو کچھ سن رکھا تھا نکال لائے، اور کہا وہ فوت ہوگئے ہیں میں نے ان کو دفن کردیا، عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ اس خبر سے میرا کلیجہ پھٹنے لگا۔

اللہ تعالیٰ سلف پر رحم فرمائے کہ ان کو شیوخ سے ملاقات کی اتنی حرص تھی، اور ملاقات نہ ہوسکنے کی صورت میں ان کو سخت حزن و ملال ہوتا اور یہی حسرتیں وہ اپنے ساتھ لے کر قبروں میں چلے جاتے، اس بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

(ترجمہ) ''ان سے علیک سلیک کی توفیق ہی نہ ہوئی کہ وہ اپنی راہ چل دیئے اور کتنی حسرتیں قبروں میں مدفون ہیں۔''

امام زمخشری کی ٹانگ کا ضائع ہونا

قاضی ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں عربی وعلوم عربی کے امام محمود بن عمر الخوارزمی الزمخشری رحمہ اللہ تعالیٰ (۴۶۷ھ، ۵۳۸ھ) کے احوال میں لکھا ہے۔

کہ میں نے بعض مشائخ سے سنا کہ زمخشری کی ایک ٹانگ بیکار تھی، بیساکھی کے سہارے چلتے تھے، ان کے پاؤں کے ناکارہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ خوارزم کے

بعض شہروں کے مابین سفر کے دوران ان پر سخت برف باری ہوئی، سخت سردی کی لپیٹ میں آنے کی وجہ سے آپ کا پاؤں ناکارہ ہوگیا تھا، ان کے پاس ایک رجسٹر ہوا کرتا تھا جس میں بہت سارے لوگوں کی شہادتیں درج تھیں کہ ان کا پاؤں سردی کی وجہ سے ناکارہ ہونے کے سبب کاٹا گیا ہے، یہ رجسٹر اس لئے ساتھ لئے پھرتے تھے کہ جس کو صحیح صورت حال کا علم نہ ہو وہ شاید یہ نہ سمجھے کہ ان کی ٹانگ کسی مشکوک سرگرمی کی وجہ سے کاٹی گئی ہے، برف اور سردی کے اثرات بہت سے لوگوں پر ہوئے ہیں، اور ان کے اعضاء ناکارہ ہو جاتے ہیں، خصوصاً خوارزم کے شہروں میں کہ وہاں انتہائی سردی ہوتی ہے، میں نے بہت سارے لوگوں کا مشاہدہ کیا ہے جن کے اعضاء سردی کی وجہ سے ناکارہ ہوتے ہیں، جس شخص کو علم نہ ہو تو وہ اس کو بعید نہ سمجھے۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ امین الحسینی مفتی فلسطین سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ ماسکو میں سردیوں کے موسم میں ایک شخص کو دیکھا وہ سخت سردی کی وجہ سے اپنے ہاتھوں سے اپنے کانوں کو مل رہے تھے کہ ان کا کان نکل کر ان کے ہاتھ میں آگیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کے بدلے ہاتھوں کے کٹنے کی کوئی وقعت نہیں

اللہ رحم فرمائے امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۵۰۸ھ وفات ۵۹۷ھ) پر وہ اپنی علمی انہماک اور تحصیلِ علم کے شوق میں اپنی جوانی صرف کرنے کو بیان فرماتے ہیں۔ اپنی کتاب ”صید الخاطر“ میں اس انہماک کا حصہ جوانی اور بڑھاپے کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی جوانی کا زمانہ علم میں خرچ کیا تو بڑھاپے میں اپنے بوئے ہوئے کے پھل چننے پر اس کی تعریف کی جائے گی، اور اپنے جمع کئے ہوئے کی تصنیف سے لذت حاصل کرے گا، بدن کی

لذات سے اگر کوئی لذت اس سے مفقود ہو تو لذت علم کے مقابلہ میں وہ بدنی لذت سے کمی محسوس نہیں کرے گا، جب کہ اس کے ساتھ وہ لذتیں بھی ہیں جو اس نے مطلوب کے حصول کے لئے تامل اور غور وفکر میں پائیں، بلکہ بعض مرتبہ یہ اعمال زیادہ فرحت بخش ہوتے ہیں مطلوب تک رسائی سے۔

(ترجمہ شعر) ”اس کے وصال کی تمنا نے مجھ میں طرف کی کیفیت پیدا کردی، اور بہت سی امیدیں کامیابی حاصل کرنے سے زیادہ میٹھی ہوتی ہیں۔“

میں نے اپنے بارے میں غور و تامل کیا اپنے قبیلے کے ان لوگوں کے مقابلہ میں جنہوں نے اپنی عمریں دنیا کمانے میں لگائیں اور میں نے اپنا بچپن اور جوانی طلب علم میں صرف کی، تو مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ کسی ایسی چیز کو حاصل نہ کر سکے جو مجھ سے رہ گئی ہو، ایسی چیز کہ اگر مجھ کو حاصل نہ ہو تو میں اس پر نادم ہو جاؤں، میں نے جب اپنے حال پر غور کیا تو میں نے دیکھا کہ میری دنیاوی زندگی ان کی دنیاوی زندگی سے بہتر ہے اور میرا مقام ان کے مقام سے بہتر ہے، اور میں نے جو معرفتِ علم حاصل کی ہے، وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

مجھے شیطان لعین نے کہا کہ تو اپنی تھکاوٹ اور راتوں کے جاگنے کو بھول گیا، میں نے کہا ارے جاہل، یوسف علیہ السلام کے دیدار کے مقابلے میں ہاتھ کٹ جانے کی کوئی وقعت نہیں، اور جو راستہ دوست تک پہنچاتا ہے وہ کبھی طویل نہیں ہوتا۔

شعر کا ترجمہ: ”اللہ اس کی طرف چلنے کا اچھا بدلہ دے، اگرچہ سواری مشک کی طرح خشک ہو جائے۔“

سفرِ طلب علم کی بے شمار لذتیں

حافظ رامہرمزی نے اپنی کتاب ”المحدث الفاصل“ میں طلبِ علم کے لئے سفر کرنے اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد کے بارے میں بھی لکھا ہے۔

اور جو لوگ علم کے لئے سفر کو ناپسند کرتے ہیں ان پر رد کرنے کے لئے یہ بھی لکھا ہے، طلب علم کے سفر پر نکیر کرنے والے کو اگر معلوم ہو جائے وہ لذت جو اس مسافر کو سفرِ علم کے وقت حاصل ہوتی ہے، اور جو انبساط اس کو وطن چھوڑتے وقت ہوتا ہے اور اس کے جوارح کو اور اعضاء کو جو لذت حاصل ہوتی ہے، جب وہ اپنے لمحات کو علم کے چشموں اور علم کے مکان پر صرف کرتا ہے اور جب وہ علم کے ظاہر و باطن کو حاصل کرتا ہے، اور اطراف زمین کے چھوٹے چھوٹے گاؤں اور جھاڑیوں کو جب وہ دیکھتا ہے اور دنیا کے باغات اور سبزہ پر جب وہ نظر کرتا ہے اور چہروں کے پھر جانے کو جب وہ دیکھتا ہے، اور مختلف زبانیں جب وہ سنتا ہے، اور مختلف رنگ و نسل جب وہ دیکھتا ہے، دیواروں اور باغات کے سایہ میں جب وہ استراحت کرتا ہے اور اس کا مسجدوں میں کھانا اور ندیوں سے پینا اور جہاں رات پڑ جائے وہاں سونا، اللہ کے لئے محبت کرنے والے کو ساتھ رکھنا، اپنی حشمت و وقار کو چھوڑنا، تصنع اور بناوٹ کو ترک کرنا، اور دل کو سرور دینے والے چیز تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کرنا، اور جس مجلس کا قصد کیا ہو اس کے لئے کمر ہمت باندھ لینا، اور اس کے لئے دشوار گذار راستے قطع کرنا۔

تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ دنیا و مافیہا کی تمام لذائذ ان محاسن کے مشاہدے، ان مناظر کی حلاوت اور ان فوائد کا حاصل کرنا جو ربیع کے پھولوں سے بھی زیادہ پسندیدہ ہیں، قدر دانوں کے ہاں، اور طبلہ و سارنگی کی آواز سے میٹھی اور زیادہ ہیں، قیمتی سونے کے ذخائر سے، جب کہ یہ طعن کرنے والا اور اس جیسے لوگ ان لذائذ سے محروم ہیں۔

ان کے میزان میں علم مال پر راجح تھا

اس باب کو شدائد پر صبر اور مشقتوں کو برداشت کرنے کا باب سمجھنا چاہیئے جب

کہ ہم کو معلوم ہے کہ انسان فطرتی طور پر مال سے محبت رکھتا ہے اور ضرورتوں کو رفع کرنے کی وجہ سے انسان اس کے ساتھ متعلق رہتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو انسان کے طبیعت کے خالق ہیں فرماتے ہیں:

﴿وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾[1]

ترجمہ: ''کہ انسان کو مال کی سخت محبت ہے۔''

تو اپنے آپ کو مال سے خالی کرنا، سخاوت اور کرم سے اس کو خرچ کرنا، جب کہ نفس مال کے حاصل کرنے اور جمع کرنے میں مشقت اٹھاتا ہے تو اکثر لوگوں کو مال خرچ کرنا دشوار ہوتا ہے اور اس سے زیادہ مشقت مشکل راستوں پر اپنے پاؤں سے چل کر جانا ہے اور کئی کئی اوقات بھوک پر صبر کرنا اور طویل زمانہ تک جاگتے رہنا اس پر مستزاد ہے۔

مال کی محبت میں کتنے ارواح پرواز کر چکے ہیں اور کتنے آباء و اجداد، بھائی اور محبین دور اور قریب کے رشتہ دار قتل کئے جا چکے ہیں، مال کی محبت، قرابت اور محبت پر سرکشی کر کے غالب آگئی، انسان مال کو اپنے قریبی محبوب پر ترجیح دیتا ہے بعید اور اجنبی کی بات تو دور کی رہی، یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ مال کا فراق نفس کے لئے باعث مشقت ہوتا ہے اور مال کی محبت دل میں ہوتی ہے۔

خرچ اور سخاوت کے ساتھ مال سے دستبردار ہونا ہر ایک کے لئے آسان نہیں ہوتا اور ہر انسان میں اس کی استطاعت بھی نہیں ہوتی، کتنے ایسے انسان ہیں جن کو خیر کے امور میں مال خرچ کرنے سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ابوالطیب کہتے ہیں ہر شخص اچھا کام کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہر کرنے والا اس کا متمم ہوتا ہے۔

مال جیسا کہ کہا جاتا ہے روح کا ساتھی ہے، تو اس کا خرچ کرنا اس وجہ سے علماء کے حق میں شدائد کے زمرہ میں آتا ہے، اگرچہ جن علماء نے خرچ کیا انہوں نے اس

[1] سورۂ عادیات: آیت ۸

کو بالکل ہلکا سمجھ کر خرچ کیا، جب کہ غنیمت میں ان کو علم حاصل ہوا اور یہ خرچ کرنا مال کی کراہیت کی وجہ سے اور زندگی میں نفع کی جگہ واقع ہونے سے جہالت کی بنیاد پر نہ تھا اور نہ یہ کہ مال کی محبت ان کے دل میں تھی، بلکہ یہ مال کا خرچ ان کی نظر میں علم کے زیادہ قیمتی ہونے کی وجہ سے تھا، اور علم ان کی نظر میں زیادہ عزت والا تھا، ان کے میزان میں علم مکمل طور پر مال سے زیادہ راجح تھا۔

علم کے لئے گھر فروخت کرنا

تہذیب التہذیب میں زیاد بن عبداللہ بن الطفیل البکائی الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح میں آیا ہے کہ یحییٰ بن آدم نے ابن ادریس عبداللہ بن ادریس الاودی الکوفی سے نقل کیا کہ ابن اسحاق کے بارے میں ان سے زیادہ ثقہ کوئی نہیں، اس لئے کہ انہوں نے ابن اسحاق سے دو مرتبہ املا کیا ہے صالح بن محمد جن کا لقب جزرہ ہے کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کی کتاب ''المغازی'' زیادہ سے زیادہ صحیح کسی کے پاس نہیں ہے، اس لئے کہ زیاد اپنا گھر فروخت کر کے ابن اسحاق کے ساتھ ہو گئے تھے اور اس وقت ان کے ساتھ پھرتے رہے جب تک ان سے سماع مکمل نہ کر لی تھی، زیاد ۱۸۳ھ میں فوت ہوئے رحمہ اللہ تعالیٰ۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم پر خرچ

خطیب کی تاریخ بغداد اور ملا علی قاری کی ''ذیل الجواهر المضیه'' میں امام فقیہ مجتہد محمد بن حسن الشیبانی الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد (ولادت ۱۳۲ھ وفات ۱۸۹ھ) کے بارے میں ان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ میرے والد نے میرے لئے تیس ہزار درہم کا ترکہ چھوڑا تھا میں نے پندرہ ہزار نحو اور شعر پر خرچ کئے اور پندرہ ہزار حدیث اور فقہ پر۔

ایک ہزار مثقال کا خرچ

قاضی عیاض کی "ترتیب المدارك" میں اور ذہبی کی "سیر اعلام النبلاء" میں امام ابوعبداللہ عبدالرحمٰن بن القاسم العتقی المصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں آیا ہے، ابن وضاح کہتے ہیں کہ ابن القاسم نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کرنے پر ایک ہزار مثقال خرچ کئے تھے، ذہبی کہتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ ابن القاسم نے کہا کہ میں بارہ مرتبہ حجاز گیا ہوں اور ہر مرتبہ ہزار دینا خرچ کیے۔

طلبِ علم اور نشرِ علم پر خرچ

ذہبی کی "تذكرة الحفاظ" میں امام ہشام بن عبیداللہ الرازی (متوفی ۲۲۱ھ) فقیہ الحنفی کی سوانح میں آیا ہے کہ وہ امام حافظ، ناقد، محدث، رجال، جوال، ابوعبداللہ محمد بن واصل اور ماوراء النہر کے خلقِ کثیر نے روایت کی ہے یہ علم اور حدیث کے خزانے تھے۔

محمد بن یوسف سمرقندی نے محمد بن مبشر الکرینی سے روایت کی ہے کہ محمد بن سلام البیکندی کا قلم شیخ کی مجلس میں ٹوٹ گیا تو انہوں نے آواز لگائی کہ قلم ایک دینار میں ہے تو ہر طرف سے ان کی طرف قلمیں اڑ کر آنے لگیں۔

سہل بن متوکل کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سلام کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے طلبِ علم پر چالیس ہزار خرچ کئے اور نشرِ علم پر بھی چالیس ہزار خرچ کئے۔

ایک باب کے حفظ کے لئے اسی ہزار درہم خرچ کرنا

حافظ ذہبی کی "معرفة القراء الكبار على الطبقات والاعصار" میں اور ابن الجزری کی "غاية النهايه فى طبقات القراء" میں قاری محدث، عابد فاضل،

امام مسلم، ابوداؤد، ابراہیم الحربی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیخ خلف بن ہشام الاسدی، البزار، البغدادی، (ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۲۹ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ حمدان بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے خلف بن ہشام کو کہتے ہوئے سنا کہ نحو کا ایک باب مجھ کو مشکل لگا تو اس کے ازبر حفظ کرنے کے لئے میں نے اسی ہزار درہم خرچ کئے۔

پہننے کے لئے جوتا بھی نہ رہا

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ان کے والد نے ایک لاکھ پچاس ہزار درہم چھوڑے تھے وہ تمام انہوں نے طلبِ علم پر خرچ کئے تھے یہاں تک کہ ان کے پاس پہننے کے لئے جوتا بھی نہ رہا تھا۔

گھر فروخت کر کے بیٹے کو سماع کے لئے بھیجنا

امام مزی کی "تہذیب الکمال" اور ذہبی کی "معرفۃ قراء الکبار" میں خطیب وقاری دمشق محدث، عالم، المعمر، زاہد، بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ان کے علاوہ ایک امت کے شیخ ابوالولید، ہشام بن عمار، السُّلمی الدمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۱۵۳ھ وفات ۲۴۵ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

ابوبکر محمد بن سلیمان الربعی نے محمد بن الفیض الغسانی سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن عمار بن نصیر کو کہتے ہوئے سنا کہ میرے والد نے اپنا گھر بیس دینار میں فروخت کر کے مجھ کو حج کے لئے تیار کیا، جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو مالک بن انس کی مجلس میں گیا، میں ان سے کچھ مسائل معلوم کرنا چاہتا تھا، میں جب ان کے گھر گیا تو وہ بادشاہوں کی سی وضع قطع سے بیٹھے ہوئے تھے، غلام کھڑے تھے، لوگ ان سے مسائل پوچھ رہے تھے اور وہ جواب دے رہے تھے، جب مجلس ختم ہوگئی تو بعض اصحاب حدیث نے مجھ کو کہا کہ آپ اپنے مسائل پوچھیں، میں نے ان کو کہا

ابوعبداللہ آپ فلاں مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، تو انہوں نے کہا اچھا اب ہم بچوں کے ہتھے چڑھ گئے ہیں اور غلام کو حکم دیا کہ اس کو اٹھالو، انہوں نے مجھ کو بچوں کی طرح اٹھا لیا، میں سمجھ بوجھ رکھنے والا لڑکا تھا، مجھے اس نے استادوں کے درے سے ستر درے لگائے، میں رونے لگا مجھ کو مالک بن انس نے کہا کیوں رو رہے ہو، کیا اس درے سے تم کو تکلیف ہوگئی، میں نے کہا میرے والد نے اپنا گھر فروخت کر کے مجھ کو آپ سے سماع کا شرف حاصل کرنے کے لئے بھیجا اور آپ نے مجھ کو مارا، پھر فرمایا کہ لکھو انہوں نے سترہ حدیثیں بیان کیں اور میں نے جو مسائل پوچھے تھے ان کا جواب دیا۔

پندرہ دُرّے اور پندرہ حدیثیں

حافظ جزرہ صالح بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن عمار کو کہتے ہوئے سنا کہ میں مالک بن انس کے پاس گیا میں نے ان کو کہا مجھ کو حدیثیں بیان کرو، انہوں نے کہا پڑھو، میں نے کہا نہیں بیان کریں، انہوں نے پھر کہا تم پڑھو، میں نے پھر جواب دیا تو انہوں نے غلام کو کہا کہ اس کو لے جا کر پندرہ درے لگاؤ، انہوں نے مجھ کو پندرہ درے لگائے پھر لے آئے اور کہا ہم نے پندرہ درے لگا دیئے۔

میں نے کہا کہ آپ نے مجھ پر ظلم کیا ہے کہ بغیر جرم کے پندرہ درے لگا دیئے ہیں میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا، امام مالک نے کہا کہ پھر اس کا کفارہ کیا ہے، میں نے کہا کہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ آپ مجھ کو پندرہ حدیثیں بیان کریں، جب انہوں نے پندرہ حدیثیں بیان کیں تو میں نے کہا کہ مجھ کو اور ماریں اور حدیثیں بیان کردیں امام مالک ہنس پڑے اور فرمایا چلے جاؤ۔

ڈیڑھ لاکھ درہم خرچ کرنا

ذہبی کی "تذکرۃ الحفاظ" میں امام شیخ الاسلام حافظ نیشا پور، ابوعبداللہ محمد

بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد نیشا پوری الذہلی، بنو ذہل کے مولیٰ کے احوال میں لکھا ہے۔

کہ خراسان میں وہ علم شیخ ہوئے، وہ ثقہ تھے، دین اور متابعت سنن کی حفاظت کرنے والے تھے، محمد بن سہل بن عسکر نے کہا کہ ہم امام احمد بن حنبل کے پاس تھے، تو محمد بن یحییٰ الذہلی تشریف لائے، تو امام احمد ان کے لئے کھڑے ہوگئے لوگوں کو تعجب ہوا انہوں نے اپنی اولاد اور احباب کو کہا کہ ذہلی کے پاس جا کر اس سے علم لکھو، ابوبکر بن ابی داؤد نے کہا کہ یہ امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔

حسین بن حسین بن سفیان کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن یحییٰ الذہلی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے تین سفر کئے اور میں نے تحصیلِ علم پر ایک لاکھ پچاس ہزار درہم خرچ کئے، میں بصرہ آیا تو شہر کے دروازے کے سامنے یحییٰ القطان کا جنازہ آیا، یحییٰ القطان رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات صرف ۱۹۸ھ میں ہوئی۔

میں ان کا مہر ادا کرتا تھا

ذہبی کی "تذکرۃ الحفاظ" میں امام محمد بن سنجر رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۲۵۸ھ) کے سوانح میں الحافظ الکبیر ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن سنجر الجرجانی "صاحب المفند" کے الفاظ کے ساتھ تذکرہ آیا ہے۔

ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن سنجر ثقہ ہیں، ابن سنجر کہتے ہیں کہ میں نے سفر کیا اور میرے ساتھ امام احمد کے شاگرد امام فقیہ ابویعقوب اسحاق بن منصور المروزی المعروف اسحاق الکوسج تھے، میرے پاس نوے ہزار دینار تھے، اسحاق میرے لئے احادیث لکھا کرتے تھے اور ہر شہر میں شادی کیا کرتے تھے اور میں ان کا مہر ادا کیا کرتا تھا، مصر کے علمدار کے شہر قطایہ میں ابن سنجر نے اقامت اختیار کی اور وہیں فوت ہوئے۔

تین مٹکے سونا علم کے لئے خرچ کرنا

امام ذہبی کی "سیر اعلام النبلاء" میں امام یعقوب بن شیبہ السدوسی البصری البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۱۸۰ھ وفات ۲۶۲ھ) کی سوانح میں یہ تعریفی الفاظ درج ہیں۔

الحافظ الکبیر العلامہ، الثقہ، صاحب المسند الکبیر، العدیم النظیر، ان کے مسانید کی تیس جلدیں مکمل ہوئیں، اگر ان کے مسانید مکمل ہو جاتے تو ایک سو جلدوں میں ہوتے یہ سب سے پہلے صحابی کی مکمل سیرت کا ذکر کرتے ہیں، پھر ان کی مروی احادیث ذکر کرتے ہیں اور علل احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں، رجال پر بحث کرتے ہیں اور جرح و تعدیل کرتے ہیں، مفید میٹھے اور شافی انداز سے کلام کرتے ہیں، کہ دیکھنے والا اکتاتا نہیں۔

امام ابوالحسن الدارقطنی نے فرمایا کہ اگر یعقوب بن شیبہ کی کتاب حمام پر لکھی ہو تب بھی اس کا نقل کرنا واجب ہے، یعنی اگر کسی غیر محترم جگہ پر بھی یہ کتاب لکھی ہوئی ہو تو پھر بھی اس کا لکھنا واجب ہے اس کو چھوڑا نہیں جائے گا اور کوئی بھی شخص سماع کا محتاج نہیں۔

خطیب نے کہا ہے کہ انہوں نے مسند ابوہریرہ کے ایک نسخہ کا مصر میں مشاہدہ کیا ہے جو دوسو اجزاء پر مشتمل تھا، ذہبی نے مسند عشرہ، مسند ابن مسعود، مسند عمار، مسند عباس، مسند عتبہ بن غزوان اور بعض موالی کے مسانید کا مشاہدہ اور پانچ جلدوں میں مسند علی کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔

خطیب کہتے ہیں کہ مجھے ازہری نے بیان کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ یعقوب بن شیبہ کے گھر پر چالیس لحاف تھے، یہ لحاف انہوں نے لکھنے والوں کے لئے رکھے تھے جو ان کے مصحف کی تبییض کیا کرتے تھے، اور اس پر انہوں نے دس

ہزار دینار خرچ کیے تھے، ذہبی نے کہا ہے کہ یعقوب بہت مال والے صاحب حشمت وحرمت تھے، انہوں نے اپنے پوتے کو کہا کہ جب میری ولادت ہوئی تھی تو میرے والدین نے میرے لئے تین مٹکے سونے کے بھر کر رکھ لئے تھے، انہوں نے ذکر کیا کہ ان کی عمر لمبی ہوئی اور وہ تمام ختم ہوا اور یہ محتاج بھی ہوگئے تھے۔

تین لاکھ درہم خرچ کرنا

حافظ ابونعیم اصفہانی کی کتاب "ذکر اخبار اصفہان" میں ابوجعفر المدینی احمد بن محمد بن مہدی بن رستم رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۲۷۲ھ) کے احوال میں آیا ہے کہ انہوں نے شام، مصر، عراق میں کتابت کی اور مسند کی تصنیف کی۔

ابومحمد بن حیان کہتے ہیں کہ محمد بن یحیٰی بن مندہ نے کہا کہ ہمارے ملک میں چالیس سال کے عرصہ میں ان سے زیادہ ثقہ شخص نے حدیث بیان نہیں کی، یہ بہت مال والے اور صاحب جائیداد تھے اور اصفہان میں ان سے زیادہ احادیث جاننے والا کوئی نہ تھا، صحاح کے اصول اور بہت سی کتب کے مصنف تھے، اس پر انہوں نے تقریباً تین لاکھ درہم خرچ کیے، بہت صلہ اور اجتہاد والے تھے، ان کی کتب سے قبیصہ کی کتاب گم ہوگئی تھی، پھر وہ کتاب ان کو واپس لوٹائی گئی لیکن انہوں نے پھر اس کی روایت کرنا چھوڑ دی تھی، اس احتیاط کی وجہ سے کہ کسی متصرف نے اس میں تصرف نہ کیا ہو۔

حضرت امام یحیٰی بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم کے حصول پر خرچ

قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "من اخلاق العلماء" میں ذکر کیا ہے کہ امام یحیٰی بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد معین، عبداللہ بن مالک کے منشی تھے، پھر "ری" کے خراج پر مقرر کیے گئے، جب وہ فوت ہوئے تو اپنے بیٹے یحیٰی کے لئے ایک لاکھ پچاس ہزار درہم چھوڑ گئے، امام یحیٰی نے یہ تمام رقم تحصیلِ علم پر خرچ

کی، یہاں تک کہ ان کے پاس پہننے کے لئے جوتا بھی باقی نہ رہا۔

لکھائی کی دس ہزار درہم اجرت

ذہبی کی ''تذكرة الحفاظ'' حافظ مسند ابوعبداللہ محمد بن ایوب بن یحییٰ بن الضریس البجلی الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب ''فضائل القرآن'' کے مصنف (ولادت ۲۲۰ھ وفات ۲۹۴ھ) کے تذکرے میں آیا ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ ہم نے محمد بن ایوب کو کہتے ہوئے سنا کہ آخری مرتبہ جب میں مصر آیا تو میں نے صرف لکھنے والوں کو دس ہزار درہم اجرت ادا کی۔

اسی ہزار درہم آٹھ ختموں پر خرچ کرنا

ذہبی نے ''معرفة القراء الكبار'' میں ابوبکر اصفہانی محمد بن عبدالرحیم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانہ کے شیخ القراء (متوفی ۲۹۶ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

عبدالباقی بن الحسن بن السقا نے کہا کہ محمد بن عبدالرحیم نے کہا کہ میں نے اصفہان سے مصر کا سفر کیا میرے پاس اسی ہزار درہم تھے جو میں نے آٹھ ختموں پر خرچ کئے، یعنی ایک قرأۃ کے شیخ سے ایک مرتبہ ختم کیا پھر دوسرے قرأۃ کے شیخ سے اس طرح آٹھ مرتبہ ختم کیا اور اسی ہزار درہم خرچ کئے۔

تمام رقم حدیث پر خرچ کردی

خطیب کی ''تاریخ بغداد'' اور سمعانی کی ''الانساب'' میں ابوبکر بن جعفر بن رمیس بن عمر والقصری البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۳۲۶ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

قصری، قصر بن ہبیرہ جو بغداد کی عمل داری میں ہے کی نسبت کی وجہ سے، ابن رمیس بغدادی تھے پھر قصر بن ہبیرہ آئے اور وفات تک وہیں مقیم رہے، اس کی طرف

ان کی نسبت کی گئی، ابوالحسن الدار قطنی نے ان سے روایت کی کہ ابن رمیس نے کہا کہ میں نے بغداد میں لوہاروں کا چبوترہ تین ہزار دینار میں فروخت کیا اور یہ تمام رقم حدیث پر خرچ کی۔

طلبۂ علم کے لئے صدقاتِ جاریہ

"تذکرۃ الحفاظ" میں حافظ، فقیہ، امام، محدث بغداد، دعلج بن احمد بن دعلج، ابواسحاق السجزی المعدل رحمہ اللہ (ولادت ۲۶۰ھ وفات ۳۵۱ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

وہ علم کا مستقر اور روایت کے سمندر تھے، طلبہ علم حدیث کے لئے ان کے مکہ عراق اور سجستان میں صدقات جاریہ تھے۔

حاکم کہتے ہیں کہ دعلج نے مکۃ المکرمہ میں دارالعباسیہ تیس ہزار دینار میں خریدا تھا، خطیب کہتے ہیں کہ دعلج نے اپنی تصنیف "المسند الکبیر" ابن عقدہ کے پاس نظر ثانی کے لئے بھیجی اور دو ورقوں کے درمیان ایک دینار رکھا، ابن حیویہ کہتے ہیں کہ مجھے دعلج اپنے گھر لے گیا اور مجھے ایک تھیلا مال کا جو اوپر سے ڈھکا ہوا تھا دکھایا اور کہا کہ جتنا چاہو لے لو، میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ مجھ کو ضرورت نہیں۔

حضرت امام ابراہیم الحربی البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال

خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" اور ابن یعلی نے "طبقات الحنابلہ" اور جمال الدین القفطی نے "ابناء الرواۃ" میں اور شمس النابلسی نے "طبقات الحنابلہ" میں ابراہیم ابن اسحاق الحربی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۱۹۸ھ وفات ۲۸۵ھ بغداد میں) کی سوانح میں آیا ہے کہ وہ زہد فقہ، حدیث، ادب، لغت میں امام تھے۔

خطیب نے کہا کہ وہ علم میں امام تھے، زہد میں سردار تھے، فقہ کے عارف تھے، احکام کی بصیرت رکھنے والے تھے، حدیث کے حافظ، علل کی تمیز کرنے والے، ادب کے متولی، لغت کے جامع تھے، آپ نے غریب الحدیث تصنیف کی اور دوسری بہت

سی کتب۔

ابراہیم الحربی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی عمر کے تیس سال دو روٹیوں پر گزارے اگر میری والدہ یا ہمشیرہ وہ لے آتیں تو میں کھالتیا، ورنہ اگلی رات تک بھوکا پیاسا رہتا اور عمر کے تیس سال میں دن رات ایک روٹی پر گزارے، اگر بیوی یا بیٹی لے آتی تو کھالیتا ورنہ اگلے دن تک بھوکا پیاسا رہتا۔

اور اب میں آدھی روٹی کھاتا ہوں اور کھجور اگر برنی ہو تو چودہ عدد اور اگر گھٹیا ہو تو بیس سے کچھ زیادہ کھالیتا ہوں، میری بیٹی بیمار ہوگئی تھی تو میری بیوی ایک مہینہ اس کے ساتھ رہی تھی، اس مہینہ میں میرا خرچ ایک درہم اور اڑھائی دانق ہوا، میں حمام گیا اور ان کے لئے دو دانق پر صابن خریدا، تو اس طرح پورے رمضان میں میرا خرچ ایک درہم اور ساڑھے چار دانق ہوا۔

ابوالقاسم بکیر کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم الحربی کو کہتے ہوئے سنا کہ آج کے کھانوں میں سے ہم کسی چیز کو نہیں جانتے تھے، میں رات رات کو گھر آتا تھا، میری والدہ میرے لئے یا تو بینگن بھون کر سالن تیار کرتی یا گھٹیا قسم کا سالن یا مولی کا سالن۔

ابوعلی الخیاط کہتے ہیں کہ میں ایک دن ابراہیم الحربی کے پاس ان کے گھر کے دروازے کے پاس بیٹھا ہوا تھا، جب صبح ہوئی تو انہوں نے مجھ کو کہا کہ ابوعلی اپنے کام پر جاؤ، میرے پاس تو ایک مولی تھی، جس کے پتے میں نے رات کو کھائے تھے اور جڑ اب کھالوں گا۔

پھر خطیب بغدادی نے اپنی سند جو احمد بن سلمان النجاد جو محدث اور سادات حنابلہ متقدمین سے تھے اور فقہاء شاکرین میں سے تھے کے حوالے سے کہا کہ احمد بن سلمان النجار القطیعی نے کہا کہ ایک دن میں ضیق و تنگی کی انتہاء کو پہنچ گیا تو میں ابراہیم الحربی کے پاس گیا، تاکہ اپنی حالت ان کے سامنے بیان کروں، انہوں نے مجھ کو کہا کہ تم میں تنگدلی نہیں پیدا ہونی چاہیئے، اس لئے کہ امداد کرنے والے اللہ

تعالیٰ ہیں، مجھ پر ایک مرتبہ ایسی تنگی آئی کہ گھر والوں کے پاس کچھ بھی کھانے کو نہ رہا، میری بیوی نے مجھ کو کہا کہ میں اور آپ تو صبر کر لیں گے لیکن ان دو بچوں کا ہم کیا کریں گے، جس چیز پر ہم صبر کرتے ہیں یہ تو صبر نہیں کریں گے، تم اپنی کچھ کتابیں لاؤ تا کہ ہم ان کو فروخت کر دیں، یا رہن رکھ دیں اور اس سے کچھ وسعت حاصل کریں، میں نے بخل کیا اور میرے نفس نے کتاب کے معاملہ میں کچھ کنجوسی کی، میں نے ان کو کہا کہ بچوں کے لئے کچھ قرض لے لو اور اگلے دن ایک رات کے لئے مجھ کو کتابوں کے بارے میں مہلت دے دو۔

میرے گھر کی دہلیز پر ایک کمرہ تھا اس میں میری کتابیں تھیں، جس میں بیٹھ کر میں لکھتا اور نظر ثانی کیا کرتا تھا، جب رات ہوئی تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کہا کہ کون ہو کہا کہ پڑوسی ہوں، میں نے کہا اندر آجاؤ اس نے کہا چراغ بجھا دو تا کہ میں اندر داخل ہو جاؤں، میں نے چراغ پر کوئی چیز رکھ دی، اور اس کو کہا کہ آجاؤ، وہ دہلیز سے داخل ہوا اور ایک بڑا تھیلا اندر رکھ دیا اور کہا کہ ہم نے اپنے بچوں کے لئے کچھ کھانا وغیرہ تیار کیا تھا، ہم نے چاہا کہ اس میں تمہارا اور تمہارے بچوں کا بھی کچھ حصہ ہو جائے اور یہ ایک دوسری چیز ہے اور ایک دوسرا بڑا تھیلا ایک کونہ میں رکھ دیا اور کہا اس کو اپنی ضروریات میں صرف کر لینا، میں اس شخص کو نہیں جانتا تھا، وہ چیزیں چھوڑ کر چلا گیا۔

میں نے بیوی کو بلا کر کہا کہ چراغ جلاؤ وہ چراغ جلا کر لائی تو ہم نے دیکھا کہ وہ ایک قیمتی رومال کا تھیلا تھا، اس کے پچاس تہہ تھے اور ہر ایک تہہ کے اندر مختلف انواع و اقسام کے کھانے تھے، اس تھیلے کے پاس ایک بٹوہ تھا جس میں ایک ہزار دینار تھے، میں نے بیوی کو کہا کہ بچوں کو جگاؤ تا کہ وہ کھانا کھا لیں، صبح ہم نے اپنا قرض بھی اس مال سے ادا کر دیا۔

کہتے ہیں کہ خراسان سے حجاج کرام کے آنے کا وقت تھا، میں اسی رات کی صبح

اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شتربان کے پاس خراسانی کاغذ کا ایک بوجھ تھا جو وہ اونٹ پر لادے چلا آرہا تھا اور ابراہیم الحربی کے گھر کا پتہ پوچھ رہا تھا، جب میرے پاس پہنچا تو میں نے کہا کہ میں ابراہیم الحربی ہوں، اونٹ کے دونوں بوجھ اس نے وہاں ڈال دیئے اور کہا کہ خراسان سے ایک شخص نے تمہارے لئے بھیجے ہیں، میں نے کہا کس نے بھیجے ہیں اس نے کہا کہ انہوں نے مجھ کو قسم دی ہے کہ ان کا نام نہیں بتاؤں گا، میں نے وہ کاغذ لے لئے اور بھیجنے والے اور اٹھانے والے کے لئے دعا کی۔

احمد بن سلمان النجاد کہتے ہیں میں ابراہیم الحربی کے ہاں سے اٹھ کر امام احمد کی قبر پر گیا، قبر کی زیارت سے واپسی پر میں خندق کی جانب جارہا تھا کہ ہمارے پڑوس کی ایک بوڑھی مجھ کو ملی اس نے کہا احمد آپ کیوں مغموم ہیں، میں نے ان کو بات بتائی، اس نے کہا کہ تیری والدہ نے مرنے سے پہلے مجھ کو تین سو درہم دیئے تھے، اور مجھ کو کہا تھا کہ یہ رقم اپنے پاس پوشیدہ رکھو اور جب دیکھو کہ میرا بیٹا تنگ اور غمگین ہے تو یہ اس کو دے دو، تم میرے ساتھ آؤ تاکہ میں تم کو دے دوں، میں ان کے ساتھ گیا اور انہوں نے وہ رقم مجھ کو دے دی۔

ایک روٹی میں بھی صدقہ

احمد بن سلمان النجاد رحمہ اللہ تعالیٰ بروایت خطیب بیان کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ روزے رکھا کرتے تھے اور رات کو صرف ایک روٹی سے افطار کیا کرتے تھے اور ہر روٹی سے ایک لقمہ چھوڑ دیا کرتے تھے، جب جمعہ کی رات ہوتی تو وہ خشک لقمے کھا لیا کرتے تھے اور اس دن والی روٹی صدقہ کر لیا کرتے تھے۔

روٹی نمک کے ساتھ دستیاب آنے پر ہزار دینار رد کرنا

خطیب بغدادی ابوالقاسم بن الجبلی سے نقل کرتے ہیں کہ ابراہیم الحربی ایسے

بیمار ہوگئے کہ موت کے قریب ہوگئے، میں ایک دن ان کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ ابوالقاسم میں اپنی بیٹی کے ساتھ ایک بڑے مسئلے میں الجھا ہوا تھا، پھر اس کو کہا کہ اٹھ کر اپنے چچا کے پاس آجاؤ وہ آگئی، اس نے اپنے چہرے پر چادر ڈال رکھی تھی، ابراہیم نے کہا کہ یہ آپ کے چچا جان ہیں ان سے بات کریں، اس نے مجھ کو کہا چچا جان ہم بڑی الجھن میں پڑے ہوئے ہیں، نہ دنیا اور نہ آخرت، مہینے گذر گئے، زمانہ بیت چکا ہے کہ ہم کو کھانے کے لئے سوائے خشک روٹی اور نمک کے اور کچھ میسر نہیں اور اکثر و بیشتر نمک بھی نہیں ہوتا، کل معتضد باللہ نے ایک طشت میں ہزار دینار بھجوائے وہ انہوں نے نہیں لئے اور فلاں فلاں کی طرف سے اتنی رقم آئی تو انہوں نے وہ بھی قبول نہیں کی اور بیمار پڑے ہوئے ہیں۔

ابراہیم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ بیٹی تم فقر سے ڈر گئی ہو، اس نے کہا ہاں! پھر کہا کہ اس کنارہ کی طرف دیکھو، اس نے دیکھا وہاں کتابیں پڑی ہوئی تھیں کہا کہ یہاں نادر لغت کی بارہ ہزار اجزاء ہیں، جو میں نے اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں، جب میں مر جاؤں تو روزانہ ایک جزء بھی اگر تم نکال کر ایک درہم میں بھی فروخت کرو تو تمہارے پاس بارہ ہزار درہم ہو جائیں گے اور جس کے پاس بارہ ہزار درہم ہو وہ فقیر نہیں ہوتا۔

حافظ محمد طاہر المقدسی کے احوال

حافظ محدث جوال محمد بن طاہر المقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۴۴۸ھ بیت المقدس میں وفات حج سے واپسی پر ۵۰۷ھ بغداد میں) کے بارے میں ان کی اپنی کتاب "الجمع بین رجال الصحیحین" میں اور حافظ ذہبی کی "تذکرۃ الحفاظ" میں اور ابن حجر کی "لسان المیزان" میں آیا ہے۔

سمعانی کہتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ محمد بن طاہر ایک رات

میں تقریباً سترہ فرسخ (ایک فرسخ تقریباً پانچ کلومیٹر) اور ہمیشہ دن اور رات میں بیس فرسخ چلا کرتے تھے، یہ داؤدی مذہب رکھتے تھے یعنی ظاہری مذہب والے تھے، طلب علم کے لئے کثیر سفر کرنے والوں میں سے ہیں اور سفر کرنے میں بہت قوی السیر تھے، بہت حج اور عمرہ کرنے والوں میں سے تھے۔

مصر، شام کے سرحدات، شام، حجاز، جزیرہ، عراق، فارس، خراسان، اسکندریہ، تنیس، بیت المقدس، دمشق، حلب، مکہ، بغداد، اصفہان، جرجان، آمد، نیشا پور، ہرات، مرو میں آپ نے سماع حدیث کیا، میرا گمان نہیں کہ اپنے زمانہ میں ان جیسے سفر کسی نے کئے ہوں، انہوں نے اپنے ہاتھ سے بہت سی کتب، بڑی بڑی مصنفات، مسانید اور منتشر اجزا لکھے۔

حافظ ذہبی اور ابن حجر دونوں نے اپنی اپنی کتاب "تذکرۃ الحفاظ" اور "لسان المیزان" میں کہا ہے کہ انہوں نے اپنے شہر کے فقیہ نصر ابوعثمان بن ورقاء اور کئی دوسروں سے سماع کیا اور بغداد میں ابومحمد الصیرفی ابوالحسن ابن النقور اور دونوں کے طبقے کے لوگوں سے سماع کیا، مکہ میں سعد بن علی الزنجانی، سحن بن عبدالرحمٰن الشافعی اور ہیاج الخطبی کے ساتھ رہے اور حدیث وتصوف میں ان سے تخریج کی، مصر میں ابواسحاق الحبال، اسکندریہ میں حسین بن عبدالرحمٰن الصفراوی، تنیس میں علی بن الحسین بن محمد الحداد سے اور ان کے دادا محمد بن احمد الحداد سے اور احمد بن عیسیٰ الوشاء سے، عیسی بن حماد سے، زغبہ اور کبار شیوخ سے سماع کیا۔

دمشق میں ابوالقاسم بن ابی العلاء، حلب میں حسن بن مکی، جزیرہ میں عبدالوہاب بن محمد التیمی، رحبہ میں حسین بن سعدون، صور میں علی بن عبیداللہ الہاشمی، اصفہان میں عبدالوہاب بن مندہ اور ایک جماعت سے، نیشا پور میں فضل بن المحب سے، ابوبکر بن خلف اور ان کے ہم طبقہ سے، ہرات میں محمد بن ابی سعود الفارسی وغیرہ سے، جرجان میں اسماعیل بن مسعدہ سے، آمد میں قاسم بن احمد الاصفہانی الخیاط سے،

ابن جشنس ابن صاعد سے سماعِ حدیث کیا۔

اشتر آباد میں علی بن عبدالملک الحفظی، ہلال الحفار کے شاگرد سے، بوشنگ میں عبدالرحمٰن بن محمد بن عفیف سے، بصرہ میں عبدالملک بن شعبہ سے، دینور میں احمد بن عیسیٰ بن عباد سے، ابوبکر بن لال سے، ری میں اسماعیل بن علی الخطیب ابوزکریا المزکی کے شاگرد سے، سرخس میں محمد بن عبدالملک بن المظفر سے، شیراز میں علی بن محمد الشروطی سے سماع کیا۔

قزوین میں محمد بن ابراہیم العجلی سے، کوفہ میں ابوالقاسم حسین بن محمد سے، موصل میں ہبۃ اللہ بن احمد المقری سے مرو میں محمد بن الحسن، کرمان میں محمد بن سعید الحاکم، مرو روز میں حسن بن محمد الفقیہ، نہاوند میں عمر بن عبیداللہ القاضی، ہمدان میں عبدالواحد بن علی الصوفی، حدیثہ میں طراد الدبیثی، واسط میں صدقہ بن محمد التولی، ساوہ میں محمد بن احمد الکاتخی، اسد آباد میں علی بن الحسن الحلمی۔

ابنار میں ابوالحسن الخطیب، اسرائین میں عبدالملک بن احمد المعدل، آمل طبرستان میں فضل بن احمد البصری، اہواز میں عمر بن محمد جیکان، بسطام میں ابوالفضل السہلکی، یزد جرد میں حسن بن احمد البیہقی سے سماع کیا۔

ان چالیس شہروں میں انہوں نے سماعِ حدیث کیا، کچھ شہروں کا تذکرہ میں نے چھوڑ دیا ہے، حافظ السّلفی کہتے ہیں کہ میں نے حافظ محمد بن طاہر المقدسی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے صحیح بخاری، مسلم، ابوداؤد، سات مرتبہ اجرت پر لکھی، سنن ابن ماجہ میں نے دس مرتبہ لکھی، ری میں جو متفرق کتابت کی وہ الگ ہے۔

پیشاب میں خون آنا

محمد بن طاہر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ طلبِ حدیث کی مشقت کی وجہ سے دو مرتبہ پیشاب میں خون آیا، ایک مرتبہ بغداد میں اور ایک مرتبہ مکہ میں، اس کی وجہ یہ

ہوئی کہ دوپہر کی گرمی میں، ننگے پاؤں چلتا رہا، جس کی وجہ سے مجھ کو یہ مرض لاحق ہوا، طلبِ حدیث کے لئے میں کبھی بھی کسی سواری پر سوار نہیں ہوا سوائے ایک مرتبہ کے، میں اپنی کتابیں اپنی پیٹھ پر لاد کر لے جاتا ایک شہر سے دوسرے شہر تک، یہاں تک کہ میں نے شہروں کو وطن بنا لیا، طالبِ علمی کے زمانہ میں، میں نے کبھی سوال نہیں کیا، جو کچھ بغیر سوال کے آتا اس پر گزارہ کرتا، فرماتے ہیں کہ میں نے طوس سے اصفہان تک کا سفر حدیث ابوزرعہ جس کی تخریج امام مسلم نے کی کے لئے کیا، بعض سفر کرنے والوں نے رات کا ذکر کیا جب صبح ہوئی تو میں نے اپنی سواری تیار کی اور اصفہان کی طرف چل نکلا، میں نے سفر کا سامان اس وقت کھولا جب میں شیخ ابوعمرو کے پاس پہنچ گیا۔

میں نے ان پر حدیث کی قرأت کی جوان کے والد نے ابوبکر القطان، انہوں نے ابوزرعہ سے نقل کی، مجھے ابوعمرو نے تین روٹیاں اور دو عدد ناشپاتیاں دیں، اس رات مجھ کو کھانے کے لئے کچھ نہ ملا اور نہ اس کے علاوہ میرے پاس گذارہ کی کچھ اور چیز تھی، پھر میں نے اپنے مقصد کے حصول تک ان کی خدمت کو لازم پکڑا پھر میں بغداد کے لئے نکلا اور جب میں اصفہان پہنچا تو وہ فوت ہو چکے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

میں مصر میں ابواسحاق الحبال کو ایک جزء سنایا کرتا تھا میرے پاس ایک دن میرے شہر بیت المقدس کا ایک شخص آیا، اس نے رازداری کے ساتھ میرے ساتھ کلام کیا کہ جس دن ترک بیت المقدس میں داخل ہوئے اور لوگوں کو قتل کیا اس دن تمہارا بھائی شام پہنچا تھا، میں پڑھنے میں لگ گیا، لیکن مجھ سے پڑھا نہیں جا رہا تھا، ابواسحاق نے مجھ کو کہا کیا ہو گیا، میں نے کہا کہ کچھ نہیں خیر ہے، انہوں نے کہا نہیں ضرور بتانا ہوگا کہ اس شخص نے تم کو کیا کہا، میں نے وہ بات بتا دی، انہوں نے کہا کہ کتنے عرصہ تک تم نے بھائی کو نہیں دیکھا، میں نے کہا کہ دو سال سے، انہوں نے

کہا کہ پھر جاتے کیوں نہیں۔

میں نے کہا کہ جز پورا کرلوں، انہوں نے کہا اے احادیث کے پڑھنے والو تم کو کتنی حرص ہے، بس اب مجلس ختم ہوتی ہے، انہوں نے درود شریف "وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ" پڑھا اور چلے گئے۔

تنیس میں ابو محمد الحداد اور ان کے ہم عصر حضرات کے پاس ایک مدت تک میں رہا مجھ پر تنگی آئی اور ایک درہم کے علاوہ میرے پاس کچھ نہ بچا اس دن مجھ کو روٹی کی بھی ضرورت تھی اور لکھنے کے لئے کاغذ کی بھی، میں اس تردد میں تھا کہ اگر میں نے کھانا کھالیا تو لکھنے کے لئے کاغذ نہیں لے سکوں گا اور اگر کاغذ لے لیا تو کھانا نہیں کھا سکوں گا، اس شش و پنج میں تین دن راتیں گزر گئیں، اور میں نے کچھ نہ کھایا، چوتھے دن صبح میں نے اپنے نفس کو کہا کہ اگر تیرے پاس کاغذ ہو، اور تو بھوکا ہو تو کاغذ پر کچھ نہیں لکھ سکے گا، میں نے وہ درہم منہ میں رکھ لیا اور کھانا کھانے کے لئے نکل گیا، میں وہ درہم ہی نگل گیا، اس حرکت کی وجہ سے میری ہنسی چھوٹ گئی، میں ہنس رہا تھا کہ ابو طاہر بن خطاب مجھ کو مل گئے، انہوں نے میرے ہنسنے کا سبب پوچھا میں نے کہا کہ کچھ نہیں، انہوں نے بہت منت سماجت کی اور طلاق کی قسم دے کر مجھ کو کہا کہ ضرور بتانا پڑے گا، میں نے ان کو یہ قصہ بتایا انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو مکلّف قسم کا کھانا کھلایا۔

جب ہم دونوں ظہر کی نماز کے لئے نکلے تو تنیس کے امیر کا وکیل جو ابن قادوس کے نام سے مشہور تھا، ان سے ملا، انہوں نے ان سے میرے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا کہ یہ وہ ہیں، اس نے کہا کہ امیر تنیس نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں روزانہ تم کو دس درہم جس کی قیمت چوتھائی دینار ہے پہنچاؤں، لیکن مجھ سے بھول ہوگئی ہے میں بروقت پہنچا نہ سکا اس نے تین سو درہم لئے اور میرے پاس آگیا اور کہا اللہ نے رزق آسان کر دیا ہے جو حساب میں نہیں ہے اور مجھ کو سارا قصہ بتایا، میں

نے ان کو کہا کہ آپ کے پاس رہیں، میرے یہاں سے جانے کے بعد تک جب میں اکیلا ہوں گا، اپنے اس اجتماع کی حالت پر رہیں گے، اس کے بعد میرا شام کی طرف سفر کرتے وقت تک وہ یہ مقدار مجھ کو دیا کرتے تھے۔

اس کے بعد تین ایسے حضرات کے احوال درج کئے جاتے ہیں، جنہوں نے علماء ومشائخ کے ساتھ ملاقات کے لئے دنیا کے مختلف شہروں کے چکر اس زمانہ میں اپنے قدموں پر لگائے جس زمانہ میں نہ گاڑیاں تھیں، نہ ہوائی جہاز، نہ بحری جہاز اور نہ ریل گاڑی۔ انہوں نے پیدل دنیا کا سفر کیا، شیوخ سے علم حاصل کیا، اپنی اوقات کو کام میں لگایا، یہ تین حضرات (۱) مشرق کے محدث (۲) مغرب کے قاری (۳) اور شام کے محدث۔

مشرق کے محدث

حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" اور "سیر اعلام النبلاء" میں کہا ہے کہ وہ حافظ امام، علامہ، محدث، ابوحاتم محمد بن حبان، التمیمی البستی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب التصانیف (ولادت ۲۸۰ھ وفات ۳۵۴ھ) ہیں۔

انہوں نے نسائی حسن بن سفیان، ابویعلی الموصلی، ابوبکر بن حزیمہ اور مصر سے لے کر خراسان تک اتنے حضرات سے سماع کیا جن کی تعداد معلوم نہیں ہوسکتی۔

آپ سمرقند کے قاضی بنے، آپ فقیہ دین، حافظ حدیث و آثار، نجوم، طب اور فنونِ علم کے عالم تھے، آپ ایک عقل مند شخص تھے، فقہ حدیث، لغت اور وعظ میں سند کا درجہ رکھتے تھے، طویل ترین سفر کے بعد آپ اپنے شہر بست کی طرف ۳۴۰ھ میں واپس آئے اور وہیں سکونت اختیار کی اور تقریباً ساٹھ کتابیں تصنیف کیں، ان کی طرف ان کی کتب کے سماع کے لئے سفر ہوا کرتے تھے، انہوں نے اپنی صحیح "الانواع والتقاسیم" میں کہا ہے کہ ہم نے تقریباً دو ہزار سے زیادہ شیوخ سے

لکھا ہے ذہبی کہتے ہیں کہ ہمتیں اس قسم کی ہونی چاہئیں، جب کہ اُس پر فقہ، عربیت، فضائل اور کثیر تصانیف مستزاد ہیں۔

علامہ یاقوت الحموی نے ''معجم البلدان'' میں ''بست'' کے بارے میں کہا کہ بست ضمہ کے ساتھ، بجستان، غزنین، ہراۃ، اب افغانستان اور خیال ہے کہ کابل کی عملداری میں ہے، یہ شہر گرم مزاج، بڑا شہر، بہت نہروں اور باغات والا شہر ہے، مگر ویرانی ظاہر ہے، اس علاقہ نے بڑے سرکردہ فضلاء پیدا کیے، انہی میں سے امام ابوحاتم محمد بن حبان التیمی علامہ فاضل ہیں، متون اور اسانید کے عالم تھے، انہوں نے ایسی تخریج کی جس سے دوسرے لوگ عاجز تھے، جو شخص بھی ان کی تصانیف میں انصاف کے ساتھ غور وخوض کرلے، تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ شخص بحر العلوم ہے، انہوں نے اپنی کتاب ''المسند الصحیح علی التقاسیم والانواع'' میں کہا ہے کہ میں نے شاش اور اسکندریہ کے مابین تقریباً دو ہزار شیوخ سے علوم لکھے ہیں۔

انہوں نے شاش اور اسکندریہ کے درمیان سفر کئے اور ائمہ علماء اور عالی اسانید پائے، فقہ الحدیث اور معانی الحدیث میں غور وخوض کا علم انہوں نے امام الائمہ، ابوبکر بن خزیمہ سے حاصل کیا، یہ ان کی مجلس میں رہے ان سے تلمذ حاصل کیا، ان کی تصانیف اصحاب حدیث کے لئے ایک سرمایہ ہے، لیکن نادر الوجود ہیں۔

انہوں نے اپنے شہر بست میں ابواحمد اسحاق بن ابراہیم القاضی، ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن الجنید البستی، ہرات میں ابوبکر محمد بن عثمان بن سعد الدارمی، مرو میں ابوعبداللہ اور ابوعبدالرحمٰن، عبداللہ بن محمود بن سلیمان السعدنی، ابویزید محمد بن یحییٰ بن خالد المدینی، سنگ میں ابوعلی حسین بن محمد بن مصعب السنجی اور ابوعبداللہ محمد بن نصر بن ترقل الہورقانی سے سماع کیا۔

ماوراء النہر کے صغد مقام میں ابوحفص عمر بن محمد بن یحییٰ الہمدانی، نسا میں

ابوالعباس حسن بن سفیان الشیبانی اور محمد بن عمر بن یوسف اور محمد بن محمود بن عدی، النسویین میں اور نیشا پور میں ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم السراج الثقفی اور ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن شیرویہ الازدی اور ارغیان میں ابوعبداللہ محمد بن المسیب بن اسحاق الارغیانی سے سماع کیا۔

جرجان میں عمران بن موسیٰ بن مجاشع اور احمد بن محمد بن عبدالکریم الوزان سے، ری میں ابوالقاسم عباس بن الفضل بن عاذال المقری اور علی بن الحسن بن مسلم الرازی سے الکرج میں ابوعمارہ احمد بن عمارہ بن الحجاج اور حسین بن اسحاق الاصفہانی سے سماع کیا۔

عسکر مکرم میں ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن موسیٰ الجوالیقی المعروف عبدان الاہوازی، تُستر میں احمد بن محمد بن یحییٰ بن زہیر الحافظ سے، اہواز میں ابوالعباس محمد بن یعقوب الخطیب سے، ابلہ میں ابویعلی محمد بن زہیر اور حسین بن محمد بن بسطام سے سماع کیا، بصرہ میں ابوخلیفہ فضل بن الحباب الجمعی اور ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ الساجی اور ابوسعید عبدالکریم بن عمر الخطابی سے واسط میں ابومحمد جعفر بن احمد بن سنان القطان اور خلیل بن محمد الواسطی، ابن بنت تمیم بن المنتصر سے فم الصلح میں عبداللہ بن قحبطہ بن مرزوق الصلحی سے واسطہ کے دیہات نہر سائس میں خلاد بن محمد خالد الواسطی سے سماع حاصل کیا۔

بغداد میں ابوالعباس حامد بن محمد بن شعیب البلخی سے اور ابواحمد الہیثم بن الدوری سے اور ابومحمد عبداللہ بن زیدائی البجلی، مکہ مکرمہ میں ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر نیشا پوری الفقیہ کتاب "الاشراف فی اختلاف الفقہاء" کے مصنف اور ابوسعید المفضل بن محمد بن ابراہیم الجندی سے سماع کیا۔

سامرا میں علی بن سعید العسکری سے، موصل میں ابویعلی احمد بن علی بن المثنی الموصلی اور ہارون بن المسکین البلدی اور ابوجابر زید بن علی بن عبدالعزیز بن حیان

موصلی اور روح بن عبدالمجیب الموصلی اور سنجار میں علی بن ابراہیم بن الہیشم الموصلی سے سماع کیا۔

نصیبین میں ابوالسری ہاشم بن یحیٰ النصیبی اور مسدد بن یعقوب بن اسحاق الفلوسی، کفرتو ثادیار ربیعہ میں محمد بن الحسین بن ابی معشر السلمی سے اور سرغامر طادیار مضر میں ابوبدر احمد بن خالد بن عبدالملک بن عبداللہ بن مسرح الحرانی سے سماع کیا۔

رافقہ میں محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن فروخ البغدادی سے اور رقہ میں حسین بن عبداللہ بن یزید القطان، منبج میں عمر بن سعید بن سنان الحافظ اور صالح بن الاصبع بن عامر التنوفی اور حلب میں علی بن احمد بن عمران الجرجانی اور مصیقہ میں ابوطالب احمد بن داؤد بن محسن بن ہلال المصیصی، سے سماع کیا۔

انطاکیہ میں ابوعلی وصیف بن عبداللہ الحافظ سے اور طرطوس میں محمد بن یزید الدرقی اور ابراہیم بن امیہ الطرطوسی سے، آزنہ میں محمد بن علان الاذنی سے اور صیدا میں محمد بن ابی المعانی بن سلیمان الصیداوی سے، بیروت میں محمد عبداللہ بن عبدالسلام المعروف امام مکحول سے اور حمص میں محمد بن عبیداللہ بن الفضل الکلاعی الراہب سے سماع کیا۔

دمشق میں ابوالحسن احمد بن عمیر بن جوصاء الحافظ اور جعفر بن احمد بن عاصم الانصاری اور ابوالعباس حاجب بن ارکین الفرغانی الحافظ سے اور بیت المقدس میں عبداللہ بن محمد بن مسلم المقدسی الخطیب، رملہ میں ابوبکر محمد بن الحسن بن قتیبہ العسقلانی سے سماع کیا۔

مصر میں ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی اور سعید بن داؤد بن وردان المصری اور علی بن الحلین بن سلیمان المعدل اور اس طبقہ کی ایک جماعت جن کا تذکرہ ہم نے چھوڑ دیا سے سماع کیا۔

تحصیلِ علم کے راغبین کا دستور قدیم زمانہ سے یہی چلا آرہا ہے کہ شہروں کا

طواف کر کے بدن کو تھکاتے اور بعد کے زمانہ کے لئے کمائی کر کے چھوڑ جاتے، نہ آرام کرتے نہ آرام کی طلب ہوتی، علماء کی ملاقات میں راستہ کی صعوبتیں حائل نہ ہوسکتی تھیں، ان کی تحصیل علم کی آرزو اور خدمت دین کا جذبہ ان کو مزید کی تحصیل پر ابھارتی، ان کی اس آرزو نے ان کے لئے ہر تکلیف اور مشقت آسان بنادی تھی اور مقصود کے حصول نے ہر مشقت بھلادی تھی۔

حضرت ابوالقاسم الہندی المقری المغربی رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال

حافظ ذہبی نے "معرفة القراء الكبار على الطبقات والاعصار" میں اور امام القراء حافظ ابن جزری نے "غاية النهاية فى طبقات القراء" میں ابوالقاسم الہذلی البسکری، المغربی المشرقی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۳۹۵ھ وفات ۴۵۶ھ مشرق اقصیٰ نیشاپور میں ہوئی) کے احوال میں لکھا ہے۔

ذہبی نے کہا کہ ابوالقاسم الہذلی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے معلم اور زیادہ سفر کرنے والے تھے، مشہور عالم وقاری ہیں، یہ ایک ہیں جنہوں نے طلب قرأت کے لئے دنیا کا سفر کیا، ان کا نام یوسف بن علی بن جبارہ المغربی البسکری ہے، بسکرہ مغرب میں ایک چھوٹا سا دیہات ہے، اقصیٰ مغرب سے انہوں نے ترکی کا سفر کیا، جو اقصیٰ مشرق میں ہے، ان کا یہ سفر ۴۲۵ھ اور اس کے بعد کا ہے، نقاش کے شاگرد ابوالقاسم الزیدی سے انہوں نے پڑھا یہ ان کے بڑے شیوخ میں سے ہیں، دمشق میں اہوازی اور اسماعیل بن عمرو بن راشد الحداد اور ایک جماعت سے پڑھا، مصر میں مہدی بن طرارہ اور حسن بن محمد بن ابراہیم المالکی "الروضة" کے مصنف اور تاج الائمہ احمد بن علی المصری اور ابوالعلاء محمد بن علی الواسطی اور محمد بن الحسن الکارزینی سے پڑھا۔

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ انہوں نے شہروں کے چکر طلب قرأت میں لگائے، اس امت میں دوسرا کوئی ایسا شخص مجھ کو معلوم نہیں جس نے طلب قرأت کے لئے اتنے سفر کئے ہوں اور نہ ایسا شخص جس نے اتنے شیوخ سے ملاقات کی ہو، انہوں نے اپنی کتاب "الکامل فی القرأت" میں کہا ہے کہ میں نے تین سو پچپن (۳۵۵) شیوخ سے ملاقات کی ہے، مغرب کے آخری کنارے سے لے کر فرغانہ کے دروازے دائیں بائیں بحر و بر میں اگر مجھ کو معلوم ہو جاتا کہ اس راستہ میں مجھ سے کوئی آگے ہے تو میں اس تک جانے کا قصد بھی کر لیتا۔

میں کہتا ہوں کہ طلب علم میں ان سادات کی ہمتیں اس طرح کی تھیں، امیر ابن ماکولا نے کہا کہ یہ علم نحو پڑھاتے تھے علم کلام اور فقہ کو بھی سمجھتے تھے، وزیر نظام الملک نے ان کا تقرر نیشا پور کے مدرسہ میں کر دیا، کئی سال انہوں نے وہاں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، نحو، صرف، علل قرأت میں یہ بہت فائق تھے، یہ ابوالقاسم القشیری کی مجلس میں حاضری دیتے اور ان سے اصول پڑھتے اور قشیری نحو اور قرأت کے مسائل میں ان سے استفادہ اور مراجعت کرتے، ان کی قشیری کی مجلس میں حاضری ۴۵۸ھ سے لے کر وفات تک رہی۔

انہوں نے اپنی کتاب "الکامل" میں اپنے قرأت کے شیوخ کا ذکر کیا جن کی تعداد ۱۲۲ ہے حروف تہجی کی ترتیب سے ملاحظہ فرمائیں۔

ابراہیم بن احمد الاربلی، ابراہیم بن خطیب البغدادی، احمد بن رجاء العسقلانی، احمد بن الصقر البغدادی، واسط کے احمد بن علان، مصر کے احمد بن علی ہاشم، اسکندریہ کے احمد بن علی، ہمذان کے احمد بن الفضل الباطرقانی اور احمد بن لال، مصر کے احمد بن نفیس اور احمد بن محمد الخطیب النوشجانی ہیں۔

اور احمد بن محمد بن احمد بن الفتح الفرضی، احمد بن محمد اعادراتی، احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابی نعیم الاصفہانی اور احمد بن محمد بن الحسن بن مروہ الملنجی، ابلہ کے احمد بن

الحاجی، سمرقند کے احمد اشکاک اور احمد بن مسرور، اسماعیل بن الجنید، حلب کے اسماعیل بن الطیر، آرسوف کے اسماعیل بن علیان، قیروان کے اسماعیل بن عمرو الحداد ہیں۔

صیدا میں اسماعیل بن الشرمقانی اور جامع بن الخضر بصرہ میں جنید الشہرستانی اور حبشی بن عبدالعزیز، جرجان میں حسان مکیہ، مصر میں حسن بن علی بن ابراہیم المالکی، دمشق میں حسن بن علی بن ابراہیم الاہوازی، کوفہ میں حسن بن علی الشاموضی اور حسن بن خشیش سے، میا فارقین میں حسین بن منصور سے، رقہ میں حسین بن مسلمہ بن الکاتب سے، دیرعاقول میں حسین سے، حران میں حمزہ بن علی الزیدی سے اور صیدا میں خضر بن احمد سے فاس میں خلف اللہ بن علی السبتی سے سماع کیا۔

صور میں سلیم بن سلامہ سے، قدس میں سعید بن سعادہ سے، سمرقند میں سمعان قبادی سے، حران صدقہ بن المہذب امام الجامع سے، عافہ میں عبدالخالق الحلبی، عبدالرحمٰن بن احمد، ابوالفضل الرازی، عبدالرحمٰن بن علی، القروی اور عبدالرحمٰن الہرمزان سے، لاذقیہ میں عبدالساترین الذرب، عبدالعزیز بن رضی عبدالحمید، عبدالعزیز بن ابی رماد، عبداللہ بن الجویہ، عبداللہ بن سحان اور عبداللہ بن الاقرع سے سماع کیا۔

تنیس میں عبداللہ بن الحسن بن الجلبانی، عبداللہ بن احمد ابوالقاسم الدلال، عبداللہ بن شاذانی، عبداللہ بن اللبان، عبداللہ بن شبیب، عبداللہ بن منیرہ، عبداللہ بن محمد الطیرانی الذرع، عبدالملک بن سابور سے، قنسا میں عبدالملک الرہاوی سے، قدس میں عبدالملک بن سعید، عبدالملک بن عبدویہ العطار سے، دمیاط میں عبدالواحد بن عبدالقادر اور عبدالواحد بن ابراہیم ابوعانم القاینی سے سماع کیا۔

کازرون میں عثمان بن مالک، عثمان بن علی الدلال، عثمان بن محمد بن ابراہیم المالکی، علی بن احمد الجوردکی، علی بن احمد بن محمد الواحدی اور علی بن الحسین سے، طرابلس مغرب میں عمرو بن سعید، فضل بن ابی الفضل جارودی، ابنار میں فضل بن فراس سے اور اصفہان میں بھی خلق کثیر سے سماع کیا۔

بخارا کے محمد بن احمد نوجا بازی، محمد بن عبداللہ الفراء محمد بن عبداللہ بن احمد بن القاسم بن شاذان، محمد بن علی الزنبیلی سے، مصر کے محمد بن الحسن الشیرازی، محمد بن الحسین الکارزینی، قاضی محمد بن البغل، محمد بن ابی شیخ سے، رملہ کے محمد بن اسماعیل المبیض سے، بیروت کے محمد بن اسماعیل، دمشق کے محمد اسکاف سے، رحبہ کے محمد المعلم محمد بن البختری، محمد بن سمران القروی اور حلب میں محمد بن عمرو سے سماع کیا۔

بصرہ میں محمد بن سماعہ، محمد بن یعقوب، محمد بن علی الصلیقی، محمد الخاوسی، محمد بن عبدالواحد، محمد النوشجانی، محمد بن علی الجوزدانی، اور مبارک بن الفضل سے، جیرفت میں منصور بن احمد القہندزی، مسروق بن یعفر اور ابوغان المرشدی، کرمان میں مہدی بن طراز، سمرقند میں نصر بن ابی نصر الحداد، جزیرہ میں وہبان بن خلیفہ سے سماع کیا۔

تنیس میں یوسف بن عبداللہ بن بنجیس، ابواحمد العطار عبدالملک بن عبدویہ ابوالحسین الخشاب سے، دمشق میں ابوطاہر الحنائی، محمد بن الحسین، ابوالحسن المارداٸی سے، معرہ میں ابوالمجد اور ابوالمہذب اور ابونصر بن منصور جن کا نام احمد تھا، واسط میں ابورجاء، بصرہ میں ابوعمرو بن سعید اور ابوجعفر الشعیری، بصرہ میں ابوالحسن علی بن احمد الجوردکی سے سماع کیا۔

اہواز میں ابوالتام بن اشراک، ابوالحین الجوالیقی، ابوعاصم القاضی عبدالواحد بن ابراہیم اور ابوالقاسم العسکری، کرج میں ابوحاتم، سنجار میں ابوالحسین الاصم۔ بیضاء میں ابویعقوب، ابوقاسم بن عبدان، ابونصر بن قیراط اور ابوالحسن الخیری سے سماع کیا۔

شیراز میں ابوزرعہ احمد بن محمد النوشجانی اور ابوطاہر ابوالفضل بن عبدان، ابومحمد الدراع عبداللہ ابوعبداللہ الملخی، ابوالقاسم عبداللہ بن احمد الدلال، ابوعبداللہ بن کوشید، ابوسعید الجویری، ابوطاہر المکشوف، ابوالقاسم العطار عبداللہ بن محمد اور قاضی ابوالعلاء محمد بن علی بن یعقوب الواسطی سے سماع کیا۔

حافظ ذہبی نے کہا کہ میں نے ان کے شیوخ کا تذکرہ کیا اگرچہ ان میں مشہور

ائمہ نہیں ہیں، صرف یہ بتانے کے لئے ان فضلا کی طلبِ علم میں کیسی عظیم ہمت تھی۔

طلبِ علم کے سفر میں رات دن پیادہ چلنا

حضرت سعید بن المسیب تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر کئی راتوں اور دنوں کو پاپیادہ چلا ہوں۔

تحصیلِ علم کے سفر میں تمام ممالک کا سفر کرنا

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے چودہ برس کی عمر میں اپنی والدہ اور خواہر (بہن) کی نگرانی میں بخارا سے لے کر مصر تک سارے ممالک طلبِ علم میں چھان ڈالے۔

علم کی طلب میں تمام ممالک کا سفر کیا، حصولِ حدیث کے لئے، میں محدث کے ہمراہ کوفہ و بغداد متعدد بار گیا، جن کی گنتی یاد نہیں۔

اور آپ نے اپنی زندگی کے ۲۸ سال علم حاصل کرنے میں صرف کئے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مدینہ منورہ سے مصر تشریف لے گئے، صرف حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث سننے کے لئے، جو خود انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنی تھی، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر پہنچے، حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث روایت کرتے ہیں، جو صرف آپ ہی کے پاس ہے، میں وہ حدیث سننے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت عتبہ بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہوئے اور حدیث شریف بیان کی، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث سنتے ہی اونٹ پر سوار ہوئے اور مدینہ منورہ واپس چل دیئے۔

صرف ایک حدیث کے لئے یہ طویل سفر کیا۔ سبحان اللہ!

یہ ہے کھوئے ہوئے موتی کی تلاش، ذرا اندازہ لگائیے، اس زمانے میں سفر کتنا دشوار تھا، عرب کے ریگستانوں میں اونٹ پر سخت گرمی، سردی کے زمانے میں ان حضرات کے سفر کا تصور کیجیے۔ اصل میں ان حضرات کے نزدیک علم کی بڑی اہمیت تھی۔

حضرت کثیر ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کا بیان ہے کہ میں جامع دمشق میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا:

''اے ابودرداء میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث سننے آپ کے پاس آیا ہوں، اس شہر میں میرا کوئی کام نہیں، چونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف آپ کے پاس ہے، جو لوگ آپ سے سنتے ہیں، بس میں وہی سننے آیا ہوں۔''

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

''میں نے مدینہ منورہ سے شام کا سفر اس لئے کیا کہ مجھے معلوم ہوا کہ شام میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ہے، پس میں ایک مہینہ کا سفر کر کے شام پہنچا، ان کا گھر تلاش کیا، ان کے دروازے پر دستک دی، خادم آیا، میں نے کہا کہ اپنے آقا کو خبر دو کہ مدینے سے جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے پاس دروازے پر حاضر ہے۔ خادم نے واپس آکر پوچھا ''کیا آپ جابر بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں؟'' میں نے کہا ''جی ہاں۔'' یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر تشریف لائے اور مجھے گلے لگایا۔ گھر میں لے گئے، پس جب میں نے حاضری اور اس سفر کا مقصد بتایا تو آپ بے حد خوش ہوئے اور علم کی طلب اور طلبِ علم کے

لئے سفر کرنے پر مبارک باد دی، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک طویل حدیث سنائی، جو خود انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔“

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے طلبِ علم کے لئے خوب دور دراز کا سفر فرمایا۔

حصولِ علم کے لئے دوسواسّی (۲۸۰) شیوخ کے پاس پیادہ جانا

شیخ الاسلام بقی بن مخلد رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوسو اسی (۲۸۰) شیوخ سے حدیث روایت کی۔ خود فرماتے ہیں کہ میں ہر ایک شیخ کے پاس پیدل گیا۔

تحصیلِ علم کے لئے آٹھ سو چالیس (۸۴۰) میل پیادہ چلنا

حضرت ابن المقری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف ایک نسخہ ”ابن فضالہ“ کی خاطر ستر (۷۰) منزل کا سفر کیا تھا، اور ایک معمولی منزل بارہ میل کی ہوتی ہے، کل سفر آٹھ سو چالیس (۸۴۰) میل ہوا۔

حصولِ علم کے لئے تین سو پینسٹھ (۳۶۵) میل پیادہ چلنا

مادر زاد نابینا حافظ الحدیث ابوالعباس رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف کے لئے بلخ، بخارا، نیشا پور اور بغداد کا سفر کیا۔ بلخ سے بغداد تین سو پینسٹھ (۳۶۵) میل ہے۔

علم کی طلب میں سفر جہاد کے مانند ہے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جو کوئی طلبِ علم کے لئے سفر کو جہاد نہیں سمجھتا اس کی عقل میں نقص ہے، یعنی اس کی عقل ناقص ہے۔

طلبِ علم کے سفر میں سینکڑوں اساتذہ سے استفادہ کرنا

امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال کے بعد حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، واسط، شام، خراسان، یمامہ وغیرہ میں جا کر سینکڑوں اساتذہ سے استفادہ کیا۔

علم کی طلب میں ہزاروں میل کا سفر کرنا

حضرت اسحٰق بن راہویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات میں ہے کہ اس وقت مدارس اسلامیہ میں دینی علوم کے جتنے مراکز تھے، وہ سب ایک دوسرے سے ہزاروں میل دور ہونے کے باوجود انہوں نے ان تمام مقامات کا سفر کیا اور علماء و محدثین سے استفادہ حاصل کیا۔

حصولِ علم کے لئے ملک در ملک کا سفر کرنا

حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ابواسامہ رقم طراز ہیں:

"مَارَأَيْتُ رَجُلًا اَطْلَبَ لِلْعِلْمِ فِي الْآفَاقِ مِنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ"

تَرجَمہ: "یعنی میں نے عبداللہ بن مبارک سے زیادہ کسی کو ملک در ملک گھوم کر طلبِ علم کرنے والا نہیں دیکھا۔"

علم کی طلب میں ملک در ملک کی خاک چھاننا

حضرت علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے طلب علم کے شوق میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بغداد، کوفہ، یمن وغیرہ کی خاک چھانی۔[1]

---

[1] تہذیب التہذیب

حصولِ علم کے لئے سات سال کا سفر کرنا

حضرت امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی لکھا ہے کہ پہلی مرتبہ جب طلبِ علم کے لئے نکلے تو سات سال تک سفر ہی میں رہے، بحرین سے مصر کا سفر پیدل کیا پھر رملہ سے طرطوس کا سفر بھی پیدل ہی کیا، اس وقت ان کی عمر بیس (۲۰) سال تھی۔[۱]

تحصیلِ علم کے لئے تمام ممالک کی سیاحت کرنا

حافظ ابوالخطاب اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحصیلِ علم کی غرض سے اولاً تمام ملک اسپین میں سفر کیا، وہاں سے فارغ ہوکر مراکش اور دیگر ممالک کی سیاحت کے بعد مصر پہنچے اور مصر کے بعد شام، عراق، عرب اور خراسان کا سفر کیا۔

حصولِ علم کے لئے فاقہ بھی اور پیدل سفر

حضرت ابوحاتم رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سفر میں ایک مرتبہ میں جہاز سے اترا، تو خرچ بالکل پاس نہ تھا، دو میرے رفیق اور تھے، ان کا بھی یہی حال تھا، ہم تینوں تین دن فاقہ سے رہے، اور پیدل سفر کیا۔ تذکرۃ الخلفاء میں حضرت امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ نوعمری ہی میں طلبِ علم کے لئے وطن سے نکل پڑے، برسوں سفر میں رہتے، وطن واپس ہوتے، اور جلد ہی پھر روانہ ہوجاتے۔

حصولِ علم کے لئے ہر مشقت کا برداشت کرنا

حضرت مولانا الشاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے علم کے شوق میں پانی پت، دہلی، سہارنپور، رام پور، بریلی وغیرہ مختلف مقامات کا سفر بھی کیا، اور ساتھ میں ہر طرح کی پریشانی و مشقت بھی اٹھاتے رہے۔

---

[۱] تذکرہ: ج۲

تحصیلِ علم کے بعد ذخیرۂ کتب ساتھ لے کر آنا

حضرت مولانا لطف اللہ صاحب بنو بستی چھنہرہ لال پور کے رہنے والے تھے، طلبِ علم کے لئے پانی پت، دہلی وغیرہ کا سفر کیا، اور بارہ (۱۲) برس کے بعد تکمیل کر کے جب لوٹے تو کتابوں کے کئی بکس ساتھ تھے۔

طلبِ علم کے سفر میں مشقت کی وجہ سے پیشاب میں خون کا آنا

حافظ طاہر مقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تمام سفر پیادہ کئے اور کتابوں کی گٹھڑی بھی سر پر ہوتی، سفر کی کوفت اور بوجھ کی مشقت سے پیشاب میں خون آنے لگا۔

محدث موصوف کے مقاماتِ سفر درج ذیل ہیں۔

بغداد، مکہ مکرمہ، جزیرہ تنس، (واقع بحیرہ روم) دمشق، حلب، جزیرہ اصفہان، نیشاپور، ہرات، وحبہ لوفان، مدبیہ، نہاوند، ہمدان، واسطہ سادہ اسد آباد، انبار، اسفرائن، آمل، ہواز، بسطام، خسروحرد، جرجان، آمد، آستر آباد، بوسنج، بصرہ، دینور، ری، سرخش، شیراز، قزوین، کوفہ، یہ سارے مقامات سفر کے ہیں، اور سب سفر پیدل ہی کئے گئے ہیں۔

طلبِ حدیث میں سارا مال خرچ کر دیا

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد صاحب بہت بڑے سرمایہ دار تھے، لیکن ان کے بیٹے نے وہ سارا مال طلبِ حدیث میں صرف کر ڈالا۔

حضرت امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ نے علمِ الحدیث کی تحصیل میں اپنا کل سرمایہ اسی ہزار دینار بھی صرف کر

ڈالا، یہاں تک کہ جوتی خریدنے تک کی نوبت نہ آئی اور ننگے پیر چلتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ نے تحصیل علم دین میں اپنی پونجی یعنی چالیس ہزار دینار صرف کر ڈالے۔

حضرت خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ نے تحصیل علم میں ایک لاکھ کی رقم خرچ کی، جو ان کے والد نے ان کو دی تھی۔

حضرت ہشام بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ نے علمِ الحدیث کے سفر میں سات لاکھ روپے صرف کیے۔

حافظ ابوعبداللہ اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ نے طلب حدیث کے لئے اتنا سفر کیا کہ وہ فرماتے تھے ''کہ میں خیال کرتا ہوں کہ ان کے نام مسلسل لئے جائیں تو سننے والے گھبرا جائیں گے۔''

ایک مرتبہ اپنے مقامات سفر کی تفصیل بیان کی، ایک سو بیس (۱۲۰) مقامات بیان کیے، جہاں انہوں نے علم کے لئے سفر کیا۔

حضرت علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ ابھی تین سال کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، بڑی تنگی اور بے بسی میں پرورش پائی، لیکن بچپن ہی سے پڑھنے لکھنے کا انتہائی شوق تھا، محنت کا یہ حال تھا کہ بس ہر وقت پڑھتے لکھتے ہی رہتے، جمعہ کی نماز کے لئے، ضرورتاً جامع مسجد جاتے، اس کے علاوہ اپنے گھر سے دور نہ جاتے۔

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے قلم سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں، لکھنے کا یہ عالم

تھا کہ کبھی ان کو وقت ضائع کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ نیزے کے قلم سے لکھتے تھے اور بہت خوب لکھتے تھے۔

حضرت امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ نے دور دراز شہروں میں علم حدیث کا اکتساب کیا، اور احادیث کی طلب اور روایت کی خاطر متعدد بار سفر اختیار کیے۔ آپ نے کئی شہروں میں جا کر علمِ حدیث حاصل کیا، ان میں عراق، ایران، شام، خراسان اور مصر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ نے طالب علمی کے زمانے میں جو تکالیف برداشت کیں، وہ مشہور و معروف ہیں۔ مثلاً یہ کہ کئی کئی دن گزر جاتے تھے اور کچھ کھانے کے لئے نہ ہوتا تھا، بھوک کی شدت سے آپ زمین پر لیٹتے اور بار بار اس آیت کی تلاوت فرماتے:

﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝﴾ [1]

آپ خود فرماتے ہیں اس آیت کی تلاوت میں مجھے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے کچھ کھلا دیا ہو۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ فرماتے ہیں کہ:

"میں جاڑے کی ٹھنڈی ہوا اور گرمی کے جھلسا دینے والے جھونکوں میں ہر روز دو بار دہلی کے مدرسے جاتا تھا، جو ہمارے مکان سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہوگا، دو پہر کو تھوڑی دیر گھر ٹھہر کر چند لقمے ضرور کھا لیتا۔ میرے والدین ہر چند کہتے تھے کہ تھوڑی دیر کے لئے محلے کے لڑکوں

---

[1] سورہ الم نشرح: ٥، ٦

کے ساتھ کھیل کود میں حصہ لو اور وقت پر سو جاؤ، میں کہتا تھا کہ آخر کھیلنے سے مقصد دل کا خوش کرنا ہی ہے تو میری طبیعت اسی سے خوش ہوتی ہے کہ میں کچھ پڑھوں یا لکھوں۔"

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ

طلبِ حدیث کے لئے ۳۳ سال سفر کرتے رہے اور ایک ہزار مشائخ سے علم حاصل کرنے کے باوجود علمی تشنگی دور نہ ہوئی۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت امام صاحب فرماتے ہیں کہ: "جب تک قبر میں نہ چلا جاؤں، علم حاصل کرنا نہ چھوڑوں گا۔"

حضرت امام یحییٰ ناقل رحمہ اللہ تعالیٰ

مدینہ منورہ میں ایک روز حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے درس میں حاضر تھے کہ شور ہوا ہاتھی آیا۔ عرب میں ہاتھی ایک عجوبہ چیز ہے، یہ سنتے ہی درس میں موجود تمام طلباء بھاگ اٹھے، مگر امام یحییٰ رحمہ اللہ تعالیٰ اسی طرح اطمینان سے بیٹھے رہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے یحییٰ! تمہارے دیس میں ہاتھی نہیں ہوتا، جاؤ تم بھی دیکھ آؤ۔"

جواب دیا: "حضور میں اپنے دیس سے آپ کو دیکھنے اور علم سیکھنے آیا ہوں، ہاتھی دیکھنے کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں۔"

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیارے شاگرد ہیں، آپ بہت ہی

غریب تھے، پڑھنے کا اتنا شوق تھا کہ جو کچھ روکھی سوکھی مل جاتی کھا لیتے اور پڑھنے کے لئے روانہ ہو جاتے۔ کبھی ناغہ نہ کرتے، نو سال کی مدت معمولی مدت نہیں، لیکن آپ کے شوق کا یہ حال تھا کہ ان نو سالوں میں ایک دن بھی ایسا نہ گذرا کہ آپ نے فجر کی نماز امام صاحب کے ساتھ جماعت سے نہ پڑھی ہو۔

حضرت علی ہجویری (المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ)

آپ کو بچپن ہی سے حصولِ علم کا شوق بے چین رکھتا تھا، اور آپ نے اپنے زمانے کے جلیل القدر علماء کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے اکتساب فیض کیا، آپ نے صرف اپنے علاقے کے علماء ہی سے تحصیل پر اکتفا نہ کیا بلکہ شام، عراق، بغداد، مدائن، فارس، کوہستان، طبرستان، آذر بائیجان، خوزستان، خراسان اور ماوراء النہر کے اسلامی صوبوں میں مشہور علماء فضلا سے شرف تلمیذ حاصل کیا۔ حصولِ علم کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں، علم و معارف کے سمندر پی جانے کے باوجود شوق علم کی بے تابیاں کم نہ ہوئیں۔ فقط خراسان میں تین سو مشائخ کی خدمت میں حاضری دی، ان کے علم و حکمت کے پر بہار گلستان سے گل چینی کر کے اپنا دامن بھرتے رہے۔

حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ (گولڑہ شریف)

آپ کو تعلیم حاصل کرنے کا اس قدر انہماک اور شوق تھا کہ اپنی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ہی چھوٹے درجے کے طلباء کو بھی تعلیم دیا کرتے تھے۔ آپ کو علم حاصل کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ دوران قیام حجاز مقدس کے بڑے بڑے علماء سے فیض حاصل کیا۔

مختصر کلام

فی الحال مذکورہ واقعات کی تفصیل کچھ زیادہ ہے، اسی طرح سے حضرت امام

دارمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث کی طلب میں حرمین شریفین، خراسان، عراق، شام اور مصر کا سفر کیا۔

❁ حضرت امام تسوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تمیں برس (۳۰ سال) سفر میں برابر لگا دیئے۔

❁ حضرت ابن جیون رحمہ اللہ تعالیٰ اندلس (اسپین) نے حدیث اندلس، عراق، حجاز، اور یمن کے شیوخ سے حاصل کی اور یمن سے اسپین براہ راست ساڑھے تین ہزار میل سے زیادہ کا سفر ہے۔

❁ شعبی کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص ملک شام کے آخر سے چل کر یمن کے آخر تک محض اس لئے سفر کرے کہ علم کی ایک بات سن لے تو میرے نزدیک اس کا سفر ضائع نہیں ہوا۔

❁ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا: آپ کب تک علم حاصل کریں گے؟ تو جواب دیا کہ موت تک۔

❁ حضرت بن شبیب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: طبیعت تربیت سے بنتی ہے اور علم تلاش سے ملتا ہے۔

❁ حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ کی تعداد سو (۱۰۰) سے متجاوز ہے، جن سے مختلف مقامات میں جا جا کر استفادہ کیا۔

❁ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی (۸۰) سے زائد علماء سے کسبِ فیض کیا، اور اس کے لئے مختلف مقامات کا سفر کیا۔

❁ حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریباً چار سو (۴۰۰) تابعین سے سماعِ حدیث کیا اور اس کے لئے دور دراز کا سفر کیا، بسا اوقات ایک ایک حدیث کے لئے ہزاروں میل کا سفر کرنا پڑا۔

❁ حضرت امام لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مختلف ممالک اسلامیہ کا سفر کیا اور

وہاں کے علماء سے مستفیض ہوئے، ان کے اساتذہ میں پچاس (۵۰) سے زیادہ کبار تابعی ہیں۔ یہ چند نمونے سمجھ داروں کے لئے کافی ہیں، لیکن افسوس کی بات تو یہ ہے کہ موجود طالبِ علموں کے بارے میں چپہ چپہ پر مدارس اور پھر ان میں اعلیٰ تعلیم و انتظام اور پھر گھر واپس جانے کے لئے کرایہ جات کے علاوہ جیب خرچ، والدین سے علیحدہ اور مدارس سے علیحدہ اور کتب ضروریہ مفت، مطالعہ کا انتظام، مدرسین کی خدمات مفت، مخلص مہتمم کی شب و روز جدوجہد، دنیوی عزت مزید، لیکن بایں ہمہ ناقص۔ بلکہ انقص واقع ہو جاتے ہیں، نہ کتاب سے انس، نہ مطالعہ میں دلچسپی، نہ استاد کی عزت، نہ رفقاء سے محبت اور نہ مدرسہ سے لگاؤ۔

بلکہ خود دین سے بے پرواہی، سینما بینی کا مشغلہ، نماز سے بے تعلقی، اخلاق حسنہ سے دوری، نفسانیت و ہوائے نفس سے بھرپور اور نہ اپنے پیارے نبی کریم، خلق العظیم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی پاسداری کا خیال، نہ رات کو مطالعہ کریں گے، نہ دن کو اسباق پڑھتے وقت دل لگائیں گے، بلکہ اثنا درس میں بھی دل کا رخ کسی اور طرف ہوگا، کتابوں کی حالت دیکھو تو جہاں مرضی آئی پھینک ڈالیں، نہ ہی استاد صاحب کے احترام کا خیال، بلکہ بعض دفعہ استاد سے بغض وعناد، شاید وہی زمانہ آگیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کے اٹھنے کا ذکر فرمایا تو حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

"كَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَءُ الْقُرْآنَ وَنُقْرِئُهُ اَبْنَائَنَا وَاَبْنَائُنَا اَبْنَائَهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ."[1]

تَرْجَمَہ: "کیسے علم اٹھ جائے گا، حالانکہ قرآن ہم بھی پڑھتے ہیں، اور اپنی اولاد کو پڑھائیں گے، پھر ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھائے گی اور یہ سلسلہ تا قیامت چلا جائے گا۔"

---

[1] ابن ماجه، ابواب الفتن، باب ذهاب القرآن والعلم: ص۲۹۳

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو یہ یہود اور نصاریٰ اپنی کتابوں کو پڑھتے پڑھاتے نہیں رہے، لیکن صرف پڑھنا مقصود نہیں، بلکہ اس کا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا مقصود ہے۔ یہی حالت آج ہماری ہے، کاش کہ لوگ اپنی حالت کو درست کرلیں، یہ ساری باتیں "الدین النصیحة" کی غرض سے کہی گئی ہیں:

؎ جو دل میں بات ہے، کھل کر اسے بیان کر دوں
اگرچہ خفا ہو، یا نہ ہو، بندے سے مصلحانِ کرام

دارالھدیٰ کی چند کتابیں

صحابہؓ کے واقعات (اردو ترجمہ: صُوَرٌ مِنْ حَیَاۃِ الصَّحَابَۃْ)

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جو کہ براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ تھے، ان کے ایمان افروز واقعات کا مطالعہ مرجھائے ہوئے دلوں کو روحانیت عطا کرے گا، اس کتاب میں ان ہی مبارک ہستیوں کا تذکرہ دل نشین ودل چسپ انداز میں کیا گیا ہے۔ تمام مسلمانوں خصوصاً طلباء و طالبات کے لئے انتہائی مفید کتاب۔

تالیف :

الدکتور عبدالرحمٰن رافت الباشا

تابعینؒ کے واقعات (اردو ترجمہ: صُوَرٌ مِنْ حَیَاۃِ الصَّحَابَۃْ)

تابعین کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین، جنہوں نے بنفسِ نفیس حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فیض حاصل کیا، ان کے حالات و واقعات کو اس کتاب میں دل نشین ودل چسپ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ تمام مسلمانوں خصوصا طلباء وطالبات کے لئے انتہائی مفید کتاب۔

تالیف :

الدکتور عبدالرحمٰن رافت الباشا

باب چہارم

طلبِ علم کے سفر میں
بھوک برداشت کرنے کی عجیب حکایات

میرا عزم ہے کہ لکھو "مطالعہ کی اہمیت"

قلم ہاتھ میں ہے، قلم لکھ رہا ہے
حروفِ وجود و عدم لکھ رہا ہے
وجود و عدم جو مرے علم میں ہیں
قلم ان کو بے بیش و کم لکھ رہا ہے
میرا عزم ہے کہ لکھو "مطالعہ کی اہمیت"
قلم پے بہ پے دم بدم لکھ رہا ہے
مرے علم کی لوحِ محفوظ پڑھ کر
جو لکھا ہے، بس قلم لکھ رہا ہے
نہیں یک الف بیش، روحؔ لکھتے جائیں
قلم سرِجف القلم لکھ رہا ہے

اظہارِ حقیقت

ہمارے دور کی بدقسمتی ہے کہ اسلامی علم پڑھنا تو درکنار اس سے محبت بھی اٹھ گئی ہے، جس اسلامی علم سے ہمیں عزت ملے، اسی سے روگردانی کر کے اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم میں لگا رہے ہیں، لیکن حقائق اس طرح ہیں کہ شوق طلب علم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تابعین میں اور تابعین سے آگے منتقل ہوتا رہا، چنانچہ علماء کرام کے تذکروں میں بے شمار واقعات ملتے ہیں کہ بیک وقت ایک عالم کے درس میں چالیس ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ طلبہ شریک رہتے۔

تذکرۃ الحفاظ میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ تیسری صدی ہجری میں مسلمانوں کے طلب علم کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک مجلس میں دس دس ہزار دواتیں موجود ہوتیں، خلیفہ معتصم باللہ نے اپنے دور میں ایک آدمی کو مقرر کیا کہ وہ اس وقت کے محدث عاصم بن علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں کے بارے میں رپورٹ کرے، یہ بزرگ بغداد شریف سے باہر درس حدیث کی مجلس منعقد کرتے تھے، سرکاری گماشتے کے بتائے ہوئے اعداد و شمار کے مطابق ایک لاکھ بیس ہزار تشنگانِ علوم تھے، جو علم حدیث کے اس بحرِ ذخار سے سیراب ہو رہے تھے۔

یہ حضرات تحصیل علم کے لئے محنت و کوشش کرتے تھے اور طلب علم کی راہ میں محنت کامیابی کی کڑی ہے، ہمارے اکابرین کی چمکتی دمکتی سیرتِ طیبہ پر نگاہ ڈالیں تو ان شخصیات کو کامیابی کے تاج پہنانے والی شے محنت ہی ہے، اور حصول علم کے لئے محنت و مشقت اور بھوک کو برداشت کرتے رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ"[1]

ترجمہ: "جو علم کی طلب میں نکلتا ہے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے یہاں تک کہ واپس لوٹے۔"

علم کے حصول کی خاطر پورے دن میں صرف ایک روٹی پر گزارا

"تذکرۃ الحفاظ" میں حجاج بن الشاعر حافظ ابوحجاج بن یوسف بن حجاج الثقفی البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ، ان سے ابوداؤد، مسلم، بقی بن مخلد، ابویعلی ابن ابی حاتم اور کثیر مخلوق نے روایت کی ہے (وفات ۲۵۹ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

صالح بن جزرہ کہتے ہیں کہ میں نے حجاج بن الشاعر کو کہتے ہوئے سنا فرما رہے تھے کہ میری والدہ نے میرے لئے ایک سو روٹیاں جمع کیں، وہ میں نے ایک تھیلے میں ڈال لیں اور مدائن کے ایک جوان کے پاس چلا گیا، میں اس کے دروازے پر سو دن رہا، روزانہ ایک روٹی نکالتا اور دجلہ کے پانی میں بھگو کر اس کو کھا لیتا جب وہ روٹیاں ختم ہوگئیں تو میں واپس چلا آیا۔

ایثار اور قربانی کی اعلیٰ مثال

خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد میں علامہ یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۱۸۲ھ وفات ۲۶۲ھ) "مسند الکبیر المعلل" کے مصنف، کہ اس سے بہتر مسند معلل تصنیف ہی نہیں ہوئی، کی سوانح میں آیا ہے۔

ابوالحسن احمد بن یوسف بن البہلول کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان

[1] کنزالعمال، کتاب العلم، رقم الحدیث ۲۸۸۱۵، ۶۹/۱۰

کیا کہ مجھ کو یعقوب بن شیبہ نے بتایا، کہ ایک شخص پر ایک عید کا وقت ایسا آیا کہ اس کے پاس سوائے سو دینار کے اور کچھ نہ تھا، (مراد اپنی ذات ہے) اس کے احباب میں سے کسی نے اس کو لکھا کہ عید آگئی ہے اور میرے پاس بچوں پر خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں، اس نے اخراجات کے لئے کچھ رقم کی استدعا کی، اس نے وہ سو دینار ایک لفافہ میں ڈالے اس پر مہر لگائی اور اس کی طرف بھیج دیئے، وہ لفافہ اس شخص کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اس کے دوستوں میں سے کسی کا خط اس کو پہنچا اس نے بھی عید کی آمد اور اپنی تنگ دستی کا تذکرہ اس میں کیا تھا، اور کچھ رقم طلب کرنے کا مطالبہ کیا تھا، اس نے وہ تھیلا اسی طرح اس کی طرف روانہ کر دیا، اور پہلے والے شخص کے پاس کچھ نہ رہا، اس نے اپنے دوست کو لکھا یہ اب تیسرا شخص ہے جس کے پاس دینار پہنچے، اس کو اپنا حال لکھا اور عید کے اخراجات کی استدعا کی، اس نے وہ تھیلا مہر لگا ہوا اس کی طرف بھیج دیا، جب اس کے پاس وہ تھیلا اسی حالت میں پہنچا جس حالت میں اس نے بھیجا تھا، تو وہ تھیلا اٹھائے اپنے دوست کے پاس پہنچ گیا، اور کہا کہ اس تھیلے کی حقیقت کیا ہے جو تم نے مجھ کو بھیجا تھا؟

اس نے کہا کہ ہم پر عید آئی اور ہمارے پاس بچوں پر خرچ کرنے کے لئے کچھ نہ تھا، میں نے اپنے بھائی کو خط لکھا اور بچوں کے لئے عید کے خرچے کی استدعا کی، اس نے یہ تھیلا مجھ کو بھیج دیا، پھر جب آپ کا رقعہ موصول ہوا، تو وہ میں نے آپ کو بھیج دیا، اس نے کہا کہ تم میرے ساتھ اس کے پاس چلو یہ دونوں اس تیسرے کے پاس چلے گئے اور ان کے پاس وہ تھیلا بھی تھا، انہوں نے آپس میں وہ راز کی بات افشا کی، پھر وہ رقم آپس میں تقسیم کر لی، ابوالحسن کہتے ہیں کہ مجھ کو میرے والد نے کہا کہ وہ تین اشخاص یعقوب بن شیبہ، ابوالحسان الزیادی تھے، اور تیسرا شخص میں بھول گیا ہوں میرے والد نے اس کا نام بھی مجھے بتایا تھا۔

زمانہ طالب علمی میں چقندر اور بند گوبھی کے پتے کھا کر گزارا کرنے والے

ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' اور ''سیر اعلام النبلاء'' میں حافظ شیخ الاسلام بقی بن مخلد القرطبی کے تذکرے میں لکھا ہے کہ انہوں نے مشرق و مغرب کا طواف اپنے پاؤں پر چل کر کیا، ذہبی کہتے ہیں کہ ابوالولید الفرضی نے کہا کہ بقی بن مخلد کہا کرتے تھے کہ میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں کہ جن کے طالب علمی کے ایام اس طرح گزرے ہیں کہ جن کو کھانے کے لئے چقندر یا بند گوبھی کے وہ پتے جو پھینک دیئے جاتے ہیں کے علاوہ دوسری کوئی چیز میسر نہ آتی تھی۔

چقندر کے پتوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا

علامہ یاقوت الحموی نے ''معجم الادباء'' میں بقی بن مخلد اندلسی کے تذکرے میں لکھا ہے، کہ انہوں نے ایک دن طلبہ کو کہا کہ آج تم بھی علم حاصل کرنے کے لئے آ گئے ہو کیا علم اس طرح حاصل کیا جاتا ہے، کہ جب کسی کا کوئی دوسرا کام نہ ہو تو کہتا ہے چلو علم حاصل کر لیتے ہیں۔ میں ایک شخص کو جانتا ہوں (اپنی طرف اشارہ ہے) کہ اس کے طالب علمی کے ایام اس پر اس طرح گزرے ہیں کہ اس کے پاس کھانے کے لئے چقندر کے پتوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا اور کئی مرتبہ اس نے کاغذ خریدنے کے لئے کپڑے فروخت کئے، پھر اللہ نے کسی ذریعہ سے کپڑوں کا بندوبست کیا۔

سخت بھوک کو ختم کرنے کے لئے پانی کا پینا

حافظ ابن ابی حاتم الرازی ''الجرح و التعدیل'' کے مقدمہ میں اپنے والد امام ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو

فرماتے ہوئے سنا کہ ۲۱۴ھ میں میں بصرہ میں اٹھارہ مہینے رہا، میں یہ سوچ کر گیا تھا کہ ایک سال رہوں گا، میرا خرچہ جب ختم ہوگیا تو پھر میں رفتہ رفتہ اپنے بدن کے کپڑے فروخت کرنے لگا، یہاں تک کہ کپڑے بھی ختم ہوگئے اور میں بغیر خرچ کے ہوگیا۔ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ مشائخ کی مجلس میں شام تک سماع کے لئے جاتا تھا، شام کو میرا دوست گھر چلا جاتا اور میں خالی ہاتھ واپس آ کر سخت بھوک کی وجہ سے صرف پانی پیتا رہتا۔

سالانہ بیس درہم خرچ ہوئے

خطیب کی ''تاریخ بغداد'' اور ابن حجر کی ''تہذیب التہذیب'' میں امام محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۹۴ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ محمد بن نصر فرماتے ہیں کہ میں مصر میں کئی سال رہا، اور میرے کھانے، کپڑے، کاغذ، سیاہی اور دیگر اخراجات پر سالانہ بیس درہم خرچ ہوتے تھے۔

نصرتِ خداوندی

خطیب کی ''تاریخ بغداد'' میں محمد بن جریر الطبری، اور ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں محمد بن ہارون الرویانی اور تاج الدین السبکی نے ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں محمد بن نصر المروزی کے احوال میں مصر میں محمدین (محمد کی جمع) کے بھوک و افلاس کی حکایت لکھی ہے۔ ابوالعباس البکری کہتے ہیں کہ رحلہ علم نے محمد بن جریر الطبری، محمد بن اسحاق بن حزیمہ، اور محمد بن نصر المروزی، اور محمد بن ہارون الرویانی کو مصر میں جمع کیا، یہ ۲۵۶ھ کا زمانہ تھا، یہ محتاج اور فقیر ہوگئے، یہاں تک کہ معمولی گزران کے لئے بھی ان کے پاس کچھ نہ بچا، اور بھوک نے شدت اختیار کر لی کہ ان کو تکلیف ہونے لگی، ایک رات یہ اس گھر میں اکٹھے ہوگئے جس میں حدیث شریف لکھا کرتے تھے، یہ اس بات پر متفق ہوگئے کہ قرعہ اندازی کر لی جائے، اور جس کے نام قرعہ نکلے وہ

اپنے ساتھیوں کے لئے کھانا مانگ کر لائے گا جب قرعہ پڑا تو محمد بن اسحاق بن حزیمہ کے نام نکلا، انہوں نے ساتھیوں کو کہا کہ مجھ کو ذرا مہلت دو، میں صلاۃِ استخارہ پڑھ لوں۔ انہوں نے نماز شروع کر دی، یہ باقی حضرات کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی طرف روشنیاں چلتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں، والی مصر احمد بن طولون کے ایلچی آئے اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا، انہوں نے جب دروازہ کھولا تو وہ سواری سے اترا اور کہا کہ محمد نصر کون ہے؟

انہوں نے اس کی طرف اشارہ کر دیا، اس نے ایک بٹوہ نکالا جس میں پچاس دینار تھے پھر کہا کہ تم میں محمد بن اسحاق بن حزیمہ کون ہے؟

انہوں نے کہا کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے، وہ نماز سے فارغ ہوگئے تو ان کو بھی ایک بٹوہ دیا جس میں پچاس دینار تھے، پھر کہا کہ محمد بن ہارون کون ہے؟

کہا کہ یہ ہے ان کو بھی اتنی رقم دے دی۔ پھر کہا کہ کل دوپہر کے وقت امیر سوئے ہوئے تھے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا ان کو کہہ رہا تھا کہ ''محامد'' یعنی محمد نام والے یہ لوگ بھوک سے نڈھال ہیں یہ رقم کی تھیلیاں ان کے پاس بھیج دو، یہ تم پر تقسیم کر دیئے گئے ہیں جب یہ ختم ہو جائیں تو اطلاع کر دینا تاکہ مزید دے دیئے جائیں۔

ورع وتقویٰ اور فقر و فاقہ کا حسین امتزاج

خطیب کی ''تاریخ بغداد'' اور ذہبی کی ''سیر اعلام النبلاء'' میں ابوجعفر محمد بن احمد نصر الترمذی الشافعی الزاہد رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۲۰۱ھ وفات ۲۹۵ھ) کی سوانح میں آیا ہے کہ انہوں نے انتیس سال احادیث لکھیں، اصحاب شافعی سے فقہ حاصل کی، بغداد میں سکونت اختیار کی، وہاں حدیث پڑھائی، احمد بن کامل، ابن قانع ابوبکر بن خلاد الرامہرمزی ''المحدث الفاصل بین الراوی والواعی'' کے مصنف

ابوالقاسم الطبرانی نے ان سے علم حدیث حاصل کیا۔

دار قطنی کہتے ہیں کہ آپ ثقہ، عابد، زاہد اور غیر ضرر رساں تھے، احمد بن کامل کہتے ہیں کہ میں نے عراق میں شافعیہ کا ان سے بڑا آدمی ان سے زیادہ متقی اور کم خوراک کھانے والا شخص نہیں دیکھا، وہ فقر اور فقر پر صبر کی عظیم حالت پر تھے۔

ابراہیم بن السری الزجاج کہتے ہیں، کہ میں ابوجعفر کو مہینہ کے چار درہم دیا کرتا تھا، جن سے وہ اپنا گزارہ چلاتے اور کسی سے کچھ مانگتے نہ تھے، محمد بن موسیٰ بن حماد البربری کہتے ہیں کہ مجھے انہوں نے خبر دی کہ ایک مہینہ انہوں نے صرف پانچ پیسوں پر گزارہ کیا، میں نے ان کو کہا کہ یہ کس طرح آپ نے گزارہ کیا، تو فرمایا کہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہ تھا تو میں اس پر شلجم خریدتا، اور روزانہ ایک کھا لیتا، ۹۴ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔

تیس ہزار طالب علموں کا ہجوم

ابن الجوزی نے "المنتظم" میں اور "تذکرۃ الحفاظ" میں حافظ مجود علامہ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن زیاد واصل رحمہ اللہ تعالیٰ، النیشاپوری، فقیہہ شافعی، المعروف ابن زیاد الشافعی صاحب تصانیف (ولادت ۲۳۸ھ وفات ۳۲۴ھ) کی سوانح میں آیا ہے کہ انہوں نے طلبِ علم کے لئے عراق، شام اور مصر کا سفر کیا، بغداد میں سکونت اختیار کی اور وہاں حدیث پڑھائی، حدیث اور فقہ دونوں کا علم آپ کے پاس جمع تھا ثقہ اور صالح تھے۔

حاکم کہتے ہیں کہ شافعیہ میں وہ عراق میں اپنے زمانہ کے امام تھے، فقہیات اور اختلاف صحابہ کا بہت علم رکھتے تھے، دار قطنی کہتے ہیں کہ مجھے اپنے مشائخ میں ان سے زیادہ اسانید اور متون کا حافظ نہیں ملا، متون کے اندر زیادتِ الفاظ کو بھی وہ جانتے تھے، جب حدیث بیان کرنے کے لئے بیٹھتے تو شاگرد کہتے حدیث بیان کرو

تو وہ فرماتے تم سوال کرو، وہ سوال کرتے یہ اس سے متعلق حدیث بیان کرتے اور املا کرواتے۔

ابوعبداللہ بن بطہ کہتے ہیں کہ ہم ابوبکر نیشاپوری کی مجلس میں حدیث کی زیادت سننے کیلئے گئے ان کی مجلس میں سیاہی کی دواتوں کا تخمینہ اندازاً تیس ہزار تھا، اس کے بعد تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ ہم ابوالنجاد کی مجلس میں حاضر ہوئے تو ان کی مجلس کے دواتوں کا تخمینہ دس ہزار تھا، لوگوں نے تعجب کیا تھا کہ دوتہائی لوگ چلے گئے۔

یوسف بن عمر القواس کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر نیشاپوری کو کہتے ہوئے سنا، کہ تم اس شخص کو جانتے ہو جس نے چالیس سال رات کو قیام کیا ہو، اور رات کو تھوڑی دیر صرف گھٹنوں کے بل سویا ہو، اور روزانہ صرف پانچ دانوں پر گزارہ کیا ہو، اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی ہو، پھر کہا کہ وہ میں ہوں اور یہ سب کچھ ام عبدالرحمٰن کو پہچاننے سے پہلے تھا، میں اس شخص کو کیا کہوں جس نے میری شادی کروائی، میرا ارادہ تو خیر ہی کا تھا، ان کی وفات ۳۲۴ھ میں ہوئی، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

کتاب اللہ کی خاطر غیرت کھا کر مال ٹھکرانے والا محروم نہیں رہا

"معجم الادباء" اور "وفیات الاعیان" اور "الوافی بالوفیات" میں امام عربیت ابوعثمان المازنی بکر بن محمد بن عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ، البصری، النحوی، صرفی، امام، سیبویہ کے بعد جن سے زیادہ نحو جاننے والا کوئی نہ تھا، اور جنہوں نے سب سے پہلے علم الصرف کو مدون کیا، ان سے پہلے علم صرف علم نحو ہی میں درج تھا (وفات ۲۴۹ھ) کے بارے میں آیا ہے۔

کہ مازنی بہت ہی پرہیزگار تھے ایک یہودی ان کے پاس "کتابِ سیبویہ" پڑھنے کے لئے آیا اور اس کتاب کو پڑھانے پر اس نے ان کو ایک ہزار دینار دینے کو

کہا، انہوں نے انکار کر دیا اور اس کو منع کر دیا۔ ان کو ان کے شاگرد ''مبرد'' نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ اس منفعت کو ٹھکرا رہے ہیں، اپنے فاقہ اور خستہ حالی کے باوجود بھی، انہوں نے کہا کہ اس کتاب میں اللہ کریم کی کتاب کی تین سو سے زائد آیتیں ہیں، کتاب اللہ کے لئے غیرت کرتے ہوئے میں نہیں چاہتا کہ کسی ذمی کافر کو میں اس کتاب پر قادر بناؤں، مبرد کہتے ہیں کہ اتفاقاً خلیفہ واثق کے دربار میں ایک لونڈی عرجی شاعر کے اس شعر کو گا رہی تھی۔

اَظُلُومُ اِنَّ مَصَابَکُمْ رَجُلاً
اَهْدَی السَّلَامِ تَحِيَّةً ظُلُمِ

ترجمہ: ''اے حسینہ جس کو اپنے حسن پر غرور ہے، تیری قاتل آنکھوں کے تیر اس شخص کی طرف ہیں جو تمہاری طرف اس دل سے سلام کا ہدیہ پیش کرتا ہے، یہ کس قسم کا ظالم ہے۔''

وہاں موجود لوگوں کا ''رَجُلاً'' کے اعراب میں اختلاف ہوا بعض نے اس کو اسم بنا کر نصب کر دیا اور بعض نے خبر بنا کر اس کو رفع کر دیا، لونڈی اس پر مصر تھی کہ میرے شیخ ابو عثمان نے مجھے منصوب ہی سکھایا، واثق نے اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ان کو بصرہ سے بغداد لے آئیں، ابو عثمان کہتے ہیں کہ جب میں ان کے سامنے آگیا تو اس نے کہا کونسے قبیلے سے ہو؟

میں نے کہا بنو مازن سے، اس نے کہا کون سے مازن سے، مازن تمیم، یا مزن قیس، یا مازن ربیعہ، یا مازن یمن سے ہو؟ میں نے کہا مازن ربیعہ سے، اس نے میرے ساتھ میری قوم کے لب ولہجہ میں بات کی، اور مجھے کہا تمہارا نام کیا ہے؟ ''ما اسمك'' کی جگہ ''با اسمك'' کہا، اس لئے کہ مازن ربیعہ میم کی جگہ با پڑھتے ہیں اور با کی جگہ میم میں اپنی قومی لب ولہجہ میں اس کو جواب دینا مناسب نہ سمجھا کہ مجھے ''مکر'' سے اس کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے، میں نے کہا امیر المؤمنین میرا نام بکر ہے،

حالانکہ مجھے باء کو میم کے ساتھ بدل کر مکر کہنا چاہیئے تھا، وہ میرے ارادے کو سمجھ کر ہنس پڑا۔

پھر مجھے کہا کہ تم شاعر کے "اظلومہ ان مصابکمہ رجلاً" میں "رجلاً" پر نصب پڑھنا مناسب سمجھے ہو یا رفع، میں کہا امیر المؤمنین نصب زیادہ مناسب ہے، انہوں نے کہا کیوں؟ میں نے کہا اس لئے کہ "مصابکمہ" مصدر بمعنی "اصابتکمہ" ہے۔ یزیدی نے میرے ساتھ معارضہ شروع کر دیا، میں نے کہا کہ یہ بمنزلہ "ان ضربك زیداً ظلمہ" کے ہے، "رجل" "مصابکمہ" کا مفعول ہے اور اسی وجہ سے منصوب ہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ یہ کلام معلق ہے اور جب "ظلمہ" کہیں گے تو کلام مکمل ہو جائے، واثق نے داد تحسین دی۔"

پھر اس نے کہا تمہاری اولاد ہے، میں نے کہا امیر المؤمنین صرف ایک بیٹی ہے، اس نے کہا کہ الوداع کرتے وقت اس نے تم کو کیا کہا تھا، میں نے کہا اس نے اعشی کا شعر پڑھا تھا۔

؎ تَقُوْلُ اِبْنَتِيْ حِيْنَ جَدَّ الرَّحِيْلُ
اَرَانَا سَوَاءً وَمَنْ قَدْ يَتِمْ

تَرجَمہ: "میری بیٹی کہہ رہی ہے جب سواری تیار ہوئی، کہ ہم کو معلوم ہو رہا ہے کہ ہم اور یتیم برابر ہو گئے۔"

؎ اَبَانَا فَلَا رُمْتَ مِنْ عِنْدِنَا
فَاِنَّ بِخَيْرٍ اِذَا لَمْ تَرِمِ

تَرجَمہ: "ہمارے ابا جان اگر آپ ہم کو چھوڑ کر سفر نہ جائیں تو بخیریت ہوں گے۔"

؎ اَرَانَا اِذَا اَضْمَرَتْكَ الْبِلَادُ
تَجْفِيْ وَتَقْطَعُ مِنَّا الرَّحِمُ

ترجمہ: ''ہمیں محسوس ہو رہا ہے کہ سفر آپ کو شہروں میں گم کر دے گا، ہم بے سہارہ ہو جائیں گے اور رشتہ دار صلہ رحمی چھوڑ دیں گے۔''

واثق نے کہا کہ گویا میں تمہارے ساتھ تھا اور تم نے اعشیٰ کے اشعار کہے ہوں گے۔

تَقُوْلُ بِنْتِیْ وَقَدْ قَرُبْتُ مُرْتَحِلاً
یَارَبِّ جَنِّبْ اَبِی الْاَوْصَابَ وَالْوَجَعَا

ترجمہ: ''میری بیٹی کہہ رہی تھی جب میں اونٹ کے قریب ہوا اس پر رختِ سفر رکھنے کے لئے اے میرے رب میرے والد سے درد دکھ اور مصائب دور رکھ۔''

عَلَیْکَ مِثْلُ الَّذِیْ صَلَّیْتُ فَاغْتَمِضِیْ
نَوْمًا فَاِنَّ لِجَنْبِ الْمَرْءِ مُضْطَجِعًا

ترجمہ: ''تمہارے لئے ایسی ہی حفظ و امان کی دعا ہو تم اپنی نیند کی جگہ کی طرف چلی جاؤ اور آرام کرو۔''

میں نے کہا امیر المؤمنین آپ نے سچ کہا لیکن میں نے اپنی بیٹی کو جریر کا ایک شعر زیادہ کہا جو اس نے اپنی بیٹی کو کہا تھا۔

ثِقِیْ بِاللّٰہِ لَیْسَ لَہُ شَرِیْکٌ
وَمِنْ عِنْدَ الْخَلِیْفَۃِ بِالنَّجَاحِ

ترجمہ: ''اللہ پر اعتماد کرو اس کا کوئی شریک نہیں، اور خلیفہ کی جانب سے کامیابی پر۔''

اس نے کہا کہ کامیابی پر وثوق رکھو ان شاء اللہ، پھر میرے لئے ایک ہزار دینار کا حکم کیا، اور باعزت و باوقار مجھے واپس لوٹایا، مبرد دیکھتے ہیں کہ جب وہ واپس بصرہ تشریف لائے تو مجھے کہا ابو العباس ''یہ مبرد کی کنیت ہے'' کہ دیکھو ہم نے اللہ کے

لئے سود واپس کر دیئے تو اللہ نے ہمیں اس کے عوض ایک ہزار عنایت فرما دیئے۔

زندگی کے دو دور

ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں عالم ادیب، شاعر، عاقل، سخی وزیر حسن بن محمد الازدی، المہلبی، البصری رحمہ اللہ تعالیٰ، جو وزیر المہلبی کے نام سے مشہور تھے (ولادت ۲۹۱ھ وفات ۳۵۲ھ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ ابوالحسن احمد بن لویہ معز الدولہ کے وزیر تھے، اپنی عظمتِ قدر، وسعتِ صدر، بلند ہمتی، ہاتھ کی سخاوت میں مشہور تھے، علم و ادب، اور اہل علم کے ساتھ محبت میں بھی یہ انتہاء پر تھے، معز الدولہ کے ساتھ تعلقات سے پہلے یہ حوائج اور ضروریات کے بارے میں بہت تنگ اور سختی میں تھے، ایک مرتبہ سفر بھی کیا، اور اس سفر میں ان کو سخت مشکلات پیش آئیں، ان کو گوشت کھانے کی اشتہا پیدا ہوئی، لیکن گوشت خریدنے پر ان کو قدرت نہ تھی، انہوں نے فی البدیہہ یہ اشعار کہے

(ترجمہ) ''کاش کہ موت فروخت ہوتی تو میں اس کو خرید لیتا، اس زندگی میں تو کوئی خیر نہیں، کاش اچھے ذائقے والی موت آجاتی جو مجھ کو اس کریہہ زندگی سے نجات دلا دیتی،

جب میں کسی قبر کو دور سے دیکھ لیتا ہوں تو کہتا ہوں کاش یہ میری قبر ہوتی، اللہ اس شریف بندے پر رحم فرمائے جو اپنے بھائی پر وفا کی شرط سے صدقہ کر لے۔''

اس کے ساتھ اس کا ایک دوست تھا، جس کا نام عبداللہ الصوفی، یا ابوالحسن العسقلانی تھا اس نے جب یہ اشعار سنے تو ایک درہم کا گوشت خرید کر پکا کر ان کو کھلا دیا، اور دونوں الگ ہوگئے، اس کے بعد مہلبی کے احوال تبدیل ہوگئے، اور ان کو بغداد میں معز الدولہ کی وزارت مل گئی، اور جس دوست نے سفر میں ان کو گوشت کھلایا تھا اس کے احوال تنگ ہوگئے، اس کو مہلبی کی وزارت کی خبر بھی ہو چکی تھی، اس نے

ان کا ارادہ کیا وہاں پہنچے اور ایک رقعہ لکھا، کہ وزیر کو کہہ دیں کہ ان پر میری جان قربان ہو، ایک بات جو وہ بھول چکے ہوں گے، کیا آپ کو یاد ہے کہ جب زندگی سے آپ تنگ آچکے تھے اور آپ نے کہا تھا کاش موت فروخت ہوتی تو میں اس کو خرید لیتا۔

جب وزیر نے رقعہ پڑھا ان کو یاد آیا، اور ان کے کرم کا جذبہ ابھرا اور فوراً اپنے ساتھی کے لئے سو درہم کا حکم صادر کیا اور جوابی رقعہ میں یہ آیت لکھی:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ.﴾ [1]

پھر ان کو بلایا انعام و اکرام سے نوازا اور ایک ملازمت دے دی جس سے وہ اپنا کام چلائیں، اس ضیق کے بعد جب مہلبی کو وزارت ملی تو اس نے یہ اشعار کہے۔

ترجمہ: ”زمانہ میرے فاقہ کی وجہ سے نرم ہوگیا اور اس نے میری لمبی گھٹن زندگی میں میری غم خواری کی، اس نے میری امید مجھے پہنچا دی اور جس سے میں بچنا چاہتا تھا اس سے مجھ کو بچائے رکھا میں اس کے تمام سابقہ گناہوں سے درگزر کروں گا، اور اس گناہ سے بھی جو بڑھاپے نے میری مانگ نکالنے کی جگہ (بالوں) سے کیا۔“

ان کے تنگی کے وقت کے دوسرے اشعار جو انہوں نے بعض رؤساء کو لکھے، بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ اشعار ابونواس شاعر کے ہیں۔

ترجمہ: ”اگر میں اپنی اس مصیبت پر تم سے زیادہ کا مطالبہ کروں تو تم زیادہ فقر اور محتاجی مجھ کو دیتے، اور اگر مردوں کو میری جیسی زندگی پیش کر دی جائے تو وہ بھی اس زندگی کو نہ چاہیں گے۔“

---

[1] سورۂ بقرہ: ۲۶۱

تنگ دستی کی وجہ سے کوچ کرنا

قاضی شمس الدین ابن خلکان نے ”وفیات الاعیان“ میں قاضی عبدالوہاب بن علی بن نصر المالکی البغدادی الفقیہ رحمہ اللہ تعالیٰ ”ولادت بغداد میں ۳۶۲ھ وفات مصر میں ۴۲۲ھ“ کے احوال میں لکھا ہے۔

ابن بسام نے ذخیرہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ بقیۃ الناس تھے، اور اصحابِ قیاس کی زبان تھے، میں نے ان کے کچھ اشعار دیکھے ہیں، کہ ان کے معانی صبح صادق سے زیادہ واضح اور الفاظ کامیابی پر فتح حاصل کرنے سے بھی زیادہ میٹھے، بغداد نے ان کے ساتھ وہی حال کیا جو کہ بلاد اپنے اہل فضل کے ساتھ کرتے ہیں، جیسا کہ گردش ایام کا فیصلہ ہوتا ہے محسنین کے ساتھ، انہوں نے وہاں کے لوگوں کو چھوڑا اور وہاں کے پانی اور سایہ کو الوداع کہا۔ مجھے بیان کیا گیا ہے کہ جن دن وہ بغداد سے جا رہے تھے تو وہاں کے اکبر اور اہل علم وفضل کا ایک جم غفیر ان کے ہمراہ تھا، انہوں نے ان لوگوں کو کہا کہ اگر تمہارے درمیان رہتے ہوئے مجھے صبح شام دو روٹیاں بھی ملتیں، تو میں کبھی بھی تمہارے شہر کو اپنے آرزو کی تکمیل کے لئے نہ چھوڑتا، اسی سے متعلق کہا گیا ہے۔

سَلَامٌ عَلٰى بَغْدَادٍ فِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ
وَحَقٌّ لَهَا مِنِّيْ سَلَامٌ مُضَاعَفُ

ترجمہ: ”ہر جگہ بغداد پر سلام ہو اور میری طرف سے وہ کئی گنا زیادہ سلام کا حقدار ہے۔“

فَوَاللّٰهِ مَافَارَقْتُهَا عَلٰى قَلْىً لَهَا
وَاِنِّيْ بِشَطِّيْ جَانِبَيْهَا لَعَارِفُ

ترجمہ: ”پس اللہ کی قسم میں نے اس کو اس سے ناراض ہو کر نہیں چھوڑا

میں اس کی دونوں جانبوں کے کناروں کو جانتا ہوں۔''

ے وَلٰکِنْ ضَاقَتْ عَلَیَّ بِاَسْدِھَا
وَلَمْ تَکُنِ الْاِرْزَاقُ فِیْھَا شَاعِفُ

ترجمہ: ''بلکہ یہ مجھ پر بالکل ہی تنگ ہوگیا، وہ اس میں رزق کی ضرورت پوری نہیں کرتا۔''

ے وَکُنْتُ کَخُلٍّ کُنْتُ اَھْوٰی دُنُوِّہٖ
وَاَخْلَاقَہٗ تَنَائِیْ بِہٖ وَتَخَالِفِ

ترجمہ: ''میں تو دوست کی طرح اس کے قریب ہونا چاہتا تھا، اور اس کے اخلاق اس کو مجھ سے دور اور مخالف کر رہے تھے۔''

اور اسی بارے میں کہا گیا۔

ے بَغْدَادُ دَارَ لِاَھْلِ الْمَالِ طَیِّبَۃً
وَلِلْمَفَالِیْسِ دَارُ الضَّنْكِ وَالضَّیْقِ

ترجمہ: ''بغداد مالداروں کے لئے پاکیزہ گھر ہے اور مفلسوں کے لئے تنگی اور سختی کا گھر ہے۔''

ے ظَلَلْتُ حَیْرَانَ اَمْشِیْ فِیْ اَزِقَّتِھَا
کَاَنَّنِیْ مَصْحَفُ فِیْ بَیْتِ زَنْدِیْقٍ

ترجمہ: ''میں اس کے گلی کوچوں میں اس طرح حیران و پریشان پھرتا رہا جیسے زندیق کے گھر میں قرآن ہوں۔''

بغداد سے مصر جاتے ہوئے وہ حلب کے قریب شہر ''معرّۃ النعمان'' سے گزرے، وہاں کے شیخ اس وقت ابو العلاء المعریٰ تھے، انہوں نے ان کی ضیافت کی، ان کے علم، فقہ، ادب اور شعر نے ان کو متعجب کر دیا، انہوں نے اشعار کہے جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

وَالْمَالِكِىُّ بْنِ نَصْرٍ زَارَ فِىْ سَفَرٍ
بِلَادَنَا فَحَمِدْنَا النَّائِىْ وَاسْفَرَاءَ

ترجمہ: ''ابن نصر مالکی نے دوران سفر ہمارے شہر کی زیارت کی، پس ہم نے اس دور ہونے والے مسافر کی تعریف کی۔''

اِذَا تَفَقَّهَ اَحْيَا مَالِكًا جَدَلًا
وَيَنْشِرِ الْمِلكِ الضِّلِيْلِ اِنْ شَعَرَا

ترجمہ: ''فقہ میں بحث وجدال کے وقت امام مالک کو زندہ کر دیتا ہے اور جب اشعار کہتا ہے تو ملک ضلیل امرأ القیس کو زندہ کر دیتا ہے۔''

پھر مصر کی طرف متوجہ ہوئے تو اس کے جھنڈے کو بلند کیا، اور اس کی زمین و آسمان کو علم سے بھر دیا، وہاں کے اکابرین وسادات نے ان کی اتباع کی، غرائب ان پر ختم ہو گئے، اور مرغوبات ان کے ہاتھ میں لوٹ پوٹ ہونے لگے، سب سے پہلے وہ اپنی خواہش کو پہنچے، اور جس چیز کی ان کو اشتہا تھی وہ انہوں نے کھائی، بعض لوگوں نے کہا کہ جب وہ مرض وفات میں الٹ پلٹ ہو رہے تھے اور ان کی جان نکل رہی تھی، تو اس وقت وہ کہہ رہے تھے، ''لا الہ الا اللّٰہ'' کہ جب ہم کو زندگی ملی تو موت بھی آگئی، اس پر کہا گیا۔

مَتٰى يَصِلُ الْعِطَاشُ اِلَى ارْتِوَاءِ
اِذَا اسْتَقَتِ الْبِحَارُ مِنَ الرَّكَايَا

ترجمہ: ''جب پیاسا شخص پیاس بجھانے کے لئے پہنچتا ہے تو اس وقت سمندر کنوئیں سے پانی طلب کرتا ہے۔''

وَمَنْ يَّثْنِى الْاَصَاغِرَ عَنْ مُرَادٍ
وَقَدْ جَلَسَ الْاَكَابِرُ فِى الزَّوَايَا

ترجمہ: ''اور کون پھیرے گا چھوٹوں کو ان کے مقصد سے، جب اکابر

کونوں پر بیٹھ جائیں۔"

؎ وَاِنْ تَرْفَعُ الْوُضَعَاءَ یَوْمًا
عَلَی الرُّفَعَاءِ مِنْ اِحْدَی الرَّزَایَا

ترجمہ: "اور اگر ایک دن نیچ لوگ بڑے لوگوں سے بڑے ہو گئے تو یہ بڑی مصیبت ہوگی۔"

؎ اِذَا اسْتَوَتِ الْاَسَافِلُ وَالْاَعَالِیْ
فَقَدْ طَابَتْ مُنَادِمَۃُ الْمَنَایَا

ترجمہ: "جب نیچ اور اونچ، عالی اور سافل برابر ہو جائیں، تو بے شک خوش ہو جائے گا موت کا ہم نشین۔"

گھر کا سامان فروخت کرنا

قاضی ابن ابی یعلیٰ نے "طبقات الحنابلہ" میں قاضی ابوعلی الہاشمی محمد بن الحنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۳۴۵ھ وفات ۴۲۸ھ بغداد) کی سوانح میں لکھا ہے۔

ابوعلی بن شوکہ نے کہا کہ ہم نے فقہاء کی ایک جماعت جمع کی اور قاضی ابوعلی الہاشمی کے پاس چلے گئے، ہم نے ان کے سامنے اپنا فقر اور تکلیف بیان کی تو انہوں نے کہا، صبر کرو اللہ تم کو وسیع رزق دے گا، اور میں تمہارے سامنے کچھ بیان کرتا ہوں جس سے تمہارا دل خوش ہو جائے گا۔ میں ایک سال کا ذکر کرنا چاہوں گا، کہ مجھ پر اتنی تنگی آئی کہ میں نے گھر کی سواری فروخت کر دی اس کی رقم ختم ہوگئی، پھر میرے گھر کا درمیانی حصہ گر گیا، میں نے وہ لکڑیاں بیچ کر گزارہ کیا، میں مستقل گھر میں بیٹھ گیا باہر نہ نکلتا تھا، سال بھر میں ایسا ہی رہا۔ سال کے بعد مجھ کو بیوی نے کہا کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے، میں نے کہا دروازہ کھول دو، اس نے دروازہ کھولا ایک شخص اندر داخل ہوا اس نے مجھ کو سلام کیا، جب اس نے میری حالت دیکھی تو بیٹھا

نہیں اور کھڑے کھڑے یہ اشعار کہے۔

لَيْسَ مِنْ شِدَّةٍ تُصِيْبُكَ الْاَسُوْفَ
تَمْضِيْ وَسَوْفَ تَكْشِفُ كَشْفًا

ترجمہ: ”یہ مصیبت جو تجھ پر آتی ہے یہ عنقریب چلی جائے گی ختم ہو جائے گی۔“

لَا يَضِيقُ زَرْعُكَ الرَّحِيْبُ فَاِنَّ
النَّارَ يَعْلُوْ لَهِيْبُهَا ثُمَّ طَفِقَا

ترجمہ: ”تیری حالت مبارک بادی سے تنگ نہ ہو اس لئے کہ آگ کے شعلے اوپر کو اٹھتے ہیں پھر بجھ جاتے ہیں۔“

وَقَدْ رَأَيْنَا مَنْ كَانَ اَشْفٰى عَلَى الْهَلَكِ
فَوَافَتْ نَجَاةٌ حِيْنَ اَشْغٰى

ترجمہ: ”بہت سارے ایسے لوگوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ ہلاکت کے قریب ہو چکے ہوتے ہیں، جب بالکل ہلاک ہونے کو تھے تو نجات برابر آئی اور مصیبت سے نکل گئے۔“

وہ میرے پاس سے نکل گیا بیٹھا نہیں میں نے اس سے نیک شگون لیا، وہ ابھی نکلا ہی تھا کہ امیر المؤمنین قادر باللہ کا ایلچی آیا اور اس کے پاس کپڑے تھے، دینار اور خچر زین سمیت تھا، اور اس نے کہا کہ امیر المؤمنین بلا رہے ہیں اور مجھے کپڑے دینار اور خچر دے دیئے میں نے اپنی حالت بدلی، حمام میں داخل ہوا، اور قادر باللہ کے پاس چلا گیا، مجھے انہوں نے کوفہ کی قضا اور گورنری حوالے کر دی اور میری حالت ثروت والی ہوگئی۔

تنگیٔ احوال سے سفر کرنا

ابن خلکان نے ”وفیات الاعیان“ میں عبداللہ بن اسعد المعروف ابن

الدہان الموصلی رحمہ اللہ تعالیٰ، فقیہ شافعی (ولادت ۵۲۲ھ وفات ۵۸۱ھ) کے احوال میں لکھا ہے۔

کہ وہ فقیہ فاضل، ادیب تھے، لطیف اشعار کہتے تھے، الفاظ خوبصورتی سے ڈھالتے تھے، یہ اہل موصل سے تھے، جب ان کے احوال تنگ ہوگئے تو انہوں نے مصر کے وزیر صالح بن ازیک کے پاس جانے کا قصد کرلیا، لیکن اتنے وسائل نہیں تھے کہ بیوی کو ساتھ لے جاسکتے، تو انہوں شریف ضیاء الدین بن عبید اللہ الحسینی موصل میں علویوں کے نگران افسر کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

وَذَاتَ شَجْوٍ اَسَأَلَ الْبَيْنَ عِبْرَتَهَا
وَكَانَتْ تُؤَمَّلُ بِالتَّنْفِيْدِ اِمْسَاكِي

ترجمہ: ”حاجت مند عورت نے آنسو بہا دیئے اور ان کے ختم ہونے پر مجھ کو روکنا چاہتی ہے۔“

لَجَّتْ فَلَمَّا رَأَتْنِي لَا اُصِيْخُ لَهَا
بَكَتْ فَاَقْرَحَ قَلْبِيْ جَفْنُهَا الْبَاكِي

ترجمہ: ”اس نے بہت الحاح وعاجزی کی جب اس نے دیکھا کہ میں خاموش ہوں اس کی آواز پر، تو وہ رو پڑی اور اس کے رونے والی پلک نے میرا دل زخمی کر دیا۔“

قَالَتْ وَقَدْ رَأَتِ الْاَجْمَالَ مُحْدَجَةً
وَالْبَيْنَ قَدْ جَمَعَ الْمَشْكُوْ وَالشَّاكِيْ

ترجمہ: ”جب اس نے اونٹوں پر کسے ہوئے کجاوے دیکھے اور حال یہ تھا کہ جدائی شکایت کرنے اور جس سے شکایت کی جارہی ہے کو جمع کیا، تو اس نے کہا۔“

مَنْ لِيْ اِذَا غِبْتَ فِي ذَالْمَحَلِّ قُلْتُ لَهَا
قُلْتُ اللّٰهُ وَابْنُ عُبَيْدَ اللّٰهِ مَوْلَاكَ

ترجمہ: ''میرا اس جگہ کون ہوگا تمہاری عدم موجودگی میں، میں نے کہا اللہ ہے پھر اس کے بعد تیرا مولانا ابن عبید اللہ۔''

لَا تَجْزِعِيْ بِالْخَبَاسِ الْغَيْثِ عَنْكِ فَقَدْ
سَأَلْتُ نَوْءَ الثُّرَيَّا جُوْدَ مَغْنَاكِ

ترجمہ: ''تم بارش کے رک جانے کی فریاد نہ کرو، میں نے ستاروں کے جھرمٹ سے تیرے لئے کافی سخاوت کا مطالبہ کیا۔''

شریف مذکور نے ان کے ایام غیبوبت میں اس خاتون کی جملہ ضروریات کی کفالت کی، یہ خود مصر چلے گئے اور صالح بن ازیک کی مدح کی، ان کے احوال بدل گئے پھر یہ حمص شہر میں رہے اور ۵۸۱ھ میں اپنے وطن اور اہل وعیال سے دور اجنبی جگہ میں فوت ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ اور بزبان حال کہا:

قَدْ قَضَى اللّٰهُ اِنْ اَمُوْتَ غَرِيْبًا
فِيْ بِلَادٍ اَسَاقَ كَرْهًا

ترجمہ: ''اللہ کا فیصلہ ہے کہ میں اس جگہ اجنبی بن کر مروں جہاں میں مجبوری میں لایا گیا۔''

فِيْ فُؤَادِيْ مَخْبَاتُ مَعَانٍ
نَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ عَلَيْهَا

ترجمہ: ''میرے دل میں فائدہ اٹھانے کے لئے پوشیدہ تمنائیں تھیں جن پر حجاب والی آیت نازل ہوگئی۔''

نابینا شخص کا سفر

حافظ ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' اور ''معرفة القراء الكبار'' میں امام شاطبی کے احوال میں لکھا ہے، شیخ عالم، امام، عامل، مقتداء، سیّد القراء، ابومحمد

ابوقاسم بن فیرہ بن خلف الرعینی الاندلسی، الشاطبی، نابینا ''شاطبیہ'' اور ''رائیۃ'' کے ناظم، یہ دونوں کتابیں قرأۃ اور علامات کے بارے میں ہیں، اتنی کثیر تعداد میں لوگوں نے ان کتابوں کو حفظ کیا جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا، بڑے بڑے شعراء اور بڑے بڑے بلیغ اور حاذق قراء ان کے سامنے جھک گئے تھے، انہوں نے نیا اسلوب اختصار کے ساتھ اپنایا اور مشکل کو آسان بنایا۔

۵۳۸ھ میں ان کی ولادت ہوئی اپنے شہر میں ابوعبداللہ بن ابی العاص النفری سے سبعہ پڑھی، پھر ''بلنیسہ'' کا سفر کیا، وہاں ابوالحسن بن ہذیل سے قرائتیں پڑھیں اور ان کو ابوعمرو الدانی کی ''التیسیر'' جو انہوں نے حفظ کی تھی سنائی، انہوں نے بھی اور دوسروں نے بھی کتابوں کا سماع کیا، حج کیلئے گئے اور ابوطاہر السّلفی سے سماع کیا۔

بہت ذہین تھے، فن قرأت، نحو، علامات، فقہ اور حدیث میں ان کو دسترس حاصل تھی، نظم میں ان کے عمدہ اشعار ہیں، اس کے ساتھ تقویٰ للّٰہیت اور وقار بھی تھا، مصر کو انہوں نے وطن بنایا، ان کا ذکر عام، شان بڑی اور آواز دور دور تک پھیل گئی تھی، قراء کی ریاست اور سربراہی ان پر ختم ہوگئی تھی، مختلف اطراف سے قراء ان کے پاس آتے تھے ۵۹۵ھ کو مصر میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ابوشامیہ کہتے ہیں کہ ہم کو سخاوی نے خبر دی کہ علامہ شاطبی کا اپنے شہر سے منتقل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ان کے بارے میں سوچا گیا کہ ان کو خطیب بنایا جائے تو انہوں نے حج پر جانے کی وجہ سے معذوری ظاہر کی، حج پر تشریف لے گئے اور واپس اپنے شہر نہیں آئے، خطباء پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں کہ وہ امراء کا ان اوصاف کے ساتھ تذکرہ کرتے ہیں جو ان کی نظر میں درست نہ تھے، ان الزامات سے بچنے کے لئے انہوں نے خطیب بننے سے معذوری ظاہر کی اور سخت فقر پر صبر کیا۔

امام جزوی کا حال

''وفیات الاعیان'' اور ''سیر اعلام النبلاء'' اور ''الفلاکۃ والمفلوکون''

میں امام جزولی، امام النحو، ابوموسیٰ عیسیٰ بن عبدالعزیز الجزولی، البربری، المراکشی رحمہ اللہ تعالیٰ (وفات ۶۰۷ھ مراکش میں) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ انہوں نے حج کیا اور مصر میں عبداللہ بن بربری کی مجلس اختیار کی عربیت اور لغت میں دسترس حاصل کی "صحیح البخاری" کی سماع ابومحمد بن عبیداللہ سے کی، پھر مغرب "مراکش" واپس آئے، اور "بجایہ" شہر میں ایک مدت تک قیام کیا "مریہ" وغیرہ میں بھی صدر نشین رہے، بہت بڑے بڑے ائمہ اور خلقِ کثیر نے ان سے سند حاصل کی، ایسے امام تھے کہ ان کی ہمسری نہیں کی جاسکتی تھی اور نحو میں ایسی علامت تھے کہ ان کا غبار چھٹ نہیں سکتا تھا، عبارت اور فہم میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن الموقانی کا لکھا ہوا پڑھا کہ جزوی نے مصر کے قیام کے دوران بہت فقر دیکھا، مدرسہ میں آپ داخل نہیں ہوئے، باہر زمینوں پر جاکر لوگوں کی امامت کرتے اور اس سے جو کچھ حاصل ہوتا انتہائی صبر کے ساتھ اس پر گزارہ کرتے۔

انتہائی فقر کے عالم میں مغرب (مراکش) واپس آئے، جب "مریہ" واپس پہنچے تو ابن السراج کی کتاب جو انہوں نے ابن البری سے پڑھی تھی، رہن رکھوئی اس پر ان کا خط لکھا ہوا تھا۔ مرتہن نے ان کا معاملہ شیخ ابوالعباس المغربی جو کہ بہت بڑے زاہد تھے کے پاس پہنچایا، وہ عبدالمؤمن کے بیٹوں کے ساتھ تھے، ابوالعباس نے یہ معاملہ بادشاہ تک پہنچا دیا بادشاہ نے ان کو بلوایا اور جب یہ آئے تو ان کے ساتھ احسان کیا۔

چھ ماہ سے مسئلہ کی تحقیق کی وجہ سے چادر نہ دھو سکے

علامہ احمد بابا التنکبتی مالکی کی کتاب "نیل الابتہاج بتطریز الدیباج" میں علامہ فقیہ ابومحمد بن عبدالعزیز بن محمد القروی الفاسی المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ (وفات

۵۰۷ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

ابن الخطیب القسطینی نے "سفر نامہ" میں کہا ہے کہ مجھ کو بعض فقہاء نے کہا کہ میں عبدالعزیز کے پاس گیا، وہ چادر میں لپٹے ہوئے تھے اور فقہ کی کتاب ان کے سامنے پھیلی ہوئی تھی پسینہ گر رہا تھا ان کی چادر بہت زیادہ میلی تھی، میں نے ان کو کہا کہ اپنے نفس پر رحم کرو اور اپنی چادر دھولو، انہوں نے کہا کہ میں چھ ماہ سے اس کے دھونے کا ارادہ کر رہا ہوں، لیکن ایک مسئلہ کی تحقیق اور انہماک کی وجہ سے میں اس کے دھونے کے لئے وقت نہ نکال سکا، میں نے تعجب کیا اور واپس چلا گیا۔

شیخ علامہ محمد الخضر حسین التونسی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ

شیخ علامہ محمد الخضر حسین التونسی مصر" ولادت ۱۲۹۱ھ تونس میں وفات ۱۳۷۷ھ قاہرہ میں" جب پہلی مرتبہ قاہرہ آئے تو حی باطنہ میں ایک کمرہ میں رہنے لگے، یہ ایک انتہائی خراب محلہ ہے، پھر وہ قاہرہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے، اسکندریہ چلے گئے تاکہ دمشق واپس چلے جائیں، ان کے سفر کے ارادے کا علم علامہ احمد تیمور پاشا کو ہوا، وہ سفر کرنے سے پہلے شیخ کے پاس پہنچ گئے اور ان کو واپس قاہرہ لے آئے اور "دارالکتب المصریہ" میں مصحح مقرر کر دیا۔

ان کی پریشانی رفتہ رفتہ ختم ہوگئی اور کلیہ اصول الدین میں استاد مقرر ہوگئے پھر مزید وسعت ہوئی اور شیخ اپنے مقام تک پہنچے اور شیخ ازہر مقرر کئے گئے، غیر مصریوں میں یہ پہلے شخص ہیں جو شیخ الازہر مقرر کئے گئے، انہوں نے اپنے عسر ویسر کے احوال اپنے سگے بھائی زین العابدین تونسی کو اس طرح لکھے کہ غریب آدمی کے احوال مصر میں حرف "م" کی طرح تنگ تھے پھر حرف "ص" کی طرح کھل گئے پھر حرف "را" کی طرح وسیع ہوگئے یہ بات استاد حسام الدین القدسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہے۔

کلچے بغیر سالن کے پانی میں بھگو کر کھاتے رہے

حافظ الحدیث حجاج بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ شبابہ کو تعلیم کے لئے تشریف لے گئے تو اپنے گھر سے سو (۱۰۰) کلچے پکوا کر لے گئے۔ وہاں بغیر سالن کے پانی میں بھگو کر روزانہ کھاتے، جب وہ سو (۱۰۰) کلچے ختم ہو گئے، کھانے کا کوئی دیگر انتظام نہ ہونے کی وجہ سے واپس گھر لوٹے۔

کھانے کی خوشبو سے دل کو تقویت

شیخ الفقہاء امام برنانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حصول علم کا واقعہ یہ ہے کہ جب خراسان پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے تو اپنا کچھ خرچ ساتھ تھا، جب وہ خرچ ختم ہو گیا، لیکن علم کی خاطر بھوک و فاقہ سے کئی روز ایسے ہی گزارے، پھر جب بھوک کی اذیت برداشت نہ ہو سکی تو نانبائی کی دکان پر اس غرض سے جا بیٹھے کہ کھانے کی خوشبو سے ہی کچھ تقویت طبیعت کو پہنچائیں۔

کرتے کی دونوں آستین ہی بیچ ڈالیں

حضرت امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حصولِ علم کی خاطر جو مشقت برداشت کی اس کا واقعہ یہ ہے کہ طالب علمی میں تنگی خرچ سے اپنے کرتے کی دونوں آستین بیچ ڈالیں۔

مسجد کی روشنی میں لکھتے رہے

شیخ ابو العلاء بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حصولِ علم کا واقعہ ہے کہ بغدادی مسجد کی روشنی میں کھڑے کھڑے لکھ رہے تھے، اگر تیل کے خریدنے کی قدرت ہوتی تو اتنا دکھ ہرگز نہ اٹھاتے اور نہ ہی یہ تکلیف گوارا کرتے۔

شہید کا درجہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ طالب علم اگر تحصیل علم کی حالت میں مرتا ہے تو شہید مرتا ہے۔

اصحابِ صفہ پر فاقہ کا حال

طلبِ علم میں اصحابِ صفہ کا یہ حال تھا کہ کئی کئی دن کا ان پر فاقہ ہوتا تھا، کہیں سے کچھ مل گیا تو کھالیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے کچھ دیا، اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر تقسیم کر دیا۔ اس حالت میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کیا اور تمام عالم کو اس سے سیراب کیا۔

طلبِ علم کے لئے مشقت کا عجیب حال

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ یہ علم حاصل نہیں ہوسکتا جب تک اس کی راہ میں فقر و فاقہ کی لذت چکھی نہ جائے، اپنے استاد حضرت ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی غربت اور مصیبت بیان کی اور فرمایا کہ حضرت امام ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس قدر نادار ہوگئے تھے کہ ان کو گھر کی چھت تک فروخت کرنی پڑی، ان کی غذا یہ تھی کہ مدینہ منورہ کے کوڑے پر سے سڑی ہوئی کشمش چن چن کر ان کو صاف کر کے کھا لیا کرتے۔[۱]

تیس سال تک چٹائی کے سوا بستر کا لطف نہیں اٹھایا

حضرت امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علمِ حدیث کی طلب میں بڑی محنت و مشقت اٹھائی۔ تیس برس (۳۰ سال) تک ان کے پاس بستر نہیں رہا، چٹائی پر سوتے

---

[۱] جامع العلم

رہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وسعتِ معلومات کو دیکھ کر ایک شخص نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو اس قدر معلومات کیسے حاصل ہوئیں؟ تو امام ممدوح نے فرمایا کہ جانِ عزیز تیس سال میری کمر نے چٹائی کے سوا اور کسی بستر کا لطف نہیں اٹھایا۔

بدن کے کپڑے تک بیچنے پڑے

حضرت امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں زمانہ طالب علمی میں چودہ برس بصرہ میں رہا، ایک مرتبہ تنگ دستی سے یہ نوبت پہنچی کہ بدن کے کپڑے تک بیچنے پڑے، جب کپڑوں کی قیمت بھی خرچ ہوگئی دو دن بھوکا رہا، آخر ایک رفیق سے اظہار حال کرنا پڑا، خوش قسمتی سے اس کے پاس ایک اشرفی تھی نصف اس نے مجھ کو دے دی۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے حصولِ علم کا واقعہ

ایک ساتھی حضرت اسحٰق بن راہویہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ ازار بند بند کر اپنی ضروریات طالب علمی کے زمانہ میں پوری کیا کرتے تھے، دوسروں نے کچھ دینا بھی چاہا تو انکار کر دیتے تھے۔ جب یمن سے چلنے لگے تو نانبائی کے کچھ روپے امام پر رہ گئے تھے، ان کے پاس تو روپے نہ تھے، تو پہننے کے جوتے اس کے حوالے کر دیئے اور ننگے پاؤں روانہ ہوئے اور اونٹوں پر بوجھ لادنے اور اتارنے والے مزدوروں میں شریک ہوگئے، جو مزدوری ملتی وہ زادِ راہ کا کام دیتی تھی۔[1]

حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا حصولِ علم میں حال

حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کہا کرتے تھے کہ ہم نے اور ہمارے ساتھ بے شمار آدمیوں نے طالب علمی کی، مگر فائدہ انہی کو پہنچا، جن کے دل دہی سے پک

[1] تاریخ دمشق

گئے تھے۔ اس کے بعد واقعہ بیان کیا کرتے تھے کہ ہمارے گھر میں بہت سویرے روٹی تیار کر دی جاتی تھی اور دہی لگا دیا جاتا تھا، اس کو کھا کر درس میں چلے جاتے اور وہاں سے واپس آ کر اسی کو کھا لیا کرتے، اور کھانے کے شوقین اچھے اچھے کھانے کے انتظام میں رہتے اور علم کے بہت سے حصہ سے محروم رہ جاتے تھے۔

حصولِ علم میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عجیب حال

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا طالب علمی کا حال اس طرح بیان کیا ہے کہ میں یتیم ہو گیا تھا، ماں نے مکتب بھیجا، مگر گھر میں اتنا بھی نہ تھا کہ استاد کی کچھ خدمت کی جاتی، خوش قسمتی سے استاد اسی پر راضی ہو گئے کہ وہ باہر جایا کریں تو میں لڑکوں کی نگرانی کیا کروں، اسی طرح جب میرا قرآن پاک ختم ہو گیا تو مسجد میں علماء کرام کے حلقوں میں حاضری دینے لگا، جو بھی حدیث یا مسئلہ سنتا فوراً یاد ہو جاتا، میری ماں اس قدر غریب تھیں کہ کاغذ کے لئے پیسے بھی نہیں دے سکتی تھیں۔ مجبوراً چکنی ہڈیاں ڈھونڈتا پھرتا، کوئی مل جاتی تو اٹھا لیتا اور اس پر لکھنا شروع کر دیتا، تحریر سے بھر جاتی تو اس کو گھر کے ایک پرانے گھڑے میں احتیاط سے رکھ دیتا۔

حصولِ علم اور احسان مندی سے بچنا

حضرت علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے طالب علمی کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ صبح اور شام اس طرح گزرتی تھی کہ کھانے کا کوئی انتظام نہ ہوتا تھا، مگر اللہ کا شکر ہے اس نے مخلوق کی احسان مندی سے بچا لیا۔

طلبِ علم کے سفر میں چقندر کے پتے کھانا

شیخ الاسلام بقی بن مخلد رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک ایسے طالب علم کو جانتا ہوں، جس پر ایامِ طالب علمی میں اتنا سخت زمانہ گزرتا تھا کہ چقندر کے پتے کھا

کر بسر کرتا، اس افلاس اور تنگی کے باوجود اس نے ہمت نہ ہاری اور برابر علم حاصل کرتا رہا۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم کی طلب میں سفر

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کو طلب علم کے سفر میں تین دن تک کچھ کھانے کو نہ ملا، تو جنگل کی بوٹیاں اور پتیاں کھا کر اسی پر گزارہ کیا۔

مدینہ منورہ کے تین طالب علم

حضرت ابن المقدی رحمہ اللہ تعالیٰ، ابوالشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ، طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ، یہ تینوں ایک زمانہ میں مدینہ منورہ میں طالب علمی کیا کرتے تھے، ایک بار ان پر ایسا وقت آیا کہ روزہ پر روزہ رکھا، بھوک نے جب بہت مضطرب کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر گدایانہ حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجُوْعُ"

ترجمہ: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک نے ستا رکھا ہے۔"

اس کے بعد طبرانی تو وہیں بیٹھ گئے اور کہا یا تو موت آئے گی یا تو روزی۔ ابن المقری رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابوالشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ لوٹ کر اپنی قیام گاہ چلے گئے، وہ آواز کب خالی جاتی، تھوڑی دیر بعد مکان کے دروازے پر کسی نے دستک دی، دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک شخص علوی مع دو غلاموں کے تشریف لائے ہیں اور غلاموں کے سروں پر بہت سامان ہے۔ علوی شخص نے کہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مجھے یہ حکم دیا کہ تمہارے پاس کچھ پہنچا دوں۔

مولی کے پتے کھا کر علم حاصل کرنا

ولی کامل حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی تنگی کے ساتھ پوری طالب علمی کا زمانہ گزرا اور مولی کے پتے کھا کر علم حاصل کیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے طالب علمی کا واقعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ طالب علمی میں جوتے ٹوٹ گئے، چھ (٦) ماہ تک یوں ہی گزری۔

حضرت شاہ مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے طالب علمی کا واقعہ

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے طالب علمی کا زمانہ بڑی عسرت کے ساتھ بسر کیا، ایک جوڑا کپڑے کے علاوہ اور کپڑا نہ ہوتا، اس کو دھو کر پہن لیا کرتے۔ حضرت کا یہ حال آخر تک رہا، سادے کپڑے کا کرتہ اور لنگی زیب تن فرماتے تھے۔

طلبِ علم کے سفر میں روٹی گڑ یا نمک سے تناول کرنا

مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات میں ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں اکثر ایک پیسہ نہ رہتا تھا، مگر استغناء کا یہ عالم تھا کہ کسی سے سوال نہ کیا، قیام کی جگہ مدرسہ سے دور تھی، مطبخ سے خشک روٹی لے لیتے تھے اور گڑ یا نمک سے کھا لیتے تھے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”احیاءِ اسلام کے لئے علم حاصل کرتے ہوئے جو مرتا ہے انبیاء علیہم السلام سے ایک درجہ کم ہوتا ہے۔“[1]

---

[1] کنزالعمال، کتاب العلم: رقم الحدیث ۲۸۸۲۸، ۱۰/۷۰

بیت العلم کی چند مطبوعات

درسی بہشتی زیور

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہ کی مشہور تصنیف اب نئے انداز میں مَردوں اور طلبہ کے لئے تیار کی گئی ہے، جس میں مؤنث کے صیغوں کو مذکر کے صیغوں میں تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ فقہی ابواب اور ہر مضمون کے بعد تمرین کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

اس طرح یہ کتاب دینی اور عصری اداروں میں اپنے نصاب میں شامل کرنے کے لئے ایک بہترین اور مفید کتاب ہے۔

طریقۂ وصیّت (برائے مطالعہ)

اس کتاب میں درج مسائل مستند کتابوں سے لئے گئے ہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اور اتبّاعِ سنّت پر خاص زور دیا گیا ہے۔ خصوصاً غریب ملازمین اور نادار رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کے بارے میں معاشرے کے اندر جو کوتاہیاں اور غفلت وباء کی طرح پھیلی ہوئی ہیں، اس کی جانب خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ موت سے پہلے وہ وصیّت کے متعلق ایک انوکھی کتاب کا مطالعہ کرے۔

مکتبہ بیت العلم
G-29 گراؤنڈ فلور، اسٹوڈنٹ بازار، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی۔
Ph : 021-2726509, Mobilel : 0300-216192

باب پنجم

مطالعہ کی اہمیت

سلف صالحین کے ذوقِ مطالعۂ کتب کا دل نشین
اور بے مثال تذکرہ

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ
ہے چشمِ دل کے واسطے کاجل مطالعہ
دنیا کے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ
کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ

مطالعۂ کتب پر ایک عربی نظم

بمعہ ترجمہ

وَلٰكِنَّ الْكِتَابَ كِتَابُ عِلْمٍ سَمِيْرِیْ فِی اللَّيَالِی وَالنَّهَارِ

ترجمہ: ''لیکن علمی کتاب میرے شب و روز کا دم ساز و ہمراز ہے۔''

يُوَاسِيْنِیْ إِذَا هَجَمَتْ هُمُوْمِیْ وَيُوْنِسُنِیْ اِذَا نَافِی الدِّمَارِ

ترجمہ: ''جب مجھ پر اچانک رنج و غم آ پڑیں تو میری غم خواری کرتی ہے اور جب میں ہلاکت میں پھنس جاؤں تو مجھے تسلی دیتی ہے۔''

خَلِيْلِیْ فِی الْهَوَاجِسِ وَالرَّزَايَا اَنِيْسِیْ مُوْنِسِی حَامِی الذِّمَارِ

ترجمہ: ''وساوس و مصائب میں خالص دوست، غمخوار، مونس محافظ ضروریات ہے۔''

طَرِيْقِی تِلَادِیْ وَوَلِیْ اَمْرِیْ أَحَبَّ ذَخَائِرِیْ وَكَذَا ضِمَارِیْ

ترجمہ: ''کتاب میرا نیا اور پرانا سرمایہ، منتظم امور، محبوب ترین ذخیرہ اور غیر متوقع مال ہے۔''

يُدَافِع عَسْكَرِ الْاَحْزَانِ عَنِّیْ وَيَهْدِأُنِیْ إِذَا نَافِی السَّحَارِیْ

ترجمہ: ''مجھ سے غم کے لشکر کو دور کرتی ہے، اور جب مجھ کو نیند نہیں آتی تو لوریاں دے کر سلاتی ہے۔''

بِهٖ سُكْرِیْ اِذَا مَا شِئْتُ خَمْرًا وَمِنْهُ اِفَاقَتِیْ وَبِهٖ خِمَارِیْ

ترجمہ: ''جب مجھے شراب کی خواہش ہوتی ہے تو میرا نشہ اسی سے ہوتا

ہے اور اسی سے مجھے افاقہ ہوتا ہے اور اسی سے میرا خمار ہے۔"

فَهَلَّا اَيُّهَا اللَّوَّامُ لُمْتُمْ خَلِيَّ الْقَلْبِ مِنْ قِطْفِ الثِّمَارِ

ترجمہ: "سوائے ملامت کرو! تم نے کیوں نہ ملامت کی ثمرات کے حاصل کرنے سے بے فکر آدمی کو۔"

شِمَارُ فُنُوْنِ عِلْمٍ بِاجْتِهَادٍ وَتَقْرِيْب لِمَا يُدْرِيْه دَارُ

ترجمہ: "یعنی علم کے مختلف ثمرات سے محنت اور دوڑ و دھوپ کے ساتھ جس کو اہل علم جانتے ہیں۔"

حُمُوْلِي اَطْيَب الحَالَاتِ عِنْدِيْ وَاِعْزَازِي لَدَيْهِمْ فِيْهِ عَارُ

ترجمہ: "میرے نزدیک سب سے اچھی حالت اپنی گمنامی ہے اور لوگوں میں میرا اعزاز واکرام باعث عار ہے۔"

علم اور مطالعہ......اہمیت کے آئینہ میں

؎ نامہ لکھتے وقت کیا جانے قلم کیونکر چلا
اضطرابِ دل نظر آنے لگا تحریر میں

آج کل عجیب بدذوقی طلباء اور اساتذہ کے اندر پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے کہ مطالعہ کا کوئی اہتمام نہیں، اگر کچھ شوق ہو تو غیر درسی کتابیں اور اخبار بینی میں اپنا وقت گزارتے ہیں، اور دنیا کے چند تاریخی اور سیاسی واقعات کا علم ہو جانے پر بہت مسرور ہوتے ہیں۔ غضب تو یہ ہے کہ درس کے وقت میں بھی انہیں تمام چیزوں پر بحث ہوتی ہے اور پورا وقت اس میں ضائع کر دیا جاتا ہے، اس طرح نہ طلباء کو کچھ احساس ہوتا ہے نہ استاد صاحب کو، حالانکہ یہ فعل دیانت کے بالکل خلاف ہے:

؎ اپنے دامن کے لئے خار چنے خود تم نے
اب یہ چبھتے ہیں تو پھر اس میں شکایت کیا ہے؟

انسان کو اس کی محنت اور مشقت کی بقدر اس کے ثمرات اور منافع حاصل ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو محنت و مشقت کے برداشت کرنے کی ہمت و قدرت عنایت کی ہے، اس کی محنت و مشقت کا میدان اور دائرہ عمل بہت وسیع ہے۔

البتہ وسیع ترین، اہم ترین میدان طلبِ علم، تحصیلِ علم ہے، چنانچہ ایک ارشاد گزر چکا، جس میں اس کی طرف اشارہ ہے:

"اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحَدِ."

ترجمہ: "مہد سے لحد تک علم کی طلب کرتے رہو۔"[1]

چنانچہ اسلاف امت اور علماءِ زمانہ نے تحصیل علم کے بے پایاں جذبہ اور ذوق

---

[1] مخزن اخلاق وغیرہ

میں اس ارشاد کے پیش نظر زندگی کو وقف کر دیا، ان بزرگوں کی زندگی اس حقیقت کو ثابت کرتی ہے کہ فی الواقع وہ علم کے شیدائی تھے اور ذرائع علم (کتاب اور مطالعہ) کے سچے عاشق تھے، اور دل و دماغ پر اسی کی دھن تھی اور کتب بینی ان کی زندگی میں غالب تھی۔

حضرت شیخ الاسلام انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ شانِ طالب علم کو ان مناسب کلمات میں واضح فرماتے ہیں:

"هَذَا الشَّانُ مَنْ لَيْسَ لَهُ شَانٌ سِوٰى هَذَا الشَّانِ."

ترجمہ: "علم کے طالب کی شان اور حالت ایسی ہو کہ اس کے سوا اس کے پیش نظر اور کچھ نہ ہو۔"[1]

جب حضرت علامہ ابن العلاء رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے یہ دریافت کیا کہ آدمی کو کب تک علم حاصل کرنا چاہیئے تو اس عالی دماغ، باہمت نے جواب دیا:

"مَا دَامَتِ الْحَيٰوةُ تَحْسُنُ بِهٖ."

ترجمہ: "کہ جب تک حیات مہربان رہے۔"[2]

دریائے علم ناپید کنار ہے، اور انسانی زندگی محدود، بایں ہمہ اگر آدمی کسی حد پر پہنچ کر علم سے سیر ہو جائے تو یہ اس کی حرماں نصیبی ہے۔

سلف صالحین کا ذوقِ مطالعہ، ذوقِ تالیف وتصنیف کے حالات ہمارے سامنے ہیں۔ (اور مختصر طور پر بزرگان دین، اسلاف امت کے تصنیفی کارناموں کا ذکر باب ہفتم میں آجائے گا۔ ان شاء اللہ) جن سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کا مقصدِ حیات بس ایک ہی تھا، وہ یہ کہ علم میں درجہ کمال حاصل کرنا، جس کے لئے وہ ہر بڑی سے بڑی قربانی دیتے ہوئے نظر آئیں گے۔

چونکہ یہ ضابطۂ طلب ان کا طریق کار تھا:

---

[1] علمائے سلف [2] علمائے سلف: ص۴۶

"اَلْاِجْتِهَادُ فِیْ تَحْصِیْلِهَا وَقَطْعُ النَّظَرِ عَمَّا سِوٰىهَا."

ترجمہ: "بس جو بھی کوشش اور محنت ہو سکے تحصیلِ علم میں اس سے دریغ نہ کرنا، اور اس کے علاوہ ہر چیز سے قطع نظر کر لینا۔"

علم کی فضیلت واہمیت

۱......ارشاد خداوندی ہے:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا﴾[۱]

فائدہ: اس آیتِ کریمہ میں علم دین کے حصول کی نہ صرف ترغیب وتحریص دلائی جارہی ہے، بلکہ اس کے سمجھنے کے لئے بھی ارشاد ہو رہا ہے اور مطالعۂ کتب کے بغیر دین کی سمجھ کس طرح حاصل ہوگی۔ لامحالہ اس سے کتب بینی کی تحریص وترغیب بھی ہے۔

۲......شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"وَلَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ بَابًا مِنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِهٖ اَوْ لَمْ يُعْمَلْ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تُصَلِّيَ اَلْفَ رَكْعَةٍ."[۲]

ترجمہ: "علم کا ایک باب (مسئلہ قاعدہ وغیرہ) حاصل کرنا اس پر عمل کیا ہو یا عمل نہ کیا ہو، ہزار (۱۰۰۰) رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔"

ظاہر ہے کہ کتاب کے مطالعہ سے ہر فن کا نیا مسئلہ اور نیا قاعدہ حاصل ہوتا ہے۔ خواہ اس کتاب کو ہزار (۱۰۰۰) بار مطالعہ کریں، لیکن افسوس کہ آج مطالعہ کتب کی چاشنی اٹھتی جارہی ہے۔

"قَالَ اَبُوْدَرْدَاءُ لَاَنْ اَتَعَلَّمَ مَسْئَلَةً اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ قِیَامِ اللَّیْلَةِ."

---

[۱] سورۃ التوبہ: ۱۲۲ [۲] ابن ماجه، باب فضل من تعلم القرآن وعلمه: ص۲۰

تَرجَمۂ: ''میرے نزدیک ساری رات کے جاگنے سے کسی ایک مسئلہ کا سمجھنا بہتر ہے۔''[1]

مطالعہ کی اہمیت
اقوالِ زریں کی روشنی میں

❶ ...... میری صحبت سے تنہائی اچھی ہے، لیکن تنہائی سے پریشان ہو جانے کا اندیشہ ہے، اس لئے اچھی کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔

(امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ)

❷ ...... تیل کے لئے پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے میں رات کو چوکیداروں کی قندیلوں سے کھڑے کھڑے کتاب کا مطالعہ کرتا تھا۔

(حکیم ابونصر فارابی رحمہ اللہ تعالیٰ)

❸ ...... مطالعہ انسان کے اخلاق کا معیار ہے۔ (علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ)

❹ ...... دماغ کے لئے مطالعہ اور جسم کے لئے ورزش (ضروری) ہے۔

(رچرڈ اسٹیل)

❺ ...... مطالعہ کرو، اعلیٰ ترین و بلند ترین چیزوں کا۔ (ٹی ڈیوس)

❻ ...... مطالعہ سے خلوت میں خوشی، تقریر میں آراستگی، تجویز و ترتیب میں استعداد اور تجربہ میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ (بیکن)

❼ ...... جو شخص روزانہ چھ (٦) گھنٹے جانفشانی سے مطالعہ کرتا ہے، وہ ساٹھ (٦٠) سال کی عمر میں پہنچ کر اتنا عقلمند ہو جائے گا، جتنا وہ خود کو بیس (٢٠) برس میں سمجھتا تھا۔ (میری، دل)

❽ ...... اگر دنیا کی تمام دولت یا یورپ کے سامراجیوں کی بادشاہت میرے

[1] احیاء العلوم: ۱/۹

مطالعہ کے عشق کے بدلے میرے قدموں میں ڈال دی جائے تو میں اسے ٹھوکر مار دوں گا۔ (فینے لون)

۹ ...... وہ شخص نہایت ہی خوش نصیب ہے جس کو مطالعہ کا شوق ہے، لیکن جو فحش کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے اس سے وہ شخص اچھا ہے جس کو مطالعہ کا شوق نہیں۔ (میکالے)

۱۰ ...... مطالعہ علم، دل و دماغ کو عمدہ خیالات سے معمور کرنے کے لئے کیجیے، نہ کہ تھیلیوں کو سکوں سے پر کرنے کے لالچ سے۔ (شیکا)

۱۱ ...... مطالعہ ذہن کو جلا دینے کے لئے، اور اس کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ (شلے)

۱۲ ...... دنیا میں ایک باعزت اور ذی علم قوم بننے کے لئے مطالعہ ضروری ہے۔ (گاندھی جی)

۱۳ ...... مطالعہ میں ہی جوہر انسانی کو اجاگر کرنے کا راز مضمر ہے۔ (نطشے)

۱۴ ...... مطالعہ ایک مسرت بے مضرت ہے۔

۱۵ ...... مطالعہ کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیجیے، کتاب آپ کی بہترین رفیق ہے۔

۱۶ ...... کتابوں کا مطالعہ دماغ کو روشن کرتا ہے۔ (ابراہیم لنکن)

۱۷ ...... کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ ”مطالعہ روح کی غذا ہے۔“

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور مطالعہ

حضرت ابوحازم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نواسے سے روایت نقل کی ہے۔ ایک مرتبہ میں نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ گھر میں ناناجان! امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے معمولات کیا تھے؟

میری والدہ نے بتایا لخت جگر خدا کی قسم! امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اس گھر میں بیٹھے ہوتے، اور ان کے گرد و پیش کتابوں کا ڈھیر ہوا کرتا تھا۔ (ان کا مشغلہ صرف کتب بینی اور مطالعہ وتحریر رہ گیا تھا۔ کسی سے کوئی بات نہیں کرتے تھے) میں نے کہا میں نے بھی (مطالعہ کے وقت میں) ان سے کوئی لفظ نہیں سنا اور اگر ضرورت پر کوئی بات کرنا چاہتے تو وہ بھی صرف ابروؤں اور انگلی کے اشارے سے کر لیا کرتے تھے۔[1]

علم و مطالعہ اور ذوق و کتب بینی اور اس قدر استغراق و انہماک، علم و فضل اور کمال کا زینہ ہوا کرتا ہے، حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس زینہ سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، اور مطالعہ و استفادہ مکتب ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ یہ ان ہی کا مشہور مقولہ ہے کہ:

"لَذَّاتُ الْاِفْكَارِ خَيْرٌ مِّنْ لَذَّاتِ الْاَبْكَارِ."

تَرجَمَہ: "علم و مطالعہ اور فکر و اجتہاد و مسائل کی لذتوں کے مقابلہ میں دوشیزاؤں کے قرب و مال کی لذتیں ہیچ ہیں۔"[2]

ذوقِ مطالعہ وانہماک اور علم کی ذمہ داری کا احساس

علمِ دین میں اخلاص اور اس کی ذمہ داری کا احساس علم کی روح ہے، اگر یہ چیز نہ ہو تو علم صاحب علم کے لئے وبال اور باعث عذاب ہے۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے صحیفہ زندگی میں یہ وصف بہت نمایاں ہے کہ انہیں علمِ دین میں اخلاص اور اس کی ذمہ داری کا پورا پورا احساس تھا، وہ بہت کم سوتے تھے، رات کا زیادہ حصہ درس و تدریس اور مطالعہ وتصنیف میں گزرتا، گرمیوں میں کرتا اتار دیتے تھے اور اپنے سامنے ایک طشت میں پانی رکھ لیا کرتے تھے، جب غنودگی طاری ہونے لگتی تو بدن پر چھینٹے مار لیتے۔ لوگوں نے آپ سے اس کم خواہی

[1] بلوغ الامانی: ص ۷، مناقب کردری [2] حدائق الحنفیہ: ص ۱۵۴

اور زحمت کشی کی وجہ دریافت کی تو فرمانے لگے:

"كَيْفَ اَنَامُ وَقَدْ نَامَ عُيُوْنُ الْمُسْلِمِيْنَ تَوَكُّلاً عَلَيْنَا وَيَقُوْلُوْنَ اِذَا وَقَعَ لَنَا اَمْرٌ رَفَعْنَاهُ اِلَيْهِ فَيَكْشِفُهُ لَنَا فَاِذَا نِمْتُ فَفِيْهِ تَضْيِيْعُ الدِّيْنِ." [1]

تَرجَمَہ: "میں کیسے سوسکتا ہوں، جب کہ عام مسلمان ہم پر اعتماد اور یہ خیال کر کے سو رہے ہیں کہ جب ہمارے سامنے کوئی معاملہ یا نیا مسئلہ پیش آئے گا تو ان (امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ) کے پاس لے جائیں گے، وہ اس کو واضح کر دیں گے، اور اگر میں سو رہا ہوں تو یہ دین کا ضائع کرنا ہوگا اور اس سے دنیا کا نقصان ہوگا۔"

ذوقِ مطالعہ اور کتب کی تکمیل کے لئے فراغِ قلب کا اہتمام

ذوقِ مطالعہ، تحریر وتصنیف، تدوینِ مسائل اور فکر تدبر کے سلسلہ میں حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنی ذہنی صلاحیتیں اور فکری توانائیاں کھپا دی تھیں اور اس میں ان کا جس قدر شغب اور انہماک تھا، اس کا یہ عالم تھا کہ حضرت محمد بن سماعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اہلِ خاندان کو تاکید کر رکھی تھی کہ دنیوی ضروریات اور معاملات کے سلسلہ میں مجھ سے کوئی بات نہ کیا کرو، اور نہ ہی اس سلسلہ میں مجھے کچھ کہا کرو کہ ایسے امور میں پڑ کر میرے علمی اور مطالعہ کتب کے ذوق میں خلل واقع نہ ہو، البتہ اس سلسلہ میں جس قدر روپیہ یا بازار سے کسی چیز کی ضرورت ہو تو میرے مقرر کردہ وکیل سے کہہ دیا کرو کہ وہ گھریلو امور اور دنیوی معاملات کی تکمیل کر دیا کرے گا، کیونکہ اس طرح میرا وقت ضائع نہ ہوگا اور میں یکسوئی قلب کے ساتھ اپنا کام جاری رکھ سکوں گا۔

---

[1] مناقب کردری: ص۴۳۶

"فَاِنَّهٗ اَقَلُّ لِهَمِّیْ وَاَفْرَغُ لِقَلْبِیْ." [1]

ترجمہ: "کہ اس طریقہ سے میرے افکار اور فراغِ قلب میں خلل اندازی کم ہوگی۔"

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد نے حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق لکھا ہے:

"لَا یَنَامُ اللَّیْلَ وَکَانَ یَضَعُ عِنْدَهُ الدَّفَاتِرَ وَکَانَ اِذَا مَلَّ مِنْ نَّوْعٍ یَنْظُرُ مِنْ نَوْعٍ اٰخَرَ."

ترجمہ: "رات بھر سوتے نہیں تھے، اور اپنے پاس مختلف کتاب رکھتے تھے، جب ایک کتاب سے اکتاتے تو دوسری قسم کی کتاب کو دیکھتے تھے۔"

آپ کے نواسہ کا یہ بیان ہے کہ:

"آپ گھر میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے لکھا کرتے تھے۔"

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو قدرت نے اس قدر وہبی صلاحیتوں، اذواقِ صحیحہ اور ذوقِ کامل کی ودیعتوں سے مالا مال فرمایا تھا، کہ ابتدائے شعور سے ہی طلبِ علم کی طرف پوری طرح ہمہ تن متوجہ ہوئے اور اس قدر کمال حاصل کیا کہ بیس (۲۰) سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوکر کوفہ کی مسجد میں افادۂ علم کے لئے بیٹھ گئے۔ [2]

یہ ان کے کمال اخلاص، للّٰہیت اور جذبہ تحصیلِ علم کی برکتیں تھیں کہ ان کی مساعی مشکور ثمر آور اور کمال طور پر بار آور ہوئیں۔ اور آج ایک دنیا اس سے استفادہ کر رہی ہے۔

مطالعۂ کتب کے شغب میں میلے کپڑے تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی

ایک روایت میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اس قدر

[1] تاریخ بغداد، تذکرہ محمد بن الحسن الشیبانی وبلوغ الامانی: ۲/۷ [2] حدائق الحنفیہ: ص ۱۵۴

مطالعۂ کتب بینی، فکر و تدبر اور استنباط و استخراجِ مسائل میں منہمک رہا کرتے تھے کہ پارچات یعنی کپڑے آپ کے میلے ہو جاتے تھے، ذوقِ مطالعہ اور فکری و تصنیفی انہماک میں اس قدر فرصت پیدا نہیں ہو سکتی تھی کہ اپنے کپڑے اتار لیتے، اور گھر والوں سے ان کے دھونے اور دوسرے کپڑے لانے کا کہتے۔ لہٰذا آپ کے گھر والوں نے از خود اس بات کا اہتمام کر لیا تھا کہ جب آپ کے کپڑے میلے ہوتے دیکھ لیتے تو کپڑے آپ پر ڈال دیتے تھے اور اس طرح انہیں مجبور کر کے میلے کپڑے اتروا لیا کرتے تھے۔[1]

مطالعہ میں خلل ڈالنے والے مرغ کو ذبح کروا دیا

صاحب حدائق الحنفیہ نے یہاں پر ایک دوسرا لطیفہ بھی نقل کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسی باتیں ان لوگوں کے لئے یقیناً اچھنبے اور حیرت و استعجاب کا باعث بن سکتی ہیں، جنہوں نے کبھی کتابوں کی گرد جھاڑنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی، جنہیں مطالعہ کتب کی فرصت ہی نہیں، اگر فرصت ہے تو ذوق نہیں، مگر جو لوگ اس وادیٔ عشق و محبت میں قدم رکھ چکے ہیں، ان کی تو بس ایک ہی تمنا ہوتی ہے:

ع خلوتے و کتابے و گوشۂ چمنے

وہ مطالعہ میں انہماک اور قلبی شغب میں معمولی خلل بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں ایک مرغ تھا، جو وقت بے وقت بانگ (یعنی اذان) دے دیا کرتا تھا۔ ایک روز آپ نے اسے پکڑوا کر ذبح کروا دیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ مرغا میرے لئے ناحق علم و مطالعہ میں حارج بنا ہوا ہے۔[2]

سبحان اللہ! جنہیں کتب بینی اور مطالعہ اور فکر و تدبر کا نشہ ہو تو وہ کب اس میں خلل برداشت کر سکتے ہیں کہ یہ نشہ تو دائمی، فطری اور ہر لحاظ سے پاکیزہ نشہ ہے۔

---

[1] حدائق الحنفیہ: ص ۱۵۳ [2] حدائق الحنفیہ: ص ۱۳۵، مناقب کردری ص ۴۳۵

مطالعہ میں انہماک اور سلام کے جواب میں دعا (دینا)

حضرت محمد بن سماعہ رحمہ اللہ تعالیٰ جو حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں، ان کے مطالعاتی انہماک کی کیفیات بیان کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو مطالعہ اور کتب بینی اور تحریر و تدوینِ مسائل میں اس قدر انہماک ہوا کرتا تھا کہ اگر کوئی شخص ان کو سلام کرتا تو انہماک و بے خبری میں (سلام کا جواب دینے کے بجائے) اس کے لئے دعا کرنے لگتے، پھر جب وہ شخص دوبارہ سلام میں کچھ اور الفاظ کا اضافہ کر کے (یا توجہ دلانے کے لئے آواز اونچی کر کے) سلام کرتا تو حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ پھر وہی دعائیہ کلمات دہرا دیتے تھے۔[1]

رات کو بھی مطالعہ میں منہمک رہتے

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک صاحب جو ان کے ہم سبق تھے، فرماتے تھے کہ میں نے ان کے بارے میں دیکھا کہ وہ رات کو چراغ جلاتے، کتاب کھول کر دیکھتے، اور اس کے بعد چراغ بجھا کر پھر لیٹ جاتے، پھر تھوڑی دیر بعد اٹھ بیٹھتے اور چراغ جلاتے۔ کہنے لگے ایک دفعہ میں نے گنا کہ انہوں نے ایک رات میں سترہ (۱۷) دفعہ اٹھ کر چراغ جلایا اور کتاب کا مطالعہ کیا۔

اب جس نے رات میں سترہ (۱۷) دفعہ اٹھ کر چراغ جلایا ہو، کیا وہ سوتے ہوں گے؟ وہ سوتے نہیں تھے، بلکہ وہ لیٹتے تھے، اور ان کا لیٹنا غور و فکر کے ساتھ ہوتا تھا، اس لئے کئی مرتبہ لوگ دیکھتے تھے کہ چارپائی پر لیٹے ہیں اور وہ اسی عشاء کے وضو سے اٹھ کر فجر کی نماز پڑھ لیتے تھے۔

---

[1] بلوغ الامانی: ص۷، مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبیہ للذہبی ص۴۸

حضرت حکیم ابونصر فارابی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا عالم میں بڑا شہرہ ہے، زمانہ طالب علمی میں رات کو راستہ میں پاسبانوں کی قندیلوں تلے کھڑے ہو کر کتاب کا مطالعہ کرتے تھے۔[1]

فائدہ: ان کے پاس اتنی فرصت نہ تھی کہ اپنا تیل خرید کر مطالعہ کا انتظام کرتے لیکن آج ہم ہیں کہ بجلیاں، قمقمے، شاندار روشنی یا کم از کم مٹی کا تیل عام مہتمم و منتظمین کی طرف سے بھی اور عوام بھی خدمت کرنے کو ہے، لیکن شومئی قسمت کہ کتاب کے مطالعہ سے پھر بھی محروم۔

حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کا مطالعہ کے وقت یہ عالم تھا کہ ادھر ادھر کتابیں ہوتیں اور ان کے مطالعہ میں ایسے مصروف ہوتے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی، بیوی کو کب گوارا ہو سکتا تھا کہ اس کے سوا کسی اور کی اس قدر گنجائش شوہر کے دل میں ہو، چنانچہ ایک دفعہ حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیوی نے بگڑ کر کہا:

"وَاللّٰهِ لِهٰذَا الْكُتُبُ اَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ ثَلٰثِ ضَرَائِرَ."[2]

ترجمہ: "اللہ کی قسم یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں۔"

حضرت شیخ الرئیس رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ فرماتے ہیں کہ طالب علمی میں میں نے کتاب "ما بعد الطبیعہ" کا چالیس (۴۰) مرتبہ مطالعہ کیا لیکن پتہ نہ چلا اگرچہ عبارت تمام یاد ہو گئیں، اتفاقاً اسی

---

[1] تذکرة الحفاظ: ۱۲۰/٤   [2] ابن: ۴۵۱/۱

عرصہ میں میرا کتب فروشوں کے پاس سے گزر ہوا، ایک شخص میرے ہاں کتاب لایا اور مجھ سے کہا یہ "ما بعد الطبیعه" کے فن میں ہے، میں نے انکار کیا، اس کے اصرار سے مجبوراً خرید لی۔ جب میں نے کتاب کھولی تو وہ حضرت ابونصر فارابی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف نکلی، بڑی خوشی ہوئی۔ چنانچہ مطالعہ سے مشکل حل ہوگئی۔[1]

حضرت ابوبکر بن بشار رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ ادب کے مشہور امام اور بغداد میں شہزادوں کے اتالیق (ادب سکھانے والے معلم) تھے۔ ایک روض قصرِ خلافت کو جاتے ہوئے نخاس سے گزرے، وہاں ان دنوں ایک جاریہ آئی ہوئی تھی، جس کے حسن وسلیقے کا سارے بغداد میں شہرہ تھا، ابن بشار رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ کر مفتون ہوگئے۔

جب دارالخلافہ میں پہنچے تو خلیفہ نے پوچھا آج کیوں دیر ہوگئی؟

انہوں نے ماجرا سنایا، خلیفہ نے سن کر خفیہ طور پر وہ جاریہ خرید کر ابن بشار رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکان پر ان کے پہنچنے سے پیشتر پہنچا دی۔ جب علامہ ممدوح اپنے مکان پر واپس آئے تو جاریہ کو بیٹھے پایا، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کو بالا خانہ بھیج دیا اور خود وہیں بیٹھ کر ایک علمی مسئلہ کی تحقیق میں مصروف ہوگئے، غور کرتے تو طبیعت کا لگاؤ اس جاریہ کی طرف ہو جاتا، حضرت ابن بشار رحمہ اللہ تعالیٰ نے خادم کو آواز دی اور فرمایا اس جاریہ کو واپس لے جاؤ، کیونکہ مطالعہ میں خلل آتا ہے، چنانچہ خادم حسب الحکم جاریہ کو واپس کر آیا۔[2]

حضرت خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ راہ چلتے بھی مطالعہ کرتے تھے، تاکہ آنے جانے کا وقت ضائع نہ ہو۔[3]

---

[1] عیون: ۲/۴ [2] نزہۃ: ص ۳۳۶ [3] تذکرۃ الحفاظ: ۳/۱۱۴

حضرت ابوالوفاء بن عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ خود فرماتے ہیں ''میں کھانے کے وقت کو مختصر کرنے کی بہت کوشش کرتا ہوں، اکثر روٹی کے بجائے چورہ پانی میں بھگو کر استعمال کرتا ہوں، کیونکہ روٹی اور چورہ کے استعمال میں کافی تفاوت ہے، روٹی کھانے میں کافی وقت لگ جاتا ہے جب کہ ثانی الذکر کے استعمال سے مطالعہ وغیرہ کے لئے نسبتاً کافی وقت بچ جاتا ہے۔[1]

حضرت فتح بن خاقان رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ خلیفہ متوکل کے وزیر خاص تھے متوکل نے ان کو اپنا بھائی بنایا تھا، اور ان کو اپنی اولاد سے مقدم رکھتے تھے۔[2]

مطالعہ کے لئے کوئی نہ کوئی کتاب ہمیشہ ان کے پاس رہتی، جب کسی ضرورت سے متوکل کی مجلس سے اٹھتے تو راستہ چلتے ہوئے مطالعہ شروع کرتے، تاکہ آمد و رفعت کا یہ وقت ضائع نہ ہو، اسی طرح جب متوکل مجلس سے اٹھتے تو فتح بن خاقان فوراً کتاب نکال کر مصروف مطالعہ ہو جاتے، یہاں تک کہ بیت الخلاء میں بھی مطالعہ کرتے۔ (ممکن ہے کہ وہ اسلامی مذہبی کتاب نہ ہو! مرتب)۔[3]

آپ اپنی عبا کی آستین میں کتابیں رکھتے تھے، جب کسی خلیفہ کے دربار سے کسی کام کے لئے اٹھتے تھے تو فتح ابن خاقان خلیفہ کی واپسی تک اپنی کتاب کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔[4]

علامہ زمخشری رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ دن میں علم کے طلب گار اور راتوں کو مطالعہ کے لئے بیدار رہتے، علم و

---

[1] ذیل طبقات حنابلہ [2] الاعلام للزرکلی: ۱۳۳/۵

[3] فہرست ابن ندیم: ص ۱۳۰ [4] اسلامی کتب خانہ

مطالعہ ان کا صرف مشغلہ نہیں بلکہ ایک محبوب غذا بن گیا تھا۔

آپ علم کے ساتھ اپنی محنت، مطالعہ کے ساتھ اپنے شوق، تصنیف کے ساتھ اپنے ذوق، کتابوں میں بیٹھے ہوئے اپنی لذت اور مسائل کے حل کے وقت اپنے لطف ومسرت کو اشعار میں بیان کر کے کہتے ہیں:

سَهَرِيْ لِتَنْقِيْحِ الْعُلُوْمِ أَلَذُّ لِيْ
مِنْ وَصْلِ غَانِيَةٍ وَطِيْبِ عِنَاقٖ

تَرجَمہ: ”علم ومطالعہ کے لئے میرا راتوں کو جاگنا خوب صورت دوشیزہ کے وصل وملاقات سے مجھے زیادہ لذیذ ہے۔“

وَتَمَايُلِيْ طَرَبًا لِحَلِّ عَوِيْصَةٍ
أَشْهٰى وَأَحْلٰى مِنْ مُدَامَةِ سَاقٖ

تَرجَمہ: ”اور کسی مشکل مسئلہ کے حل ہوتے وقت میرا جھومنا مجھے ساقی کے جامِ شراب سے زیاہ محبوب ہے۔“

مطالعہ کے لئے سال بھر معتکف رہا

شیخ کوثری نے فرمایا کہ جب میں دمشق میں مقیم تھا تو مکتبہ ظاہریہ میں مطالعہ کے لئے سال بھر معتکف رہا، پہلے میں ہوٹل میں رہا، پھر جب خرچ کم پڑ گیا تو میں نے اور میرے ایک ترکی ساتھی نے ہوٹل کی چھت پر کم کرایہ کا ایک کمرہ مشترکہ طور پر لے لیا پھر میں بالکل فقیر ہوگیا، تو میرا ساتھی میری امداد اپنے اس تھوڑے سے اخراجات میں کرتا رہا، ہمارا کھانا پینا مشترک تھا پھر وہ بھی میری طرح فقیر ہوگیا، اور رزق کی تلاش کے لئے وہ غائب رہنے لگا اور میں بھوکا پیاسا پڑا رہتا، میرے پاس ایک درہم بھی نہ تھا کہ کچھ کھا سکوں۔

میں پہلے دن کی صبح مکتبہ ظاہریہ حسب عادت گیا لیکن بغیر کچھ کھائے پیے پھر

اپنے کمرے میں واپس آگیا، سخت بھوک کی حالت تھی، اگلی صبح تک میں پھر اپنے کمرے میں اسی حالت میں پڑا رہا، دوسرے دن پھر مکتبہ چلا گیا، تیسرے دن بھوک بہت سخت ہوگئی جب کہ میرے کمرہ میں بیٹھنے کی وجہ سے بھوک کی شدت مجھ کو زیادہ پریشان کر رہی تھی، اور علم کے ساتھ مشغولیت تکلیف کو ہلکا کر دیتی تھی۔

جب میں ظہر کے بعد اپنے کمرے کو آنے لگا تو محلے کے اس دوکاندار سے ہوتا ہوا آیا جس کے پاس میں نے اپنے خط و کتابت کا پتہ چھوڑا تھا اور اس کا پتہ اپنے احباب کو دیا تھا اس نے مجھ کو بتایا کہ ڈاکیہ آیا تھا اور اس کے پاس ایک رجسٹری تھی لیکن وہ بذات خود آپ کے حوالے کرنا چاہتا تھا، میں نے بھوک پیاس اور کمزوری کے ساتھ ڈاک خانہ چلا گیا تو وہ خط شیخ رشید حواصلی جو کہ میری کتابوں کے عالم تھے کا تھا انہوں نے استنبول سے میرے لئے یہ خط تقریباً چار ماہ قبل ارسال کیا تھا اور اس خط کے ساتھ یک چیک تھا تین جنیہ کا (جنیہ مصری سکہ ہے) یہ چیک بھی اس عرصہ میں استنبول اور قاہرہ کے درمیان خط کے ساتھ آتا جاتا رہا، میری عدم موجودگی میں اور قاہرہ کا پتہ نہ ہونے کی وجہ سے یہاں تک کہ میرے بھوک کی شدت کے تیسرے دن وہ مجھ کو مل گیا، میں نے چیک کی رقم لی مجھ پر اور میرے کمرے کے ساتھی پر ایک وقت کے لئے وسعت ہوگئی۔

ان جینہات کے بھیجنے کا سبب شیخ حواصلی کی جانب سے یہ ہوا جیسا کہ بعد میں قاہرہ میں ملاقات کے وقت انہوں نے بتایا کہ وہ ایک دن اپنے گھر واپس آئے، راستہ میں انہوں نے عمدہ قسم کی مچھلی خریدی دوپہر کا کھانا کھایا اور میں ان کو یاد آیا کہ میں اپنے ملک اور اہل و عیال سے دور ہوں اور اپنے گھر سے صرف ایک جوڑا کپڑوں کا لے کر نکلا تھا کہ نہ تو واپس جا سکتا ہوں اور نہ کچھ آنے کی امید ہے اور نہ میرے پاس کچھ ہے، انہوں نے یہ چیک مجھ کو ارسال کیا تھا اور الحمد للہ مناسب وقت پر وہ مجھ کو مل گیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لطف وکرم پر اللہ کا بہت بہت شکر ہے۔

میرے لئے زندگی کا ایک لمحہ ضائع کرنا جائز نہیں

حافظ ابن رجب کی "ذیل طبقات الحنابله" میں امام ابوالوفاء علی بن عقیل الحنبلی البغدادی، قاری، فقیہ، اصولی واعظ، متکلم، صاحب علم وفن، ائمہ اسلام کے سر برآوردہ، دنیا کے ممتاز ترین عالم، بنی نوع انسان کے ذہین ترین انسان (ولادت ۴۳۱ھ وفات ۵۱۳ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے لئے جائز نہیں کہ میں زندگی کا ایک لمحہ ضائع کروں جب تک میری زبان مذاکرہ ومناظرہ سے گنگ نہ ہو جائے، اور میری نگاہ مطالعہ سے معطل نہ ہو جائے، رات کی تاریکی میں جب میں راحت کر رہا ہوں اس وقت بھی اپنی فکر کو میں کام میں لاتا ہوں اور اس وقت اٹھتا ہوں جب میرے دل میں وہ چیز مجھ کو لکھنی ہوتی ہے، مختصر ہو جائے۔

میں اسی (۸۰) سال کا ہو کر بھی اپنے دل میں علم کی حرص زیادہ پاتا ہوں اس سے جو میرے دل میں بیس سال کی عمر میں تھی، میں انتہائی کوشش سے اپنے کھانے کے وقت کو کم کرتا ہوں اور میں خشک روٹی کو ستو کے پانی کے ساتھ حلق سے نیچے اتارنے کو ترجیح دیتا ہوں، روٹی پر کیونکہ ان دونوں میں چبانے کا فرق ہے، تاکہ مطالعہ کے لئے زیادہ وقت نکل آئے یا ایسا فائدہ لکھ لوں جس کو میں کھانے میں نہیں پا سکتا، عقلاء کے نزدیک بالاجماع سب سے اہم حاصل کرنے والی چیز وقت ہے، اس میں فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے، اس لئے کہ ذمہ داریاں زیادہ ہیں اور وقت تیزی سے گزر جاتا ہے۔

ان کے شاگردوں کے شاگرد شیخ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ ابن عقیل ہمیشہ علم کے ساتھ مشغولیت رکھنے والے تھے، ان کے خیالات معطر تھے وہ دقائق اور غوامض سے بحث کیا کرتے تھے، انہوں نے اپنی کتاب "الفنون" کو اپنے معطر خیالات اور

واقعات کا مناط بنایا ہے۔

حافظ ابن رجب نے کہا ہے کہ ابن عقیل کی مختلف علوم وفنون میں تقریباً بیس تصانیف ہیں، سب سے بڑی تصنیف ان کی کتاب "الفنون" ہے یہ بہت بڑی کتاب ہے اور اس میں بہت سارے فوائد ہیں، وعظ، تفسیر، فقہ، اصولِ فقہ، اصولِ دین، نحو، لغت، شعر، تاریخ، حکایات اور اس میں ان کے مناظرے اور وہ مجالس بھی ہیں جو منعقد ہوئیں اور ان کے خیالات اور نتائج فکر بھی درج ہیں۔

حافظ ذہبی نے کہا دنیا میں اس سے بڑی کتاب تصنیف نہیں کی گئی، مجھ کو ایسے شخص نے یہ بات بتائی جس نے چار سو سے اوپر والی کوئی جلد دیکھی ہے، حافظ ابن رجب کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا کہ اس کی آٹھ سو جلدیں ہیں۔

حافظ ابن رجب نے قاری، فقیہ، حنبلی، ابو محمد عبداللہ بن المبارک العبکری المعروف ابن نیال رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۵۲۸ھ) کے احوال میں لکھا ہے کہ ان کی عمر ۷۰ برس سے زیادہ تھی، ابونصر الزینی سے انہوں نے حدیث پڑھی، ابوالوفاء ابن عقیل اور ابوسعد البردانی سے فقہ حاصل کی، یہ شافعی اور حنبلی مسلک کے اکابرین کے ساتھ چلتے تھے، کسی نے ان کو ابن عقیل کی کتابوں کے خریدنے کا اشارہ کیا تو انہوں نے اپنی ملکیت میں جو کچھ تھا فروخت کر دیا اور کتاب "الفنون" اور کتاب "الفصول" خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیں، یہ اہل سنت میں بہتر تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

مطالعہ کرنے میں چاند کی روشنی کا استعمال

حافظ ابن عساکر کی کتاب "تبیین کذب المفتری" میں ابومنصور محمد بن حسین الایوبی النیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ (وفات ۴۲۱ھ) کے احوال میں آیا ہے، ان کے القاب یوں درج ہیں، الاستاد، الامام، حجۃ الدین، صاحب البیان، الحجۃ والبرہان،

اللسان الفصیح والنظر الصحیح، امام اشعری کے مذہب پر متقدمین ومتاخرین میں سب سے بالغ النظر ائمہ اصول میں ان کی تصانیف مشہور و مقبول ہیں مثل "تلخیص الدلائل" وغیرہ کے۔

بچپن ہی میں استاد بن بورک کی شاگردی اختیار کی، انہی سے فارغ التحصیل ہوئے اور ان کے طریقے کو لازم پکڑا، فقر اور تنگدستی کے باوجود بھی خوب محنت کی، یہاں تک کہ اسباق پر تعلیقات اور مطالعہ کے لئے تیل خریدنے کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے یہ کام چاند کی روشنی میں کیا کرتے تھے، اس کے باوجود بھی فقر سے تنگدل نہ ہوتے اور ورع وتقویٰ کو لازم پکڑا، اور کبھی مشتبہ مال سے کچھ نہ لیا۔

امام الحرمین کی مشرق ومغرب میں علمی شہرت کے باوجود زانوئے تلمذ طے کرنا اور مطالعۂ کتب کرنا

حافظ ابن عساکر نے "تبیین کذب المفتری" میں جو انہوں نے امام ابوالحسن الاشعری کی طرف منسوب کیا ہے، اور تاج السبکی نے "طبقات الشافعیة الکبریٰ" میں امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک عبداللہ الجوینی نیشا پوری رحمہ اللہ تعالیٰ، شافعی، فقیہہ، اصولی، متکلم، صاحب فراست، حجۃ، امام غزالی کے شیخ (ولادت ۴۱۹ھ وفات ۴۷۸ھ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

ان کے شاگرد حافظ محدث، ادیب، ابوالحسن عبدالغافر بن اسماعیل الفارسی نے اپنی کتاب "السیاق فی تاریخ نیسا بور" میں کہا کہ وہ امام الائمہ علی الاطلاق ہیں شریعت کے عالم ہیں، شرقاً وغرباً ان کی امامت مجمع علیہ ہے، عرب وعجم کے ذہین اور سربرآوردہ لوگ ان کی فضیلت کے معترف تھے، ان جیسا آنکھ نے نہ کبھی پہلے دیکھا تھا اور نہ کبھی بعد میں دیکھے گی، عبارت کو وسعت دینے کا اتنا ملکہ ان کو عطا کیا گیا تھا جو کسی دوسرے کے حصے میں نہ آیا تھا، یہاں تک کہ سحبان شاعر کا تذکرہ لوگ بھول

گئے، اس میں وہ اپنے ہم عصروں سے فائق تھے، آپ حاملِ قرآن تھے، منہ زور فصحاء وبلغاء کو آپ نے عاجز کر دیا تھا، ہر وصف کی حد سے آپ متجاوز تھے، جو شخص بھی آپ کی کوئی خبر سنتا یا کوئی اثر دیکھتا یا مشاہدہ کرتا تو وہ اقرار کرتا کہ یہ خبر دوسری خبروں سے بدرجہا بہتر اور زیادہ سچی ہے قریب کے زمانہ کے آثار سے۔

وہ درس دیا کرتے تھے اور ہر درس مستقل اوراق میں واقع ہوتا تھا، کسی کلمہ میں ناہمواری نہیں ہوتی تھی، اور نہ غلطی ہوتی تھی کہ اس کو درست کرنے کی ضرورت پیش آتی، چمکتے ہوئے بجلی کی طرح چلتے جاتے، مناسب آواز کے ساتھ گرجدار کڑک ہوتی، ان کی بول چال کو بتکلف وضاحت ظاہر کرنے والے اور کلام کو لمبا کرنے والے نہیں پا سکتے تھے، ان کی کتابوں میں جو بلیغ کلام پایا جاتا ہے وہ فصاحت و بلاغت کی حقیقت ہے، جو کچھ ان کی زبان پر ہوتا تھا وہ زیادہ میں کم اور موج سمندر کے مقابلہ میں چلو بھر ہوتا تھا، ان کے معہود و مشہور بیان کے مقابلہ میں۔

جب ان کے والد امام ابو محمد الجوینی رحمہ اللہ تعالیٰ فوت ہوئے تو ان کی عمر بیس برس کے لگ بھگ تھی، ان کو ان کی جگہ درس کے لئے بٹھایا گیا، انہوں نے درس کے اسی رنگ اور دستور کو برقرار رکھا یہاں کا درس ختم کرنے کے بعد ''مدرسۃ البیہقی'' میں جاتے وہاں استاذ امام ابوالقاسم الاسکاف الاسفرائینی سے اصول اور اصول فقہ کی تحصیل کرتے، ان کی مجلس کی پابندی بھی کیا کرتے تھے، اثناء گفتگو میں میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ اسی دوران اصول کے کئی اجزاء پر انہوں نے تحقیقات کیں اور تقریباً سو اجزاء کا میں نے مطالعہ کیا۔

تحصیلِ علم میں فراغت تک وہ دن کو رات کے ساتھ ملاتے، اپنا درس شروع کرنے سے پہلے وہ روزانہ صبح سویرے استاذ ابو عبداللہ الخبازی کی مجلس میں جاتے ان کو قرآنِ کریم سناتے اور درس و تدریس میں جن امور پر مواظبت ضروری ہوتی ان کی تحصیل و اقتباس کرتے۔

پھر آپ نے نیشا پور کے مدرسہ نظامیہ کی تدریسی خدمات تیس سال بغیر مزاحمت کے سرانجام دیں، محراب، ممبر، خطابت، تدریس، جمعہ کا وعظ، آپ کے لئے مختص تھے، اور دیگر تمام مجالس بھی آپ کے لئے چھوڑ دی گئیں تھیں، آپ کے درس میں اکابر اور طلبہ کا جم غفیر حاضر ہوتا تھا، آپ کے سامنے روزانہ ائمہ اور طلبہ تقریباً تین سو بیٹھا کرتے تھے۔ میں نے دوران گفتگو ان کو کہتے ہوئے سنا کہ میں عادتاً نہ کھاتا ہوں اور نہ سوتا ہوں، جب نیند کا غلبہ ہو تو سو جاتا ہوں دن ہو یا رات، اور جب کبھی کھانے کی اشتہاء پیدا ہوتی ہے تو کھالیتا ہوں دن ہو یا رات، ان کی لذت، فرحت، سیر وتفریح، مذاکرۂ علم طلبہ کو نفع پہنچاتا تھا جس طرح سے بھی ہو۔

امام الحرمین کے شہر نیشا پور میں ۴۶۹ھ میں شیخ ابوالحسن علی بن فضال بن علی المجاشعی القیروانی، النحوی، تشریف لائے، تو آپ نے ان کی شاگردی شروع کر کے ان سے نحو پڑھنا شروع کر دیا، اس وقت امام الحرمین کی عمر پچاس برس تک پہنچ چکی تھی، آپ اپنے وقت اور زمانہ کے امام بن چکے تھے، وہ روزانہ ان کو اپنے گھر لے جاتے اور ان سے ان کی کتاب ''اکسیر الذهب فی صناعة الادب'' پڑھتے، امام ابوالحسن المجاشعی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس امام سے زیادہ کسی کو علم کا شوق نہیں دیکھا کہ یہ علم کو علم کے لئے طلب کرتے ہیں، اور حقیقت بھی یہی تھی۔

سات سو فقہاء کا مجمع اور چوکیداری کے تیل سے مطالعہ کرنا

تاج السبکی نے ''طبقات الشافعية الکبریٰ'' میں ابوحامد الاسفرائینی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۳۴۴ھ وفات ۴۰۶ھ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ شیخ ابوحامد بن محمد الاسفرائنی حافظ المذہب اور امام مذہب تھے، علم کے پہاڑوں میں بلند پہاڑ اور علماءِ امت میں رفیع الشان عالم تھے۔ اسفرائین میں پیدا

ہوئے اور جوانی میں بغداد آئے، ابوالحسن بن مرزبان اور ابوالقاسم الدار کی سے فقہ حاصل کی یہاں تک کہ اپنے زمانہ کے یکتا روزگار ہوگئے اور عبداللہ بن عدی، ابوبکر اسماعیل، ابوالحسن الدار قطنی، ابراہیم بن محمد بن عبدک الاسفرینی وغیرہ سے حدیث حاصل کی ان سے ان کے تلامذہ میں قاضی القضاۃ ابوالحسن الماوردی، فقیہ سلیم الرازی، ابوعلی السنجی، ابوالحسن الحاملی، اور بہت سے دوسرے حضرات نے روایت کی۔

شیخ ابواسحاق الشیرازی کہتے ہیں کہ بغداد کی دینی و دنیوی سربراہی ان پر ختم تھی زمین ان کے اصحاب سے بھر گئی تھی، ان کی مجلس میں تین سو فقیہ جمع ہوتے تھے، موافق اور مخالف ان کی فقہی صلاحیت ان کی فضیلت اور تقدم، حسن نظر، نظافت علم پر متفق تھے۔ خطیب کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو تذکرہ کرتے ہوئے سنا کہ ان کی مجلس میں سات سو فقیہ حاضر رہتے تھے، اور لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر امام شافعی ان کو دیکھ لیتے تو بہت خوش ہوتے۔

بادشاہوں کے ہاں ان کا بڑا مقام تھا، دین میں وافر حصہ، زہد و تقویٰ میں پایہ کمال تھا، تمام اوقات کو تدریس مناظرہ، چھوٹی چھوٹی باتوں پر نفس کا مواخذہ، اور زبان کی لغزشوں کے مواخذے پر اگرچہ دوران احسان زبان جلدی چل جاتی پر صرف کرتے تھے۔

خلیفۂ وقت امیر المؤمنین کے ساتھ ان کا معاملہ چلا، انہوں نے امیر المؤمنین کو لکھا جان لو کہ تم مجھ کو میری حکومت جو اللہ نے مجھ کو دی ہے معزول نہیں کر سکتے ہو، میں اس بات پر قدرت رکھتا ہوں کہ میں دو تین کلموں کا ایک رقع خراسان لکھ دوں، تو تم کو تمہاری خلافت سے معزول کر سکتا ہوں۔

ان کے شاگرد سلیم الرازی کہتے ہیں کہ شیخ ابوحامد ابتدائی زمانہ میں پھاٹکوں پر چوکیداری کیا کرتے تھے اور چوکیداری کے تیل سے مطالعہ علم کرتے تھے اور چوکیداری کی اجرت سے کھاتے تھے۔ انہوں نے سترہ برس کی عمر سے فتویٰ دینا

شروع کیا تھا اور پینتالیس برس مفتی رہے، یعنی وفات تک۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آگیا تو فرمانے لگے، کہ جب ہم فقیہ ہوگئے تو موت آگئی۔

تاج السبکی کی "طبقات الشافعیة الکبریٰ" میں امام فقیہ حسین بن محمد الطبری الکشفلی رحمہ اللہ تعالیٰ، کشفل طبرستان کی بستیوں میں ایک بستی ہے (وفات ۴۱۴ھ بغداد میں ہوئی)، کی سوانح میں آیا۔ ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ کفلی کے بعض شاگردوں نے ان کے پاس فاقہ کی شکایت کی اور یہ کہ والد کی طرف سے جو خرچہ ملتا تھا اس میں تاخیر ہوگئی، شیخ نے طالب علم کا ہاتھ پکڑا اور محلہ ربیع کے تاجر کے پاس لے گئے، اور اس کے لئے تاجر سے پچاس دینار قرض لئے، تاجر نے کہا پہلے کچھ کھا لیتے ہیں، تو دستر خوان بچھایا گیا۔

پھر تاجر نے لونڈی کو کہا مال لے آو، وہ مال لائی تو اس نے پچاس دینار لے کر ان کو دے دیئے۔ جب یہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے اس طالب علم کے چہرے کو دیکھا تو اس کا رنگ بدل چکا تھا، شیخ نے کہا تم کو کیا ہوگیا؟

اس نے کہا میرے دل میں اس لونڈی کی محبت بیٹھ گئی، شیخ ان کو لے کر پھر تاجر کے پاس آئے، اور کہا کہ ہم تو ایک دوسرے فتنے میں مبتلا ہوگئے تاجر نے کہا وہ کیا ہے، شیخ نے کہا کہ ان فقیہ صاحب کو لونڈی سے محبت ہوگئی، تاجر نے لونڈی کو باہر نکالا اور طالب علم کے حوالے کر دی اور کہا کہ عین ممکن ہے کہ اس لونڈی کے دل میں بھی اس کی محبت پیدا ہوگئی ہو جیسا کہ اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے، چند دن بعد فقیہ کو والد کی جانب سے چھ سو دینار خرچہ پہنچ گیا تو اس نے تاجر کو لونڈی کی قیمت اور پچاس دینار لوٹا دیئے۔

مطالعہ اور تین عجیب واقعات

❶ امامِ ادب سیبویہ ۱۴۹ھ کا قصہ ہے کہ ابتداءً طالب علمی میں وہ فقہ اور حدیث

پڑھا کرتے تھے، نحو سے اس وقت تک چنداں مناسبت نہ تھی وہ زمانے میں حماد بن سلمہ کے مستملی بھی تھے۔ ایک روز کسی حدیث کی روایت میں حماد نے الفاظ ”لیس ابا لدرداء“ املاء کئے سیبویہ نے ان کو ادا کرتے وقت ”لیس ابوالدرداء“ سامعین کو سنایا، شیخ نے کہا کہ غلط لفظ مت بتاؤ، ”ابا الدرداءِ“ کہو، اس گرفت سے سیبویہ کو نہایت انفعال ہوا، اور انہوں نے دل میں کہا میں وہ علم کیوں نہ سیکھوں جو ایسی غلطیوں سے محفوظ رکھے، چنانچہ انہوں نے نحو سیکھنی شروع کی اور اس جدوجہد اور کوشش سے سیکھی کہ سیکڑوں طلبہ ان کا نام لے کے نحوی ہورہے ہیں۔[1]

❷ علامہ سیّد شریف رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۱۴ھ) کو ایامِ طالب علمی میں یہ شوق ہوا کہ شرح مطالعے خود ان کے مصنف سے پڑھیں اسی دھن میں وہ ہرات پہنچے اور علامہ رازی سے ملے، ان کی عمر اس وقت دسویں منزل کی انتہا پر پہنچ چکی تھی، اور قویٰ اپنی آخری بہار دکھا رہے تھے، کہن سال علامہ نے جواں ہمت سیّد کو پڑھانا اپنی طاقت سے باہر سمجھ کر ان سے کہا کہ تم میرے شاگرد مبارک شاہ کے پاس قاہرہ چلے جاؤ، اس کا پڑھا میرا پڑھانا ہے اور چلتے وقت سفارش لکھ دی۔

میر سیّد شریف کا شوق ان کو خراسان سے مصر لے پہنچا قاہرہ پہنچ کر وہ مبارک شاہ سے ملے اور استاد کا خط ان کو دیا، سفارش کے اثر سے یہ حلقہ درس میں تو داخل کر لئے گئے، لیکن نہ ان کا مستقل سبق مقرر ہوسکا اور نہ جماعت میں قرأت کی اجازت ملی، مجبوراً سماعت پر قانع ہونا پڑا، ایک شب مبارک شاہ صحن مدرسہ میں ٹہل رہے تھے، کہ ایک جانب سے کسی کی آواز کان میں آنے لگی متوجہ ہوکر سنا تو میر سیّد شریف کہہ رہے ہیں۔

”قال المصنف کذا وقال الاستاذ کذا واقول کذا“ خوبیٔ بیان مبارک شاہ کے دل میں گھر کر گئی اور صبح کو انہوں نے سیّد جرجانی کو سب طلبہ پر مقدم کردیا،

[1] علمائے سلف، اخبار نحات

جہاں پیا ابن بطوطہ جب اسکندریہ پہنچا تو شیخ روزگار برہان الدین اعرج کے حضور میں بھی گیا، شیخ نے اثناء ملاقات میں اس سے اپنے تین بھائیوں کو سلام پہنچانے کی فرمائش کی جن میں سے ایک فرید الدین سامی ہند میں تھے، دوسرے زین الدین سندھ میں اور تیسرے برہان الدین چین میں چنانچہ ابن بطوطہ نے دورانِ سیاحت میں ان سب کو مقامات مذکورہ میں پایا اور مشتاق بھائی کا سلام پہنچا دیا۔

۳ امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں کہ سفر میں ایک دفعہ میں جہاز سے اترا تو خرچ بالکل پاس نہیں رہا تھا، دو میرے رفیق اور تھے ان کا بھی مضمون واحد تھا، ہم تینوں نے فاقے سے پیدل سفر کیا آخر تیسرے دن ایک مقام پر کثرت ضعف نے تھکا کر گرا دیا۔ رفیقوں میں ایک بے چارہ بڈھا تھا وہ گرتے ہی بے ہوش ہوگیا، ذرا دیر کے بعد ہم دونوں نے پھر ہمت باندھ کر آگے بڑھنے کا ارادہ کیا، بڈھے کو دیکھا تو بالکل غافل تھا، مجبوراً اس کو وہیں چھوڑا اور ہم آگے بڑھے تھوڑی دور چلتے تھے کہ میرے حواس نے جواب دیا کہ میں غش کھا کر زمین پر پڑ گیا، رفیق بڈھے کی طرح مجھ کو بھی راہ میں چھوڑ کر خود آگے بڑھا حسن اتفاق سے کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اس کو ایک کشتی نظر آئی، جو قریب ہی ایک مقام پر مسافر اتار رہی تھی، یہ دیکھ کر اس نے اظہار مصیبت کے لئے اپنی چادر ہوا میں اڑائی اس نشان بیچارگی کو دیکھ کر مسافر متوجہ ہوئے اور کچھ اس کے پاس آئے اور تشنگی سے بے دم دیکھ کر پانی پلایا، جب پانی پی کر اس کو تسکین ہوئی تو کہا کہ میرے دو رفیق ...... اور اسی مصیبت کے مارے پیچھے گر گئے ہیں ان کی خبر گیری ضروری ہے، مہربان مسافر یہ سن کر ہماری طرف آئے میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک آدمی منہ پر پانی کے دے رہا تھا، جب مجھ کو ہوش آیا تو پانی پلایا اس کے بعد ہم سب مل کر بے کس بڈھے کے پاس گئے اور اس کی بھی خدمت کی، آخر ہم نے ایک مقام پر چند روز ٹھہر کر آرام کیا تب جان

میں جان آئی۔[1]

باری تعالیٰ ہم کو بھی اسلاف جیسا ذوق مطالعہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ایک کتاب کا دو سو مرتبہ مطالعہ

مؤرخ ادیب، صلاح الدین الصفدی نے فلسفی اسلام محمد بن محمد بن طرخان ابونصر الفارابی، حکیم، علامہ، نادر روزگار (ولادت فاراب میں ۲٦۰ھ وفات دمشق ۳۳۹ھ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ دنیا کے لوگوں میں بہت زاہد تھے، سیف الدولہ نے ان کے لئے روزانہ کے چار درہم مقرر کئے تھے، وہ دمشق سے مصر گئے، بعض نے یہ بھی کہا کہ وہ جب حران سے واپس لوٹے تو بغداد میں ارسطو کی کتابوں کے مطالعہ کے لئے بیٹھ گئے یہاں تک کہ حکمت میں مہارت حاصل کر لی۔

کہا جاتا ہے کہ ارسطو کی کتاب "النفس" کا ایک نسخہ ملا جس پر ابونصر الفارابی کے خط کے ساتھ لکھا ہوا تھا کہ میں نے یہ کتاب دو سو مرتبہ پڑھی، اور خود کہا کرتے تھے کہ میں نے ارسطو کی کتاب "السماع الطبیعی" چالیس مرتبہ پڑھی، اور مجھے پھر بھی اس کے اعادے کی ضرورت تھی، یونانی اور دیگر بہت سی زبانیں بہت خوبصورتی کے ساتھ بولتے تھے، اور خود اپنے بارے میں کہا کرتے تھے کہ ستر سے زائد زبانیں خوبصورتیں سے بول سکتا ہوں، ان سے پوچھا گیا کہ تم اس زبان کو زیادہ جانتے یا ارسطو تو کہنے لگے کہ اگر میں ان کو پالیتا تو میں ان کا بڑا شاگرد ہوتا۔

ابن سینا کہتے ہیں کہ میں نے ابونصر الفارابی سے کسب فیض کے لئے سفر کیا، لیکن میں نے ان کو نہیں پایا، کاش میں ان کو پالیتا تو ضرور فائدہ حاصل کر لیتا، ابن سینا کہتے ہیں کہ میں نے ارسطو کی کتاب "ما بعد الطبعیہ" کا مطالعہ کیا، لیکن وہ

---

[1] علمائے سلف: ص ۲۵، ۲٦

مجھے کچھ بھی سمجھ نہ آئی، اور اس کتاب کے واضع کی غرض میں نہ سمجھ سکا، یہاں تک کہ میں نے کتاب چالیس مرتبہ پڑھی، وہ مجھے یاد تو ہوگئی لیکن سمجھنے میں مایوسی رہی، میں نے کہا کہ اس کے سمجھنے کی میرے پاس کوئی سبیل نہیں۔

کتاب سمجھ آجانے پر صدقہ

ایک دن میں عصر کی نماز کے بعد کاغذ فروشوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دلال آواز لگا رہا تھا ایک مجلد کتاب کے فروخت کرنے کی، کاغذ فروش نے اس کو میری طرف متوجہ کیا، میں نے سختی کے ساتھ اور اس یقین کے ساتھ وہ کتاب واپس کردی کہ اس کے علم میں کوئی فائدہ نہیں، اس نے کہا مجھ سے خرید لو صرف تین درہم میں فروخت کرتا ہوں، میں نے خرید لی، دیکھا تو وہ ابونصر الفارابی کی اس کتاب کے اغراض پر کتاب تھی، میں واپس گھر آیا اور جلد از جلد اس کو پڑھنا شروع کیا، تو اسی وقت مجھ پر اس کتاب کے اغراض کھل گئے، کتاب میری سمجھ میں آگئی دوسرے دن میں نے فقراء پر بہت سا صدقہ کیا۔

مزدوری سے اپنے لئے نفقہ اور مطالعہ کے لئے روشنی کا اہتمام کرتے

قاضی عیاض نے "ترتیب المدارك" میں امام حافظ فقیہ محدث صاحب فن ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی الاندلسی، القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۴۰۳ھ وفات ۴۷۴ھ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ آپ اصلا بطلیوس سے تھے پھر باجہ اندلس منتقل ہوگئے جب آپ پہلی مرتبہ اندلس کی جانب عازم ہوئے تو آپ کی مالی حالت کمزور تھی، اور دوران سفر وہ اتنے محتاج ہوگئے کہ قیام بغداد کے زمانہ میں انہوں نے مزدوری شروع کردی، اور ایک

پھاٹک پر چوکیدار ہو گئے، اس مزدوری سے وہ اپنے لئے نفقہ اور مطالعہ کے لئے روشنی کا اہتمام کرتے۔

پھر وہ اندلس آگئے اور وہاں پر ان کی حالت تنگ ہی تھی تو وہاں وہ سونے کے ورق ڈھالنے والوں کے پاس پتیوں سے ورق اتارنے کی مزدوری پر لگ گئے، اور سونے کے ورق والی رسیوں کو گرہ لگایا کرتے تھے، ان کے ثقہ اصحاب نے یہ بات بیان کی کہ وہ ہم کو پڑھانے کے لئے تشریف لاتے اور ان کے ہاتھوں پر ہتھوڑے کے نشاناتِ کام کا زنگ اور میل کچیل ہوا کرتا تھا۔

یہاں تک کہ ان کا علم ظاہر ہو گیا، لوگوں میں ان کی معرفت ہوگئی اور ان کی تصانیف مقبول ہوئیں، دنیا میں ان کی آواز بلند ہوئی، ان کا حق پہچانا گیا ان کے پاس دنیا آئی، ان کا مقام بلند ہوا، اور ان کا حوصلہ زیادہ ہوا، ان کا حال کشادہ ہوا، اور کمائی وافر ہوگئی اور وہ وافر مقدار میں مال چھوڑ کر دنیا سے گئے۔ ان کے ہاں مجلس لگنے لگی اور ابن حزم کے ساتھ ان کے مناظرے ہونے لگے جو ابن حزم کی رسوائی اور اپنے مسلمہ مقام سے نیچے گرنے کا سبب بنے، اس سے پہلے ابن حزم وہاں کے سردار سمجھے جاتے تھے، لیکن ان کے ساتھ مناظروں کی وجہ سے ابن حزم کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

بوعلی سینا کے بچپن، لڑکپن اور جوانی کے حالات اور علم کے ساتھ اشتغال اور مطالعہ

قاضی ابن خلکان "وفیات الاعیان" میں حسین بن عبداللہ بن سینا المعروف ابوعلی سینا عالم، صاحب فن فلسفی، مشہور طبیب (ولادت ۳۷۰ھ وفات ۴۲۸ھ) کی سوانح میں لکھتے ہیں:

کہ جب وہ اپنی عمر کے دسویں برس میں تھے تو انہوں نے قرآنِ عزیز اور ادب

پختہ یاد کرلیا تھا، اور اصول الدین، حساب، الجبرا، مناظرہ کی بھی بہت سی اشیاء یاد کر لی تھیں، پھر انہوں نے علم منطق، اقلیدس، اور مجسطی میں رسوخ پیدا کیا اور اپنے شیخ حکیم ابوعبداللہ النائلی سے کئی گنا آگے نکل گئے۔ اس کے باوجود تحصیلِ فقہ کے لئے شیخ اسماعیل الزاہد کے پاس آتے جاتے رہے، اور دیگر علوم، طبعیات، الٰہیات وغیرہ کی تحصیل میں بھی مشغول رہے۔

اللہ کریم نے ان پر علم کے دروازے کھول دیئے تھے، پھر اس کے بعد ان کو علم طب کی طرف رغبت ہوئی، اور اس علم کی کتب مصنفہ میں آپ نے غور وتامل کیا، اور محض تعلیم وتعلّم کے لئے آپ نے علاج معالجہ کیا، کمائی مقصود نہ تھی۔ علم طب آپ نے حاصل کیا، یہاں تک کہ بہت قلیل عرصہ میں آپ متقدمین اور متاخرین پر فائق ہوگئے، اور اس فن میں آپ عدیم النظیر فقید المثال ہوگئے، اس فن کے ماہرین اور فضلاء آپ کی مجلس میں آنے جانے لگے، اور ان سے اس فن کی مختلف اقسام اخذ کئے گئے تجربے اور اقسام علاج پڑھتے رہے، اس وقت ان کی عمر تقریباً سولہ برس تھی۔

علم کے ساتھ اشتغال کے زمانہ میں وہ کبھی کبھی پوری رات نہیں سوتے تھے، اور دن میں بھی سوائے مطالعہ کے کسی دوسری چیز سے مشغول نہ ہوتے، اور جب کبھی ان کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وضو کر کے مسجد میں چلے جاتے، نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کرتے کہ یہ مسئلہ آسان کر دے اور اس کے مغلقات مجھ پر کھول دے، وہ اپنے زمانہ میں اپنے علم، ذکاوت اور تصانیف میں نادر تھے، انہوں نے مختلف علوم وفنون کی چھوٹی بڑی تقریباً ایک سو کتابیں تصنیف کیں۔

ہوا، رنگ اور ذائقہ پاکیزہ ہے

خطیب بغدادی کی ”تاریخ بغداد“ اور حافظ مزی کی ”تہذیب الکمال“ میں

امام ذہلی ابوعبداللہ بن محمد بن یحییٰ الذہلی النیسا پوری امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، ابن ماجہ وغیرہ کے شیخ اور استاذ (ولادت ۱۷۲ھ وفات ۲۵۸ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح میں آیا ہے۔

ابوعبداللہ الحاکم کہتے ہیں کہ میں نے ابوعلی احمد بن زید المعدل کو کہتے ہوئے سنا آپ فرمارہے تھے کہ ابوزکریا یحییٰ بن محمد بن یحییٰ نے کہا کہ میں نے اپنے والد محمد بن یحییٰ الزہلی کے ہاں گرمی کے موسم میں قیلولہ کے وقت داخل ہوا، وہ اس وقت اپنے کتب خانہ میں تھے (یعنی مطالعہ کرنے میں مشغول تھے) اور کمرے کی تاریکی کی وجہ سے سامنے چراغ جل رہا تھا، تو میں نے عرض کیا ابا جان یہ سخت گرمی کا وقت ہے اور دن کے وقت کا یہ دھواں آپ کو تکلیف دے گا، آپ اپنے آپ کو کچھ راحت کیوں نہیں دیتے، تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹے تم مجھے یہ بات کیوں کہتے ہو، جب کہ میں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور تابعین کے ساتھ ہوں، ان کی مجالس باغیچوں کی طرح صاف ہیں، ان کی ہوا، رنگ اور ذائقہ پاکیزہ ہے۔

مطالعہ چوکیداروں کی روشنی سے ہوتا رہا

یاقوت الحموی نے "معجم الادباء" میں امام حافظ فقہیہ مجتہد صاحب فن ابن حزم علی بن احمد اندلسی القرطبی (ولادت ۳۸۴ھ وفات ۴۵۶ھ) کی سوانح میں لکھا ہے کہ امام ابن حزم ایک دن فقیہ ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی، کتب کثیرہ کے مؤلف کے ساتھ ۴۴۰ھ میں ملے اور ان دونوں میں مناظرہ شروع ہوا، جب مناظرہ ختم ہوگیا تو فقیہ ابوالولید الباجی نے ابن حزم کو کہا کہ آپ مجھ کو کچھ معذور بھی سمجھیں، اس لئے کہ میرا اکثر مطالعہ چوکیداروں کے چراغوں کی روشنی میں ہوتا رہا، ابن حزم نے کہا کہ تم بھی مجھ کو معذور سمجھو اس لئے کہ میرا اکثر مطالعہ سونے اور چاندی کے بنے ہوئے چراغوں کی روشنی میں ہوتا رہا۔

یاقوت الحموی کہتے ہیں کہ اس سے ابن حزم کی مراد یہ ہے کہ فقر کی بنسبت غنا اور مالداری طلبِ علم کو زیادہ ضائع کرنے والی ہے۔

حضرت علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کے حالات میں مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں کہ اپنے صاحبزادے سے اپنے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا: مجھے خوب یاد ہے، میں چھ سال کی عمر میں مکتب میں داخل ہوا، کبھی راستہ میں بچوں کے ساتھ نہ کھیلا اور نہ زور سے ہنسا، سات برس کی عمر میں جامع مسجد کے سامنے میدان میں چلا جاتا، وہاں کسی مداری یا شعبدہ باز کے حلقہ میں کھڑا ہو کر تماشہ دیکھنے کے بجائے محدث کے درس میں شریک ہوتا، وہ حدیث وسیرت کی جو بات کہتا، وہ مجھے زبانی یاد ہو جاتی، پھر گھر جا کر اسے لکھ لیتا، دوسرے لڑکے دجلہ کے کنارے کھیلا کرتے، اور میں کسی کتاب کے اوراق لے کر کسی طرف چلا جاتا، اور الگ تھلگ بیٹھ کر مطالعہ میں مشغول ہو جاتا۔

آگے چل کر تحریر فرماتے کہ ان کا محبوب مشغلہ کتابوں کا مطالعہ تھا، وہ ہر موضوع پر کتابیں پڑھتے اور آسودگی نہ ہوتی تھی۔[1]

طالبِ علمی میں بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ

حضرت علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنا حال کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”میں اپنا حال عرض کرتا ہوں، میری طبیعت کتابوں کے مطالعہ سے کسی طرح سیر نہیں ہوتی، جب کسی نئی کتاب پر نظر پڑ جاتی تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی خزانہ ہاتھ لگ گیا، اگر میں کہوں کہ میں نے طالبِ علمی میں بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا

[1] صید الخاطر ...... لفتة الكبد في نصيحة الولد: ص۸۱، ۸۲

ہے تو بہت زیادہ معلوم ہوگا، مجھے ان کتابوں کے مطالعہ سے سلف کے حالات و اخلاق، ان کی عالی ہمتی، قوت حافظہ، ذوق عبادت اور علوم نادرہ کا ایسا اندازہ ہوا، جو ان کتابوں کے بغیر نہیں ہوسکتا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے اپنے زمانے کے لوگوں کی سطح پست معلوم ہونے لگی۔ اور ایسا وقت کے طلبہ علم کی کم ہمتی منکشف ہوگئی۔"[1]

مدرسہ نظامیہ اور بغداد کے مشہور کتب خانوں کا مطالعہ کرلیا

حضرت علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

"میں نے مدرسہ نظامیہ کے پورے کتب خانہ کا مطالعہ کیا، جس میں چھ ہزار کتابیں ہیں، اسی طرح (بغداد کے مشہور کتب خانے) کتب الحنفیہ، کتب الحمیدی، کتب عبدالوہاب، کتب ابی محمد وغیرہ جتنے کتب خانے میری دسترس میں تھے، سب کا مطالعہ کر ڈالا۔"[2]

حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کا تعلیم کے زمانے میں محنت اور جدوجہد کا یہ عالم تھا کہ کہتے تھے کہ دو سال تک پہلو کے بل زمین پر نہیں سویا، بیٹھے بیٹھے ہی کچھ آرام کر لیتا اور پھر مطالعہ میں مشغول ہوجاتا اور آپ زندگی کے مستعار لمحات کو تول تول کر خرچ کیا، آتے جاتے بھی وقت بچاتے اور راہ چلتے مطالعہ کرتے۔[3]

حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ دن رات میں صرف ایک بار کھانا کھاتے، پھل فروٹ نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ "مجھے خوف رہتا ہے کہ پھلوں کے کھانے سے جسم میں رطوبت پیدا ہو جائے گی اور پھر نیند کا غلبہ علم اور مطالعہ میں مخل ہوگا۔"[4]

---

[1] صید الخاطر: ۳/۶، ۷ [2] قيمة الزمن: ص۶۱

[3] قيمة الزمن ص۷۳ [4] تذكرة الحفاظ: ۱۴۷۲/۴

حضرت علامہ حریری رحمہ اللہ تعالیٰ

جب آپ مطالعہ میں مستغرق ہو جاتے تو داڑھی میں ہاتھ رکھ کر ہلاتے تھے، اور یہ ان کے انہماک علمی کے عروج کا عالم ہوتا اور پھر آپ کو اپنی اردگرد کسی چیز کی بھی خبر نہیں رہتی تھی۔

شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے تفسیر میں چھوٹی بڑی ایک سو سے زائد کتابوں کا مطالعہ کیا۔"[1]

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ربما طلعت على الآية الواحدة نحو مائه تفسير، ثم أسال الله الفهم وأقول: يا معلم آدم وابراهيم! علمني وكنت أذهب إلى المساجد المهجورة ونحوها وأمرغ وجهي في التراب وأسأل الله تعالىٰ وأقول يا معلّم إبراهيم! فهمني."[2]

ترجمہ: "بسا اوقات صرف ایک آیت کے مطالعے کے لئے میں نے سو تفسیروں کا مطالعہ کیا ہے، مطالعہ کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ مجھے اس آیت کی فہم عنایت ہو، میں عرض کرتا کہ "اے آدم و ابراہیم کے معلم! میری تعلیم فرما" میں سنسان اور غیر آباد مسجدوں اور مقامات کی طرف چلا جاتا، اپنی پیشانی خاک پر ملتا اور کہتا کہ اے ابراہیم کو تعلیم دینے والے! مجھے سمجھ عطا فرما۔"

---

[1] تفسير سورة النور: ابن تيميه ص١٣٦ [2] العقود الدرية: ص٢٦

علم و مطالعہ ہی میں مسرت و راحت محسوس کرتا ہوں

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ بیمار ہوگئے، طبیب نے کہا مطالعہ نہ کرنا صحت پر برا اثر پڑے گا، فرمانے لگے ''صحت پر اثر پڑے گا، لیکن اچھا۔ آپ ہی بتا دیں کہ جس کام میں مریض کو راحت محسوس ہو اس میں مشغول رہنے سے مرض میں افاقہ نہیں ہوتا؟'' طبیب نے کہا ''ضرور ہوتا ہے۔'' فرمانے لگے ''تو میرا جی علم و مطالعہ میں ہی مسرت و راحت محسوس کرتا ہے۔'' طبیب بولے ''بھائی! یہ مرض پھر ہمارے دائرہ علاج سے باہر ہے۔''[1]

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظام الاوقات

صاحب ''کوکب دریة'' نے ان کا نظام الاوقات کچھ اس طرح نقل کیا ہے۔

''ابن تیمیہ کبھی فتویٰ دیتے، کبھی لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں مشغول ہوتے، ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے، بقیہ دن بھی اسی طرح گذارتے، پھر مغرب پڑھتے اور اسباق شروع ہو جاتے۔ عشاء پڑھتے پھر درس و مطالعہ شروع ہو جاتا۔ حتیٰ کہ بڑی رات گزر جاتی، دن رات وہ اس اثناء میں ذکر و استغفار بھی کرتے رہے۔''[2]

حضرت ابو العباس ثعلب الحانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ اکانویں (۹۱) برس کی عمر کو پہنچ چکے تھے، لیکن ذوق مطالعہ ابھی جوان تھا، یہاں تک کہ ایک دن جمعہ کے بعد مسجد سے مکان کو جانے لگے۔ راستہ میں کتاب دیکھتے جاتے تھے، کتاب میں اس قدر محویت تھی کہ گھوڑے کا دھکا لگا، اس صدمے

[1] قیمة الزمن: ص۷۸ [2] الکواکب الدریة: ص۱۵۶

سے بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے، لوگ غشی کی حالت میں اٹھا کر مکان پر لائے، ضعف پیری نے دم بر نہ ہونے دیا، آخر اسی حالت میں انتقال فرما گئے۔

آپ نے دو لاکھ دینار اور اکیس ہزار درہم کی کتابیں چھوڑیں اور دکان میں تین لاکھ دینار کا سامان تھا۔[۱]

حضرت ابوالمنصور فارابی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ زمانہ طالب علمی میں اتنے تہی دست تھے کہ چراغ کا تیل نہیں خرید سکتے تھے۔ رات کو پاسبانوں کی قندیلوں کی روشنی میں مطالعہ کرتے، اسی تنگ حالی میں ان حضرات نے وہ علمی ترقی کی، جس سے ساری دنیا کو فیض پہنچا۔ آج ہر طرح کی آسانیوں کے باوجود جو طلبہ کا حال ہے، وہ ظاہر ہے، ان بزرگوں کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث شریف ہر وقت سامنے تھی کہ:

"اِیَّاکُمْ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَاللّٰهِ لَیْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ."[۲]

ترجمہ: "ناز ونعمت کی زندگی سے پرہیز کرو، اللہ کے بندے ایسی زندگی پسند نہیں کرتے۔"

حکیم ابونصر فارابی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کی شہرت مسلم ہے اور آپ کا عالم میں شہرہ ہے، دور طالب علمی میں اس قدر تنگدست تھے کہ چراغ کا تیل خریدنے سے بھی معذور تھے، مگر آپ کا شوق مطالعہ بیکار ہونے والا نہ تھا۔ رات کو پاسبانوں کی قندیلوں سے کام لیتے اور ان کی روشنی میں کتاب کا مطالعہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں فرماتا، چنانچہ اپنے وقت کے بڑے ذی علم ہوئے۔

---

[۱] اخبار النحات: ص۸٤

[۲] کنزالعمال، کتاب الاخلاق، رقم الحدیث: ٦١٠٨، ٧٩/٣

شمس الائمہ حضرت امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کا یہ عالم تھا کہ باوجود ریاحی امراض میں مبتلا ہونے کے بغیر وضو کے ہاتھ میں کتاب نہ اٹھاتے تھے، ایک بار مطالعے کے دوران ان کو تقریباً سترہ (۱۷) بار وضو کرنا پڑا اور عقلی وجہ اس کی یہ ہے کہ اصل میں علم نور ہے اور وضو بھی نور ہے۔ لہٰذا علم کا نور وضو کے نور کی وجہ سے زیادہ ہو جائے گا۔

حضرت امام مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر شاگرد حضرت امام مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استاد کی کتاب الرسالہ کا پچاس (۵۰) برس مطالعہ کیا اور وہ خود ناقل ہیں کہ ہر مرتبہ کے مطالعہ میں مجھ کو نئے نئے فوائد حاصل ہوتے گئے۔

حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ مشہور محدث و مفسر ہیں، آپ کو کتب بینی اور علمی انہماک اس قدر محبوب تھی کہ ان کو کھانے کا وقت بھی گذارنا شاق معلوم ہوتا، اور افسوس کے ساتھ فرمایا کرتے

"اِنِّیْ اَتَاَسَّفُ فِی الْفَوَاتِ عَنِ الْاِشْغَالِ بِالْعِلْمِ فِیْ وَقْتِ الْاَکْلِ فَاِنَّ الْوَقْتَ وَالزَّمَانَ عَزِیْزٌ"

خدا کی قسم مجھ کو کھانے کے وقت علمی مشاغل کے چھوٹ جانے پر افسوس ہوتا ہے، کیونکہ فرصت کا وقت بہت عزیز چیز ہے۔[1]

آپ کا یہ فرمان اس بات کو عیاں کر رہا ہے کہ مجھے اس وقت پر حسرت ہوتی ہے جو کھانے پینے میں گزر جاتا ہے کہ میں اس وقت مطالعہ نہیں کر پاتا۔

---

[1] عیون: ۲/۲۳

حکیم جالینوس کا واقعہ

آپ مشہور حکیم ہیں، ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے اپنے ساتھیوں کی بہ نسبت حکمت زیادہ کیسے حاصل کی؟

جواب دیا: اس طرح کہ میں نے کتب بینی کے لئے چراغ پر اس سے زیادہ خرچ کیا ہے، جتنا وہ شراب پر خرچ کر چکے ہیں۔[1]

فقیہ العصر علامہ ابن رشد رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ مشہور فقیہ (۵۹۵ھ) ہیں۔ آپ نے تمام عمر کتب بینی میں صرف کر دی، ان کا بیان ہے کہ صرف دو راتیں ایسی گزری ہیں جب وہ مطالعہ نہ کر سکے۔ ایک شادی کی رات اور دوسری والدہ کی وفات کی رات۔

ان کا شوق مطالعہ اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوگا کہ ایک شام کو ایک نئی کتاب ملی، اس کو سرسری دیکھنے کے لئے ایک چراغ کے سامنے کھڑے ہوگئے، کتاب میں کچھ ایسی محویت طاری ہوتی کہ چراغ کی خاموشی نے اختتام شب کی اطلاع دی، لیکن انہیں خبر نہ ہوئی۔[2]

حضرت جاحظ بصری رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ مشہور امام اللغت ہیں اور مشہور و معروف عالم ہیں۔ آپ کے مطالعہ کے ذوق و شوق کا حال بھی عجیب ہے، تمام عمر مطالعہ میں کھپا دی، آخر عمر میں جب آپ مفلوج (فالج زدہ) ہوگئے تو بھی اس حالت میں کتابیں آپ کے چاروں طرف لگی رہتی تھیں اور آپ مطالعہ میں منہمک رہتے، ایک دن کتابیں آپ پر گر پڑیں اور آپ ان کے نیچے دب کر مر گئے۔ کیا ذوق تھا مطالعہ کا؟ اور کیسی دھن تھی علم کی۔[3]

---

[1] علمائے سلف [2] اسلامی کتب خانے [3] اسلامی کتب خانے

مفسرِ قرآن حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ (۱۲۲۵ھ) مشہور بزرگ اور مفسر قرآن ہیں، آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا، اور یہ شوق زمانہ طالبِ علمی ہی سے تھا، چنانچہ اس دور میں علاوہ کتب درسیہ کے ساڑھے تین سو (۳۵۰) خارجی کتابوں کا مطالعہ کی، آپ کا علمی مقام اس قدر بلند ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ بھی آپ کو بیہقی وقت فرماتے تھے۔[1]

حضرت قاضی صاحب ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں سے ہیں جن کے علم و تقویٰ کو ان بڑوں نے سراہا، ان کے مرشد و شیخ مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ ان کے بارے میں فرمایا کرتے کہ ان کے صلاح وتقویٰ اور دیانت کے باعث اس فقیر کے دل میں ان کی ہیبت ہے، اور ان کو علمِ الہدیٰ کا لقب دیتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو بیہقی وقت کہا کرتے تھے۔ انہوں نے علم دین کی مفید خدمات انجام دیں، بہت سی محققانہ تصانیف صدقہ جاریہ میں چھوڑیں جن میں ان کی عظیم المرتبت تفسیر "تفسیر مظہری" بھی ہے جو بارہ ضخیم جلدوں میں ہے۔

وہ اس عظیم مقام و منصب تک کیسے پہنچے اس کے پیچھے محنت و مجاہدہ، عزم و ہمت اور طلبِ علم کی نہ بجھنے والی پیاس نے کتنی ان گنت راتیں کتابوں کی ورق گردانی میں گزارنے پر مجبور کیا؟ اس کی تفصیلات تک رسائی نہ ہوسکی، البتہ ایک مختصر سی بات ہے جو کسی موقعہ پر قاضی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمائی وہ ان تمام پوشیدہ دلچسپ مناظر کو دکھا دینے کے لئے کافی ہے، صاحب "فقہائے پاک و ہند" قاضی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

> "ان کا راہورِ علم بہت تیز تھا اور زمانہ طالبِ علمی میں بھی وہ ہر آن مصروف مطالعہ رہتے تھے اس کا اندازہ اس حقیقت سے ہوسکتا ہے جس

---

[1] تذکرۃ العلماء

کا اظہار نواب صدیق حسن خان نے ان کے شوق کتب بینی کے بارے میں کیا ہے، فرماتے ہیں ''زمانہ طالبِ علمی میں مروجہ کتب نصابی کے علاوہ انہوں نے تین سو پچاس کتابوں کا مطالعہ کیا'' آج سے ڈھائی سو سال قبل جب کہ کتابوں کی اشاعت و طباعت کی موجودہ سہولتوں میں سے کوئی سہولت میسر نہ تھی، قلمی کتابیں ہی پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں اس زمانے میں ساڑھے تین سو کتابوں کا مہیا کرنا اور پھر انہیں پڑھنا کتنا مشکل کام اور کٹھن مرحلہ تھا اور کتابیں بھی وہ جو خالص علمی اور فنی نوعیت کی تھیں۔'' [1]

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کو بڑا چھوٹا خوب جانتا ہے، آپ کا اپنا بیان ہے کہ جب میری عمر سولہ سال کی تھی، تو میں نے ابن مبارک اور وکیع کی کتابیں یاد کر لی تھیں۔

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ ''حفظ کی دوا کثرت مطالعہ اور کتب بینی ہے۔''

امام نووی کی ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں اور تاج السبکی کی ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال میں آیا ہے، کہ محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ میں ایک رات امام بخاری کے گھر پر امام بخاری کے ساتھ تھا، وہ احادیث پر تعلیقات کے لئے اٹھارہ مرتبہ بستر سے اٹھے اور چراغ جلایا۔

امام محمد بن الوارق البخاری نے کہا کہ امام ابوعبداللہ البخاری کے ساتھ جب میں سفر پر ہوتا تو ایک رات میں ہم کبھی کبھار بیداری کی حالت میں جمع ہوتے، میں ان کو دیکھتا کہ وہ ایک رات میں پندرہ بیس مرتبہ اٹھتے اور چقماق لے کر آگ جلا کر چراغ جلاتے پھر احادیث کا مجموعہ نکالتے ان پر نشان لگاتے، پھر سر رکھ لیتے، سحری

[1] فقہائے پاک و ہند: ۱/۱۶۲

کے وقت تیرہ رکعت نماز پڑھتے، مجھ کو نہیں جگایا کرتے تھے، میں نے ان کو کہا کہ آپ اپنے نفس پر اتنی مشقت برداشت کرتے ہیں اور مجھے نہیں جگاتے تو فرمانے لگے کہ تم نوجوان ہو، میں تمہاری نیند خراب کرنا نہیں چاہتا۔

ایک دن ہم ''فیربر'' میں تھے میں نے دیکھا کہ چت لیٹے ہوئے ہیں، جب آپ کتاب التفسیر لکھ رہے تھے اس دن آپ نے تخریج احادیث میں اپنے آپ کو بہت زیادہ تھکا دیا تھا، میں نے کہا اے ابوعبداللہ میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے کوئی کام بغیر علم کے نہیں کیا جب سے آپ نے ہوش سنبھالا ہے، تو اس چت لیٹنے کے بارے میں آپ کا کیا علم ہے؟ تو فرمایا کہ میں آج بہت تھک چکا ہوں، اور یہ سرحد ہے مجھ کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں دشمن کی طرف سے ہم کو کوئی معاملہ پیش نہ آجائے، اس لئے میں نے چاہا کہ میں کچھ استراحت کر کے اس معاملہ کے لئے تیاری پکڑ لوں، کہ اگر اچانک دشمن ہم پر شب خون مارے تو ہم میں بھی مقابلہ کی قوت ہونی چاہیئے، آپ تیر اندازی کے لئے سواری بھی کیا کرتے تھے، میں ان کے ساتھ اپنے طویل سفر میں کبھی نہیں دیکھا کہ ان کے تیر کا نشان خطا ہوا ہو، سوائے ایک مرتبہ کے، اور گھوڑ دوپ میں تو کوئی آپ سے آگے نہیں نکل سکتا تھا۔

صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

آپ م ۶۸ھ مشہور و معروف صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مفسر قرآن ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حالِ مطالعہ بھی ایسا ہی تھا کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سے تھک جاتے تو دیوان شعراء کو خدام سے طلب فرما کر اس میں مشغول ہوتے اور طبعی ملول کو ختم کرے۔[1]

---

[1] علمائے سلف

مشہور فلسفی ابن سینا کا واقعہ

آپ (م ۴۲۸ھ) مشہور فلسفی ہیں، اور اپنا حال بیان کرتے ہیں کہ ایامِ طالب علمی میں جب میں نے کتاب بنام "وما بعدة الطبعية" کا مطالعہ شروع کیا تو مطلقاً وہ میری سمجھ میں نہیں آئی، اور نہ واقع فن کی کوئی غرض مفہوم ہوئی، انتہاء یہ کہ چالیس (۴۰) مرتبہ میں نے اس کا مطالعہ کیا، عبارت تو برزبان ہوگئی، مگر سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ (م ۲۶۱ھ) مشہور محدث ہیں کہ آپ کتب و حدیث کا مطالعہ اور کسی حدیث شریف کی تلاش میں تھے، خرما کی ایک ٹوکری آپ کے قریب تھی، درمیان کتب بینی کے آپ اس ٹوکری سے خرما لے کر کھا لیتے تھے، مگر انہماک اس درجہ تھا کہ محسوس تک نہ ہوا، یہاں تک کہ اس قدر زائد مقدار میں کھائے کہ بدہضمی ہوکر وفات تک ہوگئی۔

حضرت امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کی وسعتِ معلومات کو کس طرح سے پیش کیا جائے۔

ایک شخص نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا علمی خزانہ اس قدر مالا مال کیوں کر رہا ہے؟

امام موصوف نے فرمایا کہ جان عزیز! تیس برس (۳۰ سال) تک میری کمر نے پڑھنے کے سوا اور کسی بستر کا لطف نہیں اٹھایا۔

حضرت محمد بن جہم رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ فرماتے ہیں کہ جب میں کوئی نئی کتاب دیکھنے بیٹھتا ہوں تو میں بار بار اس

خیال سے اس کے صفحات کے نمبر دیکھتا ہوں کہ کہیں کتاب ختم نہ ہو جائے۔

خلیفۂ اندلس کا واقعہ

الحکم الثانی (م ۳۶۶ھ) خلیفہ اندلس (خاندان اموی کے فرزند) جس کو کتابوں کے جمع کرنے کا بے حد شوق تھا، چار لاکھ کتابیں کتب خانہ میں موجود تھیں، اور ان میں سے بہت سی کتابیں ایسی تھیں کہ جن کا خود الحکم نے مطالعہ کیا تھا۔ اور ان پر مفید حواشی لکھ کر کتب خانہ کی افادیت کو دوبالا کر دیا تھا۔ آخر میں باوجود نگاہ کثرت مطالعہ کی وجہ سے کمزور ہوگئی تھی، مگر اس کے باوجود مطالعہ جاری رہا۔[1]

حضرت عبداللہ ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۱۰ھ) مشہور و معروف محدث، فقیہ اور صوفی بزرگ ہیں، فرمایا کرتے تھے، خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز کے پوتے عبداللہ ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے سب سے ملنا موقوف کر دیا تھا اور قبرستان میں رہنے لگے، ہمیشہ ہاتھ میں کتاب دیکھی جاتی تھی، ایک مرتبہ اس بارے میں سوال کیا گیا تو کہنے لگے "میں نے قبر سے زیادہ واعظ" کتاب سے زیادہ دلچسپ رفیق اور تنہائی سے زیادہ بے ضرر ساتھی نہیں دیکھا۔"

عبداللہ ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ اور خلیفہ عمران بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں عالم کبیر ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھ پر چالیس (۴۰) سال اس حال میں گزرے ہیں کہ سوتے جاگتے کتاب میرے سینے پر رہتی تھی۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کو دیکھنے والے کا بیان ہے کہ دن تو خیر دن تھا، رات کو بھی امام کا یہ حال تھا

[1] اسلامی کتب خانے

کہ بظاہر سونے والوں کی شکل بنا کر لیٹ جاتے، لیکن تھوڑی دیر بعد اپنی باندی کو حکم دیتے، وہ چراغ جلاتی اور آپ مطالعہ کرتے اور کچھ لکھتے، اس کے بعد چراغ گل کردیتے۔[1]

امام النحو حضرت علامہ یونس رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ (م ۱۸۳ھ) بڑے اونچے درجے کے عالم ہیں...... عسرابن خلکان ان کی نسبت لکھتے ہیں کہ ساری عمر انہوں نے شادی نہیں کی اور مرتے دم تک ان کے پیش نظر مذاکرہ علمی اور کتب بینی کے علاوہ اور کوئی کام نہ تھا۔

صاحب عباد رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ (م ۱۱۳۰ء) سلطنت سامانیہ کے وزیر تھے، ہمیشہ کتب بینی میں مستغرق رہتے، جب خاندان ابویہ کے بادشاہ نوح بن منصور نے انہیں سلطنت ابویہ کی وزارت پیش کی، اور بخارا بلایا تو سب سے بڑا عذر ابن عباد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کیا وہ یہ تھا کہ ”یہاں سے ہٹنے میں صرف میری کتابوں کی بار برداری کے لئے چار سو اونٹوں کی ضرورت ہوگی۔“

ظاہر ہے کہ کتابوں کا ہمراہ جانا بغرض مطالعہ ہی ہوگا۔ ذوق مطالعہ رکھنے پر کب گوارا ہوسکتا ہے کہ وہ کتابوں کے بغیر کہیں جاتے۔ ابن عباد رحمہ اللہ تعالیٰ جب عام سفر کے لئے نکلتے تو ہمیشہ ان کے ساتھ تین اونٹوں پر کتابیں لدی ہوتی تھیں۔[2]

محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ ہندوستان کے (م ۷۲۵ھ) معروف ولی ہیں، زیادہ تر امراء اور بڑے لوگ اور طلاب شیخ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، مذہبی کتابوں کے مطالعہ میں

---

[1] العلم والعلماء [2] اسلامی کتب خانے

مصروف نظر آتے تھے، ایسی کتابیں جیسے احیاء العلوم وغیرہ۔

حضرت علی بن عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ

کہتے ہیں کہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر گیا، اندر آیا تو دیکھا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ گھر میں اکیلے کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے مطالعہ کر رہے تھے، آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا:

''میرے گھر کے ہر گوشے پر نگاہ ڈالیں۔'' میں نے دیکھا تو چاروں طرف کتابیں ہی کتابیں نظر آئیں۔

ولی کامل حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ مطالعہ کے اس قدر شوقین تھے کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ موسم سرما کی طویل راتیں عشاء کی نماز کے بعد مطالعہ میں ہی گزر جاتیں یہاں تک کہ اسی حالت میں اذان فجر ہو جاتی۔

آپ خود اپنے طالب علمی میں مطالعہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ایک روز استاذ صاحب نے پوچھا کہ مطالعہ کر کے آئے ہو یا نہیں؟''

مجھے اس وقت تک مطالعہ کا صحیح مطلب معلوم نہیں تھا، میں سمجھا مطالعہ زبانی یاد کرنے کو کہتے ہیں، اس لئے اگلے دن تمام سبق زبانی یاد کر کے سنایا، تو استاذ صاحب کو حیرانی کی انتہا نہ رہی۔ بس ثابت ہوا:

''مطالعہ کا شوق علم کی ترقی کا زینہ ہے۔''

محدث العصر حضرت شیخ علامہ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور مطالعہ کا شوق

آپ فرماتے ہیں کہ ''جب میں ہدایہ پڑھتا تھا تو فتح القدیر، البحر الرائق اور

بدائع ان تینوں کتابوں کا دو سبق کے قریب مطالعہ کیا کرتا تھا اور میرا مطالعہ ہمیشہ استاذ کے سب سے آگے رہتا تھا، پھر مشکوۃ شریف کے سال "بداية المجتهد" اور "حجة الله البالغة" کا مطالعہ کرتا تھا اور ڈابھیل میں حضرت شاہ صاحب کی خدمت نصیب ہوئی، اور حضرت شاہ صاحب کے پاس مذاہب اربعہ کی کتابیں تھیں، چنانچہ میں کتاب الام، فقہ شافعی، المغنی فقہ حنبلی اور المجموع شرح مہذب وغیرہ کا مطالعہ کرتا تھا، اس سے مجھے شوق پیدا ہوا، اور میں نے مذاہب اربعہ کی اکثر کتب متداولیہ کا مطالعہ کیا۔

"الحمد لله. ثم الحمد لله."

یہ تمہارے (مخاطب دورہ حدیث کے طلبہ ہیں) اندر مطالعہ کا شوق پیدا کرنے کے لئے سنا رہا ہوں۔[1]

ذوق مطالعہ

محدث العصر شیخ بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ خود فرمایا کرتے تھے:

"میں نے اپنی قوت و طاقت تخریج اور مآخذ کے مطلع ہونے پر پوری طرح صرف کی، ورق گردانی، مظان وغیرہ مظان سے مسئلہ نکالنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی، کبھی میں ایک مسئلہ کی تلاش میں گھڑیاں ہی نہیں بلکہ کئی راتیں اور دن گزار دیتا اور اس کے لئے ایک کتاب کی مجلدات پڑھتا اور جب مجھے اپنی متاع گم شدہ مل جاتی تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہتا، شیخ نے دوران درس جس کتاب کا حوالہ دیا ہوتا اس سے مسائل نکالنے کا التزام کر رکھا تھا، لہٰذا میں کتاب سیبویہ، رضی شرح کافیہ، دلائل الاعجاز، اسرار البلاغۃ، عروس الافراح، کشرف الاسرار دیکھنے پر مجبور تھا۔

[1] ارشادات اکابر: ص۲۲، ملفوظ ۲۷

جس طرح میں شروح حدیث کی اہم کتابیں فتح الباری، عمدۃ القاری اور فقہ مذاہب میں شرح مہذب، مغنی لابن قدامہ اور رجال میں کتب رجال، دیکھنے پر مجبور تھا، اگر مجھے جوانی میں یہ شغف نہ ملتا اور قدرت کی طرف سے بحث و جستجو کا شوق اور شیخ کے جواہر پارے سمیٹنے کا شغف نہ ہوتا تو میں اس بار گراں کا اہل نہیں تھا، حدیث کی اہم کتابوں میں سے کسی کتاب کی شرح میرے لئے اس کٹھن کام سے بہت زیادہ آسان تھی۔'' [۱]

کتب بینی کا اشتیاق

محدث العصر حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ:

''ڈابھیل کے قیام میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ ایک ایک بات کی تحقیق کے لئے میں نے پانچ پانچ سو، ہزار ہزار، دو دو ہزار صفحات کا مطالعہ کیا۔

سرسری نظر ڈال کر اگر کتاب دیکھی جائے تو بہت سے لوگ ایک ایک رات میں پانچ پانچ سو صفحوں کی کتاب دیکھ لیتے ہیں لیکن اگر بغور و تعمق مطالعہ کیا جائے تو یہ بہت ہی مشکل کام بن جاتا ہے اور مولانا کی مراد یہی تھی۔'' [۲]

حضرت محدث العصر شیخ بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی کا مقصد ہدف، منزل اور حاصل یہی تھا کہ علم اور بس علم، ان کی پوری زندگی تحصیلِ علم سے عبارت تھی، ان کا عشق، ان کی محبت، ان کے جذبات، ان کا شعور، ان کا فکر اور ان کی زندگی کا ہر زاویہ علم کے محور سے وابستہ تھا، آج کے دور میں شاید کسی کو یہ اچھنبا معلوم ہو اور ممکن ہے کہ کوئی اسے مبالغہ پر محمول کرے مگر ہمارے اسلاف کی تاریخ یہی ہے کہ کس کس

---

[۱] خصوصی نمبر: ص ۱۴۰ [۲] خصوصی نمبر: ص ۶۳۲

بات کو اور تاریخ کی کون کون سی حقیقت کو جھٹلاؤ گے۔

علمی تشنگی اور ذوق مطالعہ کا جذبہ نہ ہوتا تو آج مولانا محمود حسن رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الہند نہ بنتے، مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ مفتی اعظم کا مقام نہ پاتے، شیخ الادب مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ ادب میں امامت کے درجہ کو نہ پہنچتے، حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ العرب والعلم کے لقب سے ملقب نہ ہوتے، حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تعالیٰ سیاست و قیادت کی معراج کو نہ چھوتے، محدث کبیر حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث اور قائد شریعت نہ بنتے اور ایسے ہی صاحب تذکرہ وسوانح محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے صحیح جانشین اور لسانِ انور شاہ بننے کا اعزاز حاصل نہ کر پاتے، آج نہ ان کا کوئی محدث العصر اور محدث کبیر کہتا، نہ ان کا تذکرہ ہوتا محدث العصر شیخ بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی محنت و مطالعہ، ذوقِ علم اور تعب ومشقت کے پیش نظر خدا تعالیٰ نے علمی کمالات سے نوازا اور ان کا فیض ملکوں ملکوں پھیلایا۔

حضرت ابو معشر منجم کا انہماکِ مطالعہ

(م ۲۷۲ھ) آپ کے مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ آپ خراسان سے مکہ جاتے ہوئے بغداد کا ایک کت خانہ خزانۃ الحکمت دیکھنے کا قصد کیا، مگر وہاں پہنچ کر مطالعہ میں اتنا محو ہوگئے کہ مکہ جانا ہی بھول گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کے مطالعہ کا حال بھی عجیب ہے، آپ کی تالیفات آپ کے وسعتِ مطالعہ کے لئے شاہد عدل ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خاندان کا ایک قصہ ہے:

صاحبزادے نے مطالعہ کرتے ہوئے پانی طلب کیا تو اباجان نے سر پکڑ لیا اور فرمایا کہ افسوس خاندان میں سے علم گیا۔ زوجہ محترمہ نے فرمایا کہ کیا ہوا؟ آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟ فرمایا مطالعہ کرتے ہوئے پانی کا دھیان؟ یہ کتاب کیا دیکھتا ہوگا۔ تو بیوی نے کہا کہ بعض مرتبہ غیر شعوری طور پر زبان سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں، آپ امتحان لیجیے۔ چنانچہ پانی کی جگہ کچھ اور دے دیا گیا تو وہ اٹھا کر پی گئے، تب اباجان کو اطمینان ہوا۔[1]

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

(م ۱۲۳۹ھ) آپ مشہور و معروف محدث و مفسر ہیں، جس سے آپ کا ذوق علم اور وسعت مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

”علمی دیده ام ویاد هم بقدر خود دارم یك صد وپنجاه علم است.“

”جن علوم کا میں نے مطالعہ کیا ہے، اور ان کو یاد بھی رکھتا ہوں، ان کی تعداد ڈیڑھ سو ہے۔“

ان علوم کے مطالعہ کے لئے آپ نے کس قدر کتابوں کو جمع کیا گیا اور اس پر کس قدر رقم خرچ کی ہوگی؟

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

”کہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے کتب خانہ میں پندرہ ہزار کتابیں تھیں۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کا مطالعہ کیا تھا۔“[2]

جب آپ شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیفات و تصانیف کو بغور پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ آپ کو کیسی وسعت نظر حاصل تھی، کہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ، ابن

---

[1] آداب المتعلمین [2] اسلامی کتب خانے

تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتب کے حوالے دیتے ہیں۔[1]

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

علم ومطالعہ کا شوق انہیں بچپن ہی سے نصیب ہوا۔

صاحب نزہۃ الخواطر آپ کے مطالعہ میں انہماک کے متعلق لکھتے ہیں:

''آپ رات کی تاریکیوں میں بھی مطالعہ پر چھائے رہتے، کئی بار ایسا بھی ہوا کہ دوران مطالعہ سامنے جلتے ہوئے چراغ سے آپ کا عمامہ جل گیا، لیکن آپ کو اسی وقت اندازہ ہوتا جب آگ عمامہ کو جلاتے جلاتے سر کے بالوں تک پہنچتی۔''[2]

آپ خود فرماتے ہیں:

''گاہے در اثنائے مطالعہ کہ از نیم شب دری گزشت والدم قدس سرہ مرا فریاد مے زود کہ بابا! چہ می کنی، من فی الحال درازی کشدیم تا دروغ واقع نشو دوی گفتم کہ خفتہ چی می فرمایند باز برمن می نشستم ومشغول می شدم۔''

تَرجَمَہ: ''کبھی مطالعہ کے دوران میں ایسا بھی ہوا کہ آدھی رات گزر گئی، میرے والد صاحب نے مجھ سے فریاد کی کہ بابا! کیا کرتے ہو، میں سنتے ہی فوراً لیٹ جاتا کہ جھوٹ واقع نہ ہو اور کہتا کہ میں سوتا ہوں۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟ جب وہ مطمئن ہو جاتے تو پھر اٹھ بیٹھتا اور مشغول ہو جاتا۔''

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں کہ بارہا چراغ کی آگ سے میری دستار اور بالوں میں آگ لگ گئی اور مجھے اس کی خبر نہ ہوئی اور بسا اوقات یوں بھی ہوا کہ مطالعہ کے اثنا میں نیند کے غلبہ سے سر کے بال اور عمامہ جلتے چراغ میں جل

---

[1] ملفوظات عزیزیہ: ص ۳۶، نظام تعلیم ص ۵۶ [2] نزهة الخواطر: ۲۰۱/۵

جاتے۔ لیکن شیخ مطالعہ کے ذوق سے بدستور منہمک رہتے۔[1]

حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کتابوں کے مطالعہ میں ایسے مشغول ہو جاتے کہ والد صاحب کو رحم آجاتا اور فرماتے کہ کب تک جاگو گے، اب آرام کرو، شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ والد صاحب کی آواز سن کر فی الحال لیٹ جاتا، اور جب والد صاحب سو جاتے تو پھر اٹھ کر مطالعہ کرنے لگتا، حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہر روز باوجود غلبہ برودت ہوائے زمستان وشدت حرارت تابستان دوبار بمد دہلی کہ شاید از منزل ما بعد دو میل مے کردم درمیان روز ادنی وفقہ درغریب خانہ بسبب تناول چند لقمہ کہ سبب عادی قوام حرکت ارادی است واقع می سند دائم پدر و مادر من دے پے آن لو دند کہ یکدم باکودکان جائے بازی کنم یا شب بوقت متعارف پادراز کشم ومرا خاطر بہ ہمیں خوش است کہ چیزے بخوانم یا مشقے کنم۔''

ترجمہ: ''میں جاڑے کی ٹھنڈی اور گرمی کے جھلسا دینے والے جھکوں میں، ہر روز دوبار دہلی کے مدرسے میں جاتا تھا، جو ہمارے مکان سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ دوپہر کو تھوڑی دیر گھر ٹھہر کر چند لقمے ضرورتاً کھا لیتا تھا۔ میرے والدین ہر چند کہتے تھے کہ تھوڑی دیر کے لئے قوم کے لڑکوں کے ساتھ کھیل لو اور وقت پر سو جاؤ۔ میں کہتا کہ آخر کھیلنے سے مقصد دل کا خوش کرنا ہی تو ہے، میری طبیعت اس سے خوش ہوتی ہے کہ کچھ پڑھوں یا لکھوں۔''

مطالعہ اور کتب بینی کا حال اپنی زبانی

شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مطالعہ اور

[1] سوانح شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

کتب بینی کا خود حال یوں بیان کرتے ہیں ؎

چہ دور ہائے چرا غیکہ در دماغ نرفت
کدام بادہ محنت کہ در ایاغ نرفت
کدام خواب و چہ آسائش و کجا آرام
چہ خارخار کہ در بستر فراغ نرفت
بجیر نم زدل خود کہ عمر رفت دے
زکنج غمکدہ ہرگز بہ صحن باغ نرفت

مختصر یہ کہ حضرت دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان اشعار میں اپنا شب و روز کا مشغلہ بتایا ہ، گویا اس کی شرح ذیل کا واقعہ ہی ہے، دور طالب علمی شغل مطالعہ کا تذکرہ خود اپنے قلم سے رقم طراز ہیں کہ:

؎ از ابتدائے ایام طفولیت نمی دانم کہ بازی چیست
خواب کدام مصاجت کیست و آرام چہ و آسائش کو وسیر کجا

"یعنی بچپن سے میرا یہ حال تھا کہ مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ کھیل کود کیا ہے؟ خواب مصاحبت، آرام و آسائش کے کیا معنی ہیں؟ میں نہیں جانتا کہ سیر کیسی ہوتی ہے۔"

اور مزید فرماتے ہیں:

ہرگز در شوق کسب درکار طعام بوقت نخوردہ وخواب در محل بزدہ

تَرجَمَہ: "تحصیلِ علم میں مشغولیت کی بناء پر کھانا کبھی وقت پر نہیں کھایا اور نیند بھر کر نہیں سویا۔"

آپ کو کتابوں کے مطالعہ اور تحصیلِ علم کے سفر میں اس درجہ ابتدائی زمانہ ہی سے مشغولیت تھی، زندگی کی ساری دلچسپیاں سمٹ کر اس میں آگئی تھی اور وقت پر کھانا بھی نہ کھاتے تھے اور نیند بھر کر نہیں سویا کرتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ تعالیٰ (فرنگی محلی)

آپ مشہور ومعروف عالم ہیں، آپ ایک روز کمرے میں مطالعہ کررہے تھے کہ دوران مطالعہ پانی طلب کیا، ان کے والد مولانا عبدالحلیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف فرما تھے، ان کو فکر ہوئی کہ مطالعہ کے درمیان ذہن کسی اور طرف کیسے گیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہ پڑھے گا۔ حکم ہوا کہ پانی کے بجائے ارنڈی کا تیل جو وہاں رکھا تھا، دے دیا جائے۔ مولانا نے گلاس منہ میں لگایا اور تیل پی گئے اور یہ احساس نہ ہوا کہ تیل ہے یا پانی۔ اس کے بعد پھر مطالعہ میں مشغول ہوگئے۔ اب والد کی فکر دور ہوئی اور کہا امید ہے کہ پڑھ لے گا۔ اس کے بعد دوا سے اس تیل کا اثر زائل کر دیا۔[1]

امام المحدثین حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کا علمی مقام محتاج تعارف نہیں، آپ کو علم کا خزانہ اور چلتا پھرتا کتب خانہ کہا جاتا تھا اور علمی انہماک حضرت کی زندگی کا سب سے زیادہ ممتاز وصف ہے اور اس گوشہ میں آپ کے حیرت انگیز واقعات ماضی کی یاد تازہ اور زندہ کرتی ہے۔

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت اسی طرف متوجہ رہتے تھے۔ ”میں ہر وقت فکرِ علم میں مستغرق رہتا ہوں، بجز ان اوقات کے جب نیند کا شدید غلبہ ہو۔“[2]

آپ کی تازہ سوانح میں مرقوم ہے:

---

[1] حالات مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ تعالیٰ [2] نقش دوام

''بارہا ایسا ہوتا کہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف تشریف لے گئے ہیں اور درمیان ہی سے مسکراتے ہوئے واپس ہو جاتے، کمرہ میں پہنچ کر کتاب یا اپنی کشکول اٹھاتے اور لکھنے کے لئے بیٹھ جاتے۔''[1]

ایک صاحب نے نقل کیا ہے کہ:

''ایک بار میں نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو تین مرتبہ بیت الخلاء کے ارادے سے نکلتے ہوئے اور پھر واپس کمرہ میں آتے ہوئے دیکھا۔''[2]

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

''میں نے اپنے زمانہ طالبِ علمی میں بیس روز میں فتح الباری کی تیرہ (۱۳) جلدیں مکمل دیکھ ڈالی تھیں۔''[3]

بخاری شریف کی یہ اتنی ضخیم شرح جس کو آپ نے صرف بیس روز میں مکمل دیکھ ڈالا اور وہ بھی زمانہ طالبِ علمی میں، اور جب کثرتِ مطالعہ کا یہ حال زمانہ طالب علمی میں تھا تو بعد میں کیا حال ہوگا؟

مطالعہ میں محنت اور شدید مشقت کا اٹھانا

چنانچہ آپ کے مطالعہ کے بارے میں آپ کے معروف شاگرد و محدث کبیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نور اللہ مرقدہ ''نفحة العنبر'' میں لکھتے ہیں:

''عام طور پر اکثر علماء اسی وقت کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں، جب کسی خاص مسئلہ میں متعلقہ کتابوں کی طرف مراجعت کی ضرورت پڑ جائے، تاہم شیخ کا طریق کار اس سے یکسر مختلف تھا، مطالعہ کے بارے میں ان کا اصول یہ تھا کہ جب کوئی

---

[1] نقش دوام [2] نقش دوام ص ۱۱۲ [3] نقش دوام ص ۱۱۴

کتاب ان کے ہاتھ لگ جاتی، چاہے وہ کتاب مخطوطہ کی شکل میں ہو یا مطبوعہ، سقیم ہو یا سلیم، کسی بھی علمی موضوع کے متعلق ہو، آپ وہ اٹھاتے اور اول تا آخر پوری کی پوری پڑھتے ...... مطالعہ میں محنت کی شدید مشقتیں اٹھائیں۔ حتیٰ کہ اپنے آپ کو تھکا تھکا کر رکھ دیا، آپ کی زندگی کی جانے کتنی ہی راتیں ایسی گزریں کہ ان میں پہلو بستر سے ناآشنا اور جدا رہا۔"

راہِ علم کا سامان سفر اسی وقت بنتا ہے جب منزل مطالعہ کی سختیاں برداشت کی جائیں اور یہ سختیاں اسی وقت سہی جاسکتی ہیں جب طلب علم کا درد نصیب ہو، یہ زادِ راہ جب راہی علم کو ملتا ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے کہ:

"سینے سے لگا لو دیوانو! یہ درد بمشکل ملتا ہے۔"

کتاب بھی تو ایک روگ ہے، اس روگ کا کیا کروں

چنانچہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے، علالت طول پکڑ گئی، فجر کے وقت یہ افواہ مشہور ہوئی کہ حضرت کا وصال ہوگیا، دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ یہ سن کر آپ کے مکان کی طرف لپکے، وہاں معلوم ہوا کہ خبر غلط ہے، البتہ تکلیف کی شدت تھی، جو برقرار ہے، عیادت کے لئے یہ حضرات کمرے میں پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ نماز کی چوکی پر بیٹھے سامنے تکئے پر رکھی ہوئی کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہیں، اور اندھیرے کی وجہ سے کتاب کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ آنے والے حضرات نے یہ منظر دیکھا تو حیران ہوئے کہ مرض کی یہ شدت اور مطالعہ میں یہ محنت!

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمت کر کے عرض کی کہ:

"حضرت یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اول تو وہ کون سی بحث رہ گئی ہے جو حضرت کے مطالعہ میں نہ آچکی ہو، اور اگر بالفرض کوئی بحث ایسی ہو تو

اس کی فوری ضرورت کیا پیش آگئی ہے کہ اسے چند روز مؤخر نہیں کیا جا سکتا اور اگر بالفرض کوئی فوری ضرورت کا مسئلہ ہے تو ہم خدام کہاں مر گئے ہیں، آپ کسی بھی شخص کو حکم فرما دیتے، وہ مسئلہ دیکھ کر عرض کر دیتا، لیکن اس اندھیرے میں ایسے وقت میں آپ جو محنت اٹھا رہے ہیں وہ ہم خدام کے لئے ناقابل برداشت ہے۔''

حضرت شاہ صاحب کچھ دیر تو انتہائی معصومیت اور بے چارگی کے انداز میں مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتے رہے، پھر فرمایا:

''بھائی ٹھیک کہتے ہو، لیکن کتاب بھی تو ایک روگ ہے، اس روگ کا کیا کروں؟''

آپ رات دن مطالعے اور علمی مشاغل میں اس درجہ منہمک رہتے تھے کہ دنیا آپ کو چھو کر بھی نہ گزری تھی، دنیوی بکھیڑوں میں الجھنا آپ کی استطاعت سے باہر تھا۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ:

''میں نے بخاری شریف کا مطالعہ بارہ دفعہ کیا ہے۔ مطالعہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ فرماتے، چنانچہ ابن ہمام کی شرح فتح القدیر جو آٹھ جلدوں اور ہزارہا صفحات میں پھیلی ہوئی ہے، اس کا مطالعہ کل بیس روز میں آپ نے فرمایا، مطالعہ کے دوران تلخیص بھی جاری تھی، اس طرح مسند احمد بن حنبل کا دو سو صفحہ روزانہ کے اوسط سے مطالعہ کیا۔''[۱]

زمانہ طالب علمی میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بستر پر لیٹ کر کبھی بھی نہیں سوتے تھے، کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے جب نیند آتی تھی، بیٹھے بیٹھے سو لیتے تھے، اور جب غنودگی ختم ہو جاتی تو پھر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔

---

[۱] نقش دوام

ع آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا بے نظیر مطالعہ

محدث کبیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۲۱ھ میں ''فتح القدیر'' کا مطالعہ فرمایا اور پھر ۱۳۴۷ھ میں درس بخاری شریف میں تحدیث نعمت کے طور پر طلباء کے سامنے فرمایا کہ چھبیس (۲۶) سال ہوگئے ''فتح القدیر'' کا مطالعہ کیا تھا، اس کے بعد مراجعت کی ضرورت پیش نہ آئی، جو کچھ بیان کروں، اگر مراجعت کرو گے تو تفاوت کم پاؤ گے۔''

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا دماغ ایک کتب خانہ

آپ ضخیم اور کئی کئی جلدوں میں پھیلی ہوئی کتابوں کا ایک بار مطالعہ فرماتے تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جب چاہتے، دماغ میں اس ذخیرے سے کام لیتے۔

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی نے آپ کے حافظہ کے بارے میں کتنی سچی بات کہی تھی کہ:

''شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا دماغ تو ایک کتب خانہ ہے، جس علم کی جس وقت کوئی کتاب اپنے دماغ کے کتب خانہ سے اٹھانا چاہتے ہیں، بے تکلف اٹھا لیتے ہیں۔''

بے مثال حافظہ اور وسعتِ نظر وسرعتِ مطالعہ

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ درس میں ارشاد فرمایا

کہ:

”میں نے بخاری شریف کا مکمل مطالعہ بارہ (۱۲) دفعہ کیا ہے۔“

حدیث کے موضوع پر مطبوعات کے علاوہ نوادر بھی مطالعہ میں تھے۔ مطالعہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ فرماتے۔

چنانچہ ابن ہمام کی شرح ”فتح القدیر“ جو آٹھ جلدوں اور ہزاروں صفحات میں پھیلی ہوئی ہے، اس کا مطالعہ کل بیس (۲۰) روز میں فرمایا اور چھبیس (۲۶) سال کے بعد آپ نے فرمایا کہ ”ایک بار مطالعہ کے بعد پھر مطالعہ کی ضرورت پیش نہیں آئی“ جس زمانہ میں اس طویل کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے، اس کی تلخیص بھی ساتھ ساتھ جاری تھی، اسی طرح ”مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا دو سو (۲۰۰) صفحہ روزانہ کے اوسط سے مطالعہ کیا۔

اور اس بصیرت وغور وفکر کے ساتھ کہ اس طویل وضخیم مجموعہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے احناف کے دلائل منتخب کرتے چلے گئے، گویا کہ بے پناہ قوتِ حافظہ کے ساتھ سرعتِ مطالعہ کی خصوصیت بھی رکھتے تھے، اس طرح آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مطالعہ اور پھر علم کی اشاعت میں گزر گیا۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ جس فن کی کتاب ہاتھ لگ جاتی، اس کا پورا مطالعہ کئے بغیر نہ چھوڑتے، اگرچہ آپ کا خصوصی ذوق ورجحان دینیات کی طرف تھا، لیکن مطالعہ کے شغب میں اور انہماک کی وجہ سے ہر فن کی کتاب نظر سے گزری تھی۔ ایک زمانہ میں اردو مطالعہ سے مکمل اجتناب فرمایا، خیال یہ تھا کہ اردو کی کتابوں میں کوئی علمی چیز نہیں ہوتی، درس میں بھی عموماً ان خیالات کا اظہار فرماتے، اس لئے عالم طلباء بھی اردو میں مطالعہ کرنے سے بیزار رہتے، خود فرمایا کہ:

”میں نے اپنے ذوق کو محفوظ رکھنے کے لئے خط وکتابت کی زبان بھی فارسی

ہی رکھی۔"

لیکن ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ اردو سے آپ کی یہ بدگمانی ختم ہوگئی، جس کی تفصیل مولانا احمد صاحب برادر نسبتی مولانا حسین احمد صاحب جو ایک زمانہ میں آپ کی خدمت کی سعادت سے سرفراز رہے، سننے میں آئی کسی ضرورت سے آپ ان کے کمرہ میں تشریف لے گئے، تو وہاں امام اہلِ سنت، مجدد اہلِ سنت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کی تفسیر "بیان القرآن" کے کچھ اجزاء دیکھے اس وقت تفسیر کا مطالعہ فرمایا اور ظہر تا عصر ان اجزاء کو دیکھ ڈالا، اور پھر اگلے دن درس میں فرمایا کہ:

> "میں اب تک اردو سے بہت گمان اور اس زبان میں مطالعہ کرنے سے پرہیز کرتا تھا، لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر کے دیکھنے کے بعد میری رائے اب بدل گئی اور معلوم ہوا کہ اردو میں بھی علمی سرمایہ موجود ہے، اتنی چست تفسیر دیکھنے میں نہیں آئی۔"

غرض یہ کہ ہمہ وقت مطالعہ ہی میں مشغول رہے۔

طبعیات، الٰہیات، سلوک وتصوف، نجوم، جفر، قیافہ، علم ہندسہ، ریاضی، ریاضی کی عبرانی زبان پر بھی توجہ دلائی تھی، کھوٹہ ضلع جموں میں ایک مرتبہ ایک عیسائی پادری سے گفتگو کے دوران ان کی مذہبی کتابوں کا جس سرعت کے ساتھ آپ نے حوالہ دیا، پادری اس پر حیران رہ گیا۔

علوم عربیہ میں سیبویہ جو نحو کی اہم کتاب ہے، فرماتے تھے کہ میں نے اس کتاب کا کئی بار مطالعہ کیا، اور اس کے بعض نادر شرحیں بھی نظر سے گزریں، یہ بھی فرمایا کہ علوم عربیہ میں ان سے "تعلیقات" "اشارات" کا مطالعہ فرمایا۔ "اشارات" کی شرح جو امام رازی وحکیم طوسی نے لکھی ہے، آپ کے مطالعہ میں گزری تھی۔ "حاکمہ" کی شرح بھی زیرِ نظر رہی، باقر داماد کی "قبسات" "افق

المبین“ کا بھی مطالعہ کیا، صدر شیرازی کی ”اسفار اربعہ“ مطالعہ میں تھی۔

اور صدر شیرازی کی فلسفہ و تصوف میں مہارت کو تسلیم فرماتے تھے۔ بستانی و فرید وجدی کی ”دائرۃ المعارف“ پوری طرح محفوظ تھی۔

سائنس جدید کی کتابیں جو اس وقت انگریزی و فرانسیسی سے عربی میں منتقل ہو رہی تھیں، ان کا مطالعہ بڑے ذوق وشوق سے فرماتے اور طلباء کو بھی ترغیب دیتے۔

مطالعہ کرتے وقت علمِ دین کا بے مثال ادب

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

”میں نے سات (۷) سال کی عمر کے بعد دین کی کسی کتاب کو وضو کے بغیر ہاتھ نہیں لگایا۔“

بلکہ اس سے آگے کی بات حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی سنیئے:

”کتاب کو مطالعہ میں کبھی اپنا تابع نہیں کیا، جس نشست پر بیٹھ کر کتاب کا مطالعہ کرتا ہوں، اگر حاشیہ دوسری جانب ہوتا ہے تو کتاب کو گردش دے کر حاشیہ اپنے سامنے کرنے کی کوشش نہیں کی، کتاب کی ہیئت بدلے بغیر خود اپنی نشست بدل کر حاشیہ کی جانب آبیٹھتا ہوں۔“

جاننے والے جانتے ہیں کہ کتاب کے احترام کے سلسلہ میں یہ اہتمام پچھلوں میں تو درکنار اگلی شخصیتیں اس سعادت سے سرفراز کیا نظر آتی ہے؟ دیکھنے میں یہ بات معمولی ہے، لیکن اپنے ثمرات و برکات کے اعتبار سے بے حد وقیع، عرض کرنے کو تو یوں جی چاہتا ہے کہ جن فیروز بخت لوگوں کو خدائے تعالیٰ اپنے خصوصی انعام سے سرفراز کرنا چاہتے ہیں، ان کی طبیعتیں اسی طرح کے حسین رخوں پر ڈال دی جاتی ہیں، اور وہ تیرہ بخت جو اساتذہ کی بے احترامی، درسگاہوں کی بے وقاری کے مظاہرے قدم قدم پر کر رہے ہیں، ان کا یہ سارا عمل بدقسمتی کا ایک جلی عنوان ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطالعہ کرنے کا طریقہ

سردار محدثین، حضرت مولانا انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''میں کتاب کو اپنا تابع نہیں کرتا، بلکہ خود ہی ہمیشہ کتاب کے تابع ہو کر مطالعہ کیا کرتا ہوں۔''

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اگر سفر و حضر میں بھی ہوتے، کافی تھکن کے باوجود بھی لیٹ کر مطالعہ نہیں فرماتے تھے، بلکہ کتاب کو سامنے رکھ کر مؤدب انداز میں بیٹھتے، گویا شیخ کے آگے بیٹھے ہوئے استفادہ کر رہے ہوں۔

اور خود حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک کبھی دینیات کی کتاب کا مطالعہ میں نے بے وضو نہیں کیا۔''[1]

ادب سراسر دین ہے، ادب چراغ مبین ہے، ادب رضاء رب العالمین ہے، ادب ہے تو دین ہے، ادب نہیں تو کچھ نہیں، ادب سارے کا سارا راہ حق بلکہ یہ ایک مثال مشہور ہے کہ:

کوئی بے ادب خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔

با ادب بانصیب — بے ادب بے نصیب

محدث العصر حضرت علامہ مولانا انورشاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا علمی مقام

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ برصغیر میں خاتمۃ المحدثین والمحققین شمار

[1] حیات انور: ص۲۳۲، ۲۳۳

ہوتے ہیں، بلکہ بعض حضرات نے یہاں تک کہا ہے کہ ان سے پہلے پانچ سو سال کے عرصے میں ان جیسا کوئی پیدا نہیں ہوا وہ اس مقام تک اس لئے پہنچے کہ وہ فقط علم کے ہی ہو کر رہ گئے تھے، تمام علوم وفنون پر عبور کے باوجود علم کی نہ بجھنے والی پیاس انہیں ہر وقت مطالعہ، تحقیق اور علمی غور وخوض میں مصروف رکھتی، ان کے فرزند ارجمند حضرت مولانا انظر شاہ صاحب رقم طراز ہیں:

''مرحوم کی زندگی کا سب سے ممتاز وصف آپ کا علمی انہماک ہے اس گوشہ میں آپ کے حیرت انگیز واقعات اس پرانی شخصیتوں سے ملتے جلتے ہیں، جنہوں نے اپنی زندگی اسی راہ میں صرف کی، چند ہی گھنٹے آپ کے اس انہماک وشغف سے فارغ رہتے ورنہ آپ کا ایک ایک لمحہ علمی عقدوں کے سلجھانے میں مصروف رہتا، مولانا ادریس صاحب نے انہیں سے نقل کیا ہے کہ ''میں ہر وقت فکر علم میں مستغرق رہتا ہوں، بجز ان اوقات کے جب نیند کا شدید غلبہ ہو'' اس مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ نہ جاننے والے لوگ اگر بعض اوقات آپ کی عجیب وغریب باتوں کو دیکھتے تو خدا جانے کیا سمجھتے، بارہا ایسا ہوتا کہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف تشریف لے گئے ہیں اور درمیان ہی سے مسکراتے ہوئے واپس ہوجاتے، کمرہ میں پہنچ کر کتاب یا اپنی کشکول اٹھاتے اور لکھنے کے لئے بیٹھ جاتے، جاننے والے سمجھ جاتے کہ کوئی علمی انکشاف ہوا ہے جسے تحریر کرنے کے لئے واپس ہوئے ہیں، ڈابھیل کی سلیمان کوٹھری والا جو آپ کے خصوصی معتقد اور مجلس میں عقیدت سے شرکت کرنے والے تھے ان کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت شاہ صاحب کو تین مرتبہ بیت الخلاء کے ارادے سے نکلتے ہوئے اور پھر واپس کمرے میں آتے ہوئے دیکھا، مجھے اس پر حیرت ہوئی تو مولانا ادریس صاحب نے بتایا

کہ ہر وقت فکرِ علم میں رہتے ہیں اس آمدورفت میں طبیعت مسائل کی طرف متوجہ ہے کچھ انکشافات ہوتے ہیں تو ان کو لکھنے کے لئے واپس ہو جاتے ہیں۔

والدہ کہتی تھیں کہ ”کبھی ایسا ہوتا کہ خود ہی بیٹھے بیٹھے مسکراتے، کتاب اٹھاتے اور لکھتے“ اس علمی انہماک کا یہ عالم تھا کہ کوئی مشغلہ ایسا جوان کے شغل میں حائل ہو پسند نہ فرماتے اس زمانے میں اکثر و بیشتر یونیورسٹیوں کے امتحانی پرچے آتے لیکن جوابی کاپیاں دیکھنے سے انہیں بڑا تکدر ہوتا فرماتے ”بڑا بے حظ مشغلہ ہے“ اپنے شاگرد اور تلامذہ کو بھی علم ہی میں مشغول دیکھنا پسند فرماتے۔ مولانا فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے فرمایا کہ ”جس سال میرا دورہ تھا حضرت کے کمرے سے متصل ہی میرا کمرہ تھا اس لئے نماز کیلئے جاتے ہوئے گاہے گاہے میرے کمرے پر رک جاتے ایک بار ”فتح الباری“ کا مطالعہ کا رہا تھا دریافت فرمایا کہ روزانہ کتنے صفحات کا مطالعہ دیکھتے ہو، میں نے عرض کیا تیں پینتیس صفحات کا مطالعہ معمولاً جاری ہے، ارشاد ہوا کہ ”بہت کم مقدار ہے میں نے اپنے زمانہ طالب علمی میں بیس روز میں فتح الباری کی تیرہ جلدیں مکمل دیکھ ڈالیں تھیں۔“

آپ کا یہ شغل موت تک جاری رہا جس شب میں وفات ہوئی اس روز بھی مطالعہ کے لئے کتابیں سامنے تھیں، شب و روز اس علمی انہماک کی وجہ سے آپ ایک جامع الفنون شخصیت کے مالک ہوگئے، نہ صرف متداول علوم بلکہ عصری علوم پر بھی وسیع نظر رکھتے تھے۔[1]

حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم حضرت شاہ صاحب

---

[1] نقشِ دوام: ص ۱۱۲

کے بے پناہ علمی شوق اور انہماک پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے بہار آفریں قلم سے تحریر فرماتے ہیں۔

''فرمایا (حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے) کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب سخت بیمار تھے اور علالت طول پکڑ گئی تھی، ایک صبح فجر کے وقت یہ افواہ مشہور ہوگئی کہ حضرت کا وصال ہوگیا خدام پر بجلی سے گرگئی، اور نماز فجر کے فوراً بعد ہم سب حضرت کے مکان کی طرف لپکے، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی بھی ساتھ تھے گھر پہنچ کر معلوم ہوا، بحمداللہ خبر غلط تھی، البتہ تکلیف کی شدت برقرار ہے ہم سب لوگ حضرت کی عیادت کے لئے کمرے میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت نماز کی چوکی پر بیٹھے ہیں سامنے تکیے پر ایک کتاب رکھی ہے اور اندھیرے کی وجہ سے حضرت جھک کر اس کا مطالعہ کررہے ہیں، خدام کو یہ منظر دیکھ کر حیرت کے ساتھ تشویش بھی ہوئی کہ ایسی علالت میں مطالعے کے لئے اتنی محنت برداشت کرنا مرض میں مزید اضافے کا موجب ہوگا، چنانچہ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب نے ہمت کر کے ناز کے ساتھ عرض کیا کہ ''حضرت یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اول تو وہ کون سی بحث ہے جو حضرت کی علم میں نہ آچکی ہو اور اگر بالفرض کوئی بحث ایسی ہو تو اس کی فوری ضرورت کیا پیش آگئی کہ اسے چند روز مؤخر نہیں کیا جاسکتا، اور اگر بالفرض کوئی فوری ضرورت کا مسئلہ ہے تو ہم خدام کہاں مرگئے ہیں؟ آپ کسی بھی شخص کو حکم فرمادیتے وہ مسئلہ دیکھ کر عرض کردیتا، لیکن اس اندھیرے میں ایسے وقت آپ جو محنت اٹھارہے ہیں وہ ہم خدام کے لئے ناقابل برداشت ہے'' والد صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب کچھ دیر تو انتہائی معصومیت اور بے چارگی کے انداز میں مولانا شبیر احمد صاحب کی طرف دیکھتے رہے پھر فرمایا ''بھائی ٹھیک کہتے ہو، لیکن یہ کتاب بھی تو ایک روگ ہے اس روگ کا کیا کروں۔'' [1]

[1] البلاغ مفتی اعظم: ص ۲۷۶

معلوم ہوا کہ علم کے اندر رسوخ و کمال اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب اسے اس طرح اپنایا جائے کہ گویا وہ روگ بن جائے۔

مطالعہ کے بارے میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طلباء کو وصیت

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فارغ التحصیل طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''گھر جا کر مطالعۂ کتب ضرورت کرتے رہنا، کیونکہ علم کسب ومحنت ہی سے حاصل ہوتا ہے، آدمی کو پہلے ہی سے کتاب دیکھنے کا قصد کر لینا چاہیے، ورنہ علم نہ پڑھے، ہدایہ، بخاری شریف وغیرہ پر نظر رکھے اور علماء عارفینؒ کی کتابیں بھی دیکھے، بہت سی جگہ احادیث کی حقیقت کو انہوں نے محدثین سے بھی زیادہ اچھا سمجھا ہے۔

مثلاً احادیث متعلقہ احوال بعد الموت، لیکن جو عارف شریعت سے ناواقف ہو، اس کی کتاب دیکھنا مضر ہوگا، سنا ہے کہ پہلے لمحات اور اس کی شرح عارف جامی کی دہلی کے علماء کو پڑھائی جاتی تھی۔ میں کہتا ہوں کہ حجۃ اللہ البالغۃ اور الطاف قدس بھی مطالعہ میں رکھنا۔[1]

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا آزاد مرحوم کو علم کا شوق ابتدا ہی سے تھا، وہ لڑکپن میں اپنے مطالعہ کے ذوق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''لوگ لڑکپن کا زمانہ کھیل کود میں بسر کرتے ہیں، مگر بارہ (۱۲) برس کی عمر میں میرا یہ حال تھا کہ کتاب لے کر کسی گوشہ میں جا بیٹھتا اور کوشش کرتا کہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہوں، کلکتہ میں آپ نے ڈلہوزی اسکوائر ضرور دیکھا ہوگا ...... اسے عام طور پر لال ڈگی کہا کرتے تھے، اس میں درختوں کا ایک جھنڈ تھا کہ باہر سے

[1] نطق انور: ص ۱۶۸۔

دیکھیے تو درخت ہی درخت ہیں، اندر جائیے تو اچھی خاصی جگہ ہے اور ایک بینچ بھی بچھی ہوئی ہے، معلوم نہیں اب یہ جھنڈ ہے کہ نہیں، میں جب سیر کے لئے نکلتا تو کتاب ساتھ لے جاتا اور اس جھنڈ کے اندر بیٹھ کر مطالعہ میں غرق ہوجاتا، والد صاحب مرحوم کے خادم خاص حافظ ولی اللہ مرحوم ساتھ ہوا کرتے تھے، وہ باہر ٹہلتے رہتے اور جھنجھلا جھنجھلا کر کہتے:

''اگر تجھے کتاب ہی پڑھنی تھی تو گھر سے نکلا کیوں؟...... اکثر سہ پہر کے وقت کتاب لے کر نکل جاتا، اور شام تک اس کے اندر رہتا۔ اب وہ زمانہ یاد آجاتا ہے تو دل کا عجیب حال ہوتا ہے:

؎ عالم بے خبری طرفہ بہشتے بود است
حیف صد حیف کہ ما دیر خبردار شدیم

کچھ یہ بات نہ تھی کہ کھیل کود اور سیر وتفریح کی کمی، میرے چاروں طرف ان کی ترغیبات پھیلی ہوئی تھیں اور کلکتہ جیسا ہنگامہ گرم کن شہر تھا، لیکن میں طبیعت ہی کچھ ایسی لے کر آیا تھا کہ کھیل کود کی طرف رخ ہی نہیں کرتی تھی۔

؎ ہمہ شہر پرز خوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ نفس بدخو نہ کند بہ کس نگاہے

والد مرحوم میرے اس شوق علم سے خوش ہوتے، مگر فرماتے، یہ لڑکا تندرستی بگاڑ دے گا، معلوم نہیں، جسم کی تندرسی بگڑی یا سنوری، مگر دل کو ایسا روگ لگ گیا کہ پھر کبھی پنپ نہ سکا۔[1]

فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ

سیّد الطائفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اگر زمانہ قدیم میں

---

[1] غبار خاطر: ص ۱۳۹ تا ۱۴۵

ہوتے تو ان کے ساتھ آج اِمام کا لقب ہوتا وہ ہندوستان میں اپنے زمانہ میں اہلِ حق کے سربراہ ومقتدا تھے، وہ وراثت نبوت کے حقیقی جانشین تھے، زمانے کی فطرت کے مطابق مرور ایام کی وجہ سے دین میں بدعات، خرافات اور جاہلی رسومات داخل ہوگئیں تھیں، سنت اپنی خالص شکل میں لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہیں جنہوں نے سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صراط مستقیم کو اپنی اصل شکل میں لوگوں پر واضح کیا، لیکن یہ کام یوں ہی نہیں ہو جاتا یہ کام وہی شخص کرسکتا ہے، جس کو دین وشریعت کے سرچشموں قرآن وسنت پر مکمل عبور اور اس میں گہری بصیرت اور مکمل شرح صدر ہو، وقت کی نابغہ روزگار ہستیوں نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، ان کے علم میں مقام بلند کے معترف ہوئے اور اپنا مقتدا وپیشوا تسلیم کیا، یہ تفصیل کا مقام نہیں، یہاں صرف اس قدر تذکرہ مقصود ہے جس سے ہم جیسے کاہلوں، جاہلوں کو یہ معلوم ہوسکے کہ انہوں نے یہ مقام بلند آرام پرستی سے حاصل نہیں کرلیا بلکہ ضابطے کی طالب علمی سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک انہوں نے بلند ہمتی سے علم میں اپنے کو کھپایا اسی کی تحقیق وتفتیش، تدریس وتعلیم اور تصنیف وتالیف میں زندگی صرف کردی۔

ضابطے کی طالبِ علمی کا زمانہ آج کے اعتبار سے بہت تھوڑا ہے اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے بہت کم وقت میں اتنا تبحر اس لئے حاصل کرلیا تھا کہ انہوں نے تحصیلِ علم کے دوران بے پناہ جانفشانی سے کام لیا اور ایک لمحہ ضائع نہیں کیا چنانچہ مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ تذکرۃ الرشید میں تحریر فرماتے ہیں:

"دہلی میں بزمانہ طالبِ علمی جتنا بھی آپ کو قیام کرنا پڑا اس کی مدت کو دیکھیئے کہ بمشکل چار سال ہوتی ہے اور اس مبلغ علم واستعداد کو ملاحظہ فرمایئے جس کا مخالفین کو بھی اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں دونوں پر نظر ڈال کر بہت تعجب ہوتا ہے کہ اتنے تھوڑے ایام میں یہ سمندر کیونکر پلایا

گیا، اس میں شک نہیں کہ آپ اعلیٰ درجہ کے ذکی مغلق مضمون کو جلد سمجھنے والے طالبِ علم تھے لیکن اس کے ساتھ ہی شوقین اور محنتی اس درجہ کہ شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں شاید سات آٹھ گھنٹہ بمشکل سونے کھانے اور دیگر ضروریات شرعیہ وطبعیہ میں خرچ ہوتے ہوں گے، اور اس کے علاوہ سارا وقت ایسی حالت میں گزرتا تھا کہ کتاب نظر کے سامنے ہے اور خیال مضمون کہ تہہ میں ڈوبا جاتا ہے، مطالعہ میں آپ اس درجہ محو ہو جاتے تھے کہ پاس رکھا ہوا کھانا کوئی اٹھا کر لے جاتا تو آپ کو خبر نہیں ہوتی، بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ کتاب دیکھتے دیکھتے آپ سو گئے اور صبح معلوم ہوا کہ رات کھانا نہیں کھایا تھا، مدرسہ کو آتے جاتے آپ کبھی ادھر ادھر نہ دیکھتے تھے لپکے ہوئے جاتے اور جھپٹے ہوئے آتے تھے۔''[1]

حضرت گنگوہی قدس سرہ اپنے زمانے میں رشد و ہدایت کا دریا تھے، ہزاروں تشنگانِ علم نے آپ سے استفادہ کیا اور بے شمار گمراہان حق نے راہ حق کو ان سے سمجھا اور اس پر چلے، ساری زندگی گنگوہ کے معمولہ قصبہ میں گزار دی اور اسی مقدس کام میں مصروف رہے آپ کے خلفاء وتلامذہ کے علاوہ آپ کی تصانیف بھی ہیں جو تعداد میں اگرچہ کم ہیں لیکن اپنے باب میں مأخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مطالعہ میں مشغولیت کا عجیب طریقہ

ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں جب پڑھا کرتا تھا، جہاں کھانا مقرر تھا، آتے جاتے راستہ میں ایک مجذوب ہوا کرتے، ایک دن وہ بولے ''مولوی! روزانہ اس راستے تو کہاں جایا کرتا ہے؟ کوئی دوسرا راستہ نہیں؟''

---

[1] تذکرۃ الرشید: ص ۳۵

میں نے عرض کیا ”کھانا لینے کے لئے جایا کرتا ہوں، دوسرا راستہ چونکہ بازار سے ہوکر گزرتا ہے اور وہاں ہر قسم کی اشیاء پر نظر پڑسکتی ہے اس لئے اس راہ سے آتا جاتا ہوں۔“

مجذوب کہنے لگے ”شاید تجھے معاشی تنگی اور خرچ کی تکلیف ہے۔ میں تجھے سونا بنانے کا نسخہ بتاتا ہوں، کسی وقت میرے پاس آجاؤ۔“ فرماتے تھے، اس وقت تو حاضری کا اقرار کرآیا، مگر پڑھنے لکھنے میں انہماک کی وجہ سے بعد میں یاد ہی نہیں رہا، دوسرے دن مجذوب نے پھر یاد دہانی کی، میں نے کہا پڑھنے سے فرصت نہیں، جمعہ کے دن مجذوب نے پھر یاد دہانی کی، میں نے کہا پڑھنے سے فرصت نہیں، جمعہ کے دن کوئی وقت نکال کر آؤں گا۔ جمعہ آیا تو مطالعہ میں مشغولیت کی وجہ سے یاد نہیں رہا، مجذوب پھر ملے، کہا کہ تم حسب وعدہ نہیں آئے، میں نے بھولنے کا عذر کیا اور آئندہ جمعہ کا وعدہ کیا، لیکن مطالعہ میں مصروفیت کی وجہ سے جمعہ کے دن یاد ہی نہیں رہتا تھا، اس طرح کئی جمعہ گزر گئے۔ آخر ایک جمعہ کو وہ مجذوب خود میرے پاس آئے اور درگاہ شاہ نظام الدین کی طرف لے جاکر ایک قسم کی گھاس مجھے دکھائی، ساتھ ساتھ ان مقامات کی بھی نشاندہی کی جہاں یہ گھاس اگتی ہے، پھر وہ گھاس توڑ کر لائے اور مجھے طریقہ بتانے کی غرض سے میرے سامنے اس نے سونا بنایا، پھر سونا مجھے دے کر کہنے لگے، یہ بیچ کر اپنے کام لائیں، تاہم مجھے کتاب کے مطالعہ سے اتنی فرصت بھی نہ تھی کہ وہ سونا بازار جاکر بیچوں۔ مجذوب نے ایک دن خود جاکر وہ سونا بیچا اور رقم لاکر مجھے دی۔[1]

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ دارالعلوم دیوبند کے مقبول ترین اساتذہ میں سے تھے، فقہ وادب کی کئی

---

[1] آپ بیتی: ۸۲،۸۱/۶

کتابوں پر آپ کی مفید تحقیقی تعلیقات وحواشی موجود ہیں اور آپ دارالعلوم میں مولانا ممدوح کثرتِ مطالعہ، کتب بینی، درس وتدریس کی شبانہ روز کی مشغولیت میں منفرد تھے۔ دارالعلوم کی مدرسی کے ابتدائی دور میں ان کی کثرت سے کتب بینی کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک ہفتہ مسلسل وہ قطعاً نہ سوتے تھے اور شب وروز کتاب کے سوا کوئی اور چیز ان کے ہاتھوں میں، آنکھ کے سامنے نظر نہ آتی تھی۔ (اس سلسلہ کا ایک واقعہ بھی آگے آرہا ہے)۔

آپ کو کتب بینی اور مطالعہ سے اتنا شغب تھا کہ بیماری کی حالت میں بھی سرہانے کتابیں رکھی رہتی اور فرماتے تھے کہ میری بیماری کا علاج ہی مطالعہ وکتب بینی ہے۔ اپنے اس شغب کا اظہار بھی عرب اشعار میں فرمایا ہے۔ "نفحة العرب" ادب میں ان کی کتاب ہے۔

اس میں باب النظم میں وہ اشعار موجود ہیں۔

ہفتہ بھر دن رات مطالعہ

حضرت مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

"امام العصر حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کو کسی ذریعہ سے اس کی اطلاع پہنچائی گئی کہ "اعزاز علی" ایک ایک ہفتہ متواتر کتاب دیکھتا رہتا ہے اور اس عرصہ میں رات اور دن آنکھ تک بند نہیں کرتا۔ مسلسل بیداری کی وجہ سے اس کی صحت روز بروز گرتی جاتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کو جو خصوصی تعلق میرے ساتھ تھا، اس اطلاع نے ان کو بے چین کر دیا اور مضطربانہ عالم میں شب کو بارہ بجے جب کہ کڑکڑاتی ہوئی سردی پڑ رہی تھی، میرے کمرہ پر تشریف لائے۔ اس وقت میں مطالعہ کر رہا تھا، اور واقعۃً بیداری کی مدت ایک ہفتہ سے زائد ہو رہی تھی۔

تند لب ولہجہ اور پوری ناگواری کے ساتھ فہمائش فرماتے ہوئے کتاب میرے

ہاتھ سے لے کر رکھ دی، مولانا اس کے بعد فرماتے تھے کہ:

"شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے تشریف لے جانے کے بعد چند منٹ تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس فہمائش کا مجھ پر اثر رہا اور جب برداشت نہ ہوسکا تو کتاب لے کر پھر مطالعہ میں مستغرق ہوگیا۔"[1]

شیخ التفسیر حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کا مطالعہ اور علمی انہماک بڑا مشہور ہے۔ طالبِ علمی میں قلب کے دورے کی شکایت ہوگئی، اکثر بے ہوش ہو جاتے، جوں ہی ہوش آتا تو دوبارہ مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔

آپ کے بارے میں حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"آپ کی صورت میں بھولا پن، سیرت میں معصومیت، اداؤں میں ربودگی، گفتگو میں علم و تحقیق، مطالعہ کے اس قدر شوقین کہ ہر وقت دارالعلوم کے کتب خانے پر مسلط رہتے تھے۔"[2]

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک بار میاں سیّد اصغر حسین صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ میاں صاحب انہی کی کتاب التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کا مطالعہ فرما رہے ہیں، حضرت میاں صاحب نے مولانا ادریس صاحب کو دیکھ کر فرمایا:

مولوی ادریس! یہ کتاب تم نے بہت اچھی لکھی، میں اکثر اس کا مطالعہ کرتا ہوں اور بعض مرتبہ کئی کئی گھنٹے اسے دیکھتا رہتا ہوں، پھر فرمایا:

---

[1] تذکرۃ اعزاز: ص ۱۰۷، ۱۰۸ [2] نقش دوام: ص ۶۵

مولوی صاحب! علم والے ایک سے ایک بڑھ کر ہیں، اللہ تعالیٰ کا جس پر فضل ہو وہ اس کو اپنے دین کی خدمت کا موقع عطا کر دیتا ہے اور اس سے اپنے دین کی خدمت لے لیتا ہے۔[1]

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کے والد ماجد ہیں اور آپ مطالعہ میں ایسے انہماک سے ہوتے کہ ایک مرتبہ پانچ ماہ نظام الدین (مرکز تبلیغ) کے ایک حجرہ میں گزارے، خود مسجد کے رہنے والوں کو معلوم نہ تھا کہ آپ کہاں ہیں۔ بجز ان دو لڑکوں کے جن کے ذمہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی روٹی لانی تھی۔ چنانچہ اس دوران کاندھلہ سے آپ کے نکاح کا تار آیا تھا تو یہاں سے لوگوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ان کا تو کافی مدت سے پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں؟

اس عرصہ میں آپ نے بخاری شریف کامل، سیرت ابن ہشام، طحاوی شریف، ہدایہ اور فتح القدیر تمام ان سب کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔[2]

حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مظاہر علوم سہارنپور کے نامور محدث اور "لامع الدراری شرح بخاری" اور "الکوکب الدری شرح ترمذی" کے جامع و مرتب اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد گرامی ہیں، حضرت شیخ کی شخصیت وعبقریت دراصل ان کے والد صاحب کی ہی تربیت کا ثمرہ تھی، ان کے علمی مقام کے متعلق مولانا محمد ثانی تحریر فرماتے ہیں:

> "آپ کی علمی استعداد اور علوم نقلیہ کے ساتھ فنون عقلیہ کی مہاجت تامہ اس نوعمری ہی میں مسلم ومشہور ہونے کے ساتھ علماء عصر میں حیرت کی نظروں سے دیکھی گئی کہ بڑوں بڑوں کو مولانا سے علمی مکالمہ میں فخر تھا،

---

[1] تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ: ص ۲۶۳
[2] حالات مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ

عربی ادب میں آپ کو اتنی مہارت تھی کہ نظم و نثر دونوں بے تکلف لکھ لیتے تھے۔[1]

لیکن انہوں نے یہ استعداد اور مہارت یوں ہی حاصل نہیں کر لی تھی بلکہ اس کے لئے انہوں نے انتھک محنت کی تھی، بچپن ہی سے اس کی عادت بنالی تھی چنانچہ مولانا ثانی ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

''سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا، اور والد صاحب کا ارشاد تھا کہ ایک قرآن روزانہ پڑھ لیا کرو باقی سارے دن چھٹی، مولانا محمد یحییٰ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں صبح کی نماز پڑھ کرامی بی کے مکان کی چھت پر قرآن شروع کرتا اور جب تک ختم نہ کر لیتا روٹی نہ کھاتا، پھر ایسا نہ ہوتا کہ قرآن شریف کے ختم پر آرام کرتے ہوں بلکہ علم کا ذوق ان کو مزید کتابوں کے مطالعہ پر آمادہ کرتا اور اسی تازگی اور نشاط سے کتابوں کا مطالعہ کرتے وہ خود فرماتے ہیں ''میں عموماً ظہر سے قبل پورا قرآن مجید ختم کر لیا کرتا اور پھر کھانا کھا کر چھٹی کے وقت میں اپنے شوق سے فارسی پڑھا کرتا تھا، آپ کے والد مولانا اسماعیل صاحب چونکہ بڑے شب زندہ دار بزرگ تھے اور نماز تہجد کا بڑا اہتمام تھا اس لئے آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب کو آخر شب سویرے ہی سے اٹھا دیا کرتے تھے کہ شروع ہی سے اس کی عادت پڑے مولانا محمد صاحب تو اٹھ کر طویل نفلیں پڑھا کرتے تھے مگر مولانا محمد یحییٰ صاحب مختصر نوافل پڑھ کر کتاب دیکھنے میں لگ جاتے کہ طبیعت اس پر مجبور تھی، مولانا یحییٰ صاحب فرماتے تھے کہ والد صاحب کو وضو کے اوراد کا خاص اہتمام تھا اور ہم پر بھی اصرار تھا کہ پابندی کریں مگر

---

[1] سوانح مولانا یوسف ۶۷

مجھے علم کی دھن تھی اس لئے میں وضو کرتا ہوا بھی فارسی اور عربی کی لغات یاد کیا کرتا، والد صاحب میری ثائی کو سنتے تو ملامت کے طور پر فرمایا کرتے "خوب وضو کی دعائیں پڑھی جا رہی ہیں شرم کی بات ہے۔"

مولانا یحییٰ صاحب کی یہ علمی زندگی مدارس کے طلباء بلکہ علماء تک کے لئے قابل صد رشک ہے، ضرورت ہے کہ علماء اور طلباء مولانا کے ان حالات کو پڑھیں اور ان کو نمونہ بنائیں اور دیکھیں کہ مولانا نے کتابوں کا کس طرح مطالعہ کیا ہے اور اپنے اوقات کو کیسے مشغول گزارا ہے۔[1]

دعوت و تبلیغ کے عظیم مبلغ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

(م ۱۳۸۵ھ) امیر تبلیغ حضرت جی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ابتداء سے ذوق علم ملا تھا، وہ اپنے اوقات کو بالکل برباد نہیں کرتے تھے اور کتب بینی کی وجہ سے کسی جگہ جانے کو بالکل طبیعت نہیں چاہتی تھی۔

حضرت شیخ دامت برکاتہم نے یہ بیان فرمایا ہے:

کہ عزیز مرحوم مجھ سے دہلی پہنچنے پر وعدہ لے لیتا کہ بھائی جی فلاں جگہ جانے کو آپ نہ کہیں۔ مطالعہ سے گہری دلچسپی کے متعلق بیان آپ کی سوانح میں ہے۔

حضرت مولانا مسجد کے جنوبی حصہ کے اوپر والے کمرہ میں کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے تھے اور لکھتے رہتے اور آخر رات کو سو جاتے۔[2]

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ قیام سہارنپور کے ایام کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] سوانح مولانا یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ: ص ۶۵، ۶۶

[2] حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ: ص ۱۷۲

ہم دونوں نے آپس میں یہ طے کرلیا کہ رات کے ابتدائی آدھے حصے میں ہم میں سے ایک مطالعہ کرے گا، اور دوسرا سوئے گا اور آدھی رات ہو جانے پر مطالعہ کرنے والا چائے بنائے گا اور دوسرے کے ذمہ فجر کی جماعت کے لئے سونے والوں کو اٹھائے گا۔ ایک دن مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شروع رات میں مطالعہ کرتے تھے اور میں سوتا تھا اور دوسرے دن اس کے برعکس ترتیب رہتی تھی۔[1]

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شروانی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ ایک جید عالم ہیں۔ آپ مطالعہ کی وسعت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ کتب خانہ حبیب گنج آپ کے اسی شوق کی یادگار ہے۔

آپ کے مطالعہ کا انداز کسی قدر اس سے ہوسکتا ہے کہ حبیب گنج کے کتب خانے سے میں نے بہت دفعہ کتابیں لیں، کھولیں اور بہت سی پڑھیں بھی، لیکن کوئی کتاب ایسی نہ ملی جس میں پینسل یا قلم سے شروانی صاحب کے مطالعہ کے وقت کے نوٹ وغیرہ کے نشانات نہ پائے ہوں۔ ان کی محبت میں ۶/۷ سال کے دوران ہر سال حیدرآباد سے ہندوستان کو دو دفعہ آنا اور واپس جانا ہوتا تھا۔

اس طولانی سفر میں اس کا عزیز شغل مطالعہ رہتا تھا۔

مولانا احتشام الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ مولانا مرحوم نے مجھ سے ایک بار فرمایا کہ ایک گھنٹہ تقریر کے لئے چار گھنٹہ مطالعہ کرتا ہوں۔[2]

مولانا رحمت اللہ سبحانی لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

صاحب مخزن اخلاق فرماتے ہیں کہ میں دس سال کی بے مطالعہ زندگی پر ایک سال کی بامطالعہ زندگی کو ترجیح دیتا ہوں۔[3]

---

[1] حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی [2] معارف شروانی نمبر [3] مخزن اخلاق: ص ۴۹۰

تنہائی میں مطالعہ کتب

ایک شخص جو اکثر اوقات تنہائی میں مطالعہ کتب میں مصروف رہتے تھے، اس کے ایک واقف نے کہا! کیا اس قدر تنہا نشینی آپ کیلئے موجب وحشت تو نہیں ہوتی؟

اس نے کہا۔ تنہا نیستم۔ میں تنہا نہیں ہوتا، بلکہ میرے ساتھ تو بہت سے لوگ ہوتے ہیں۔[1]

یعنی بہت سی کتابیں، جو بہت سے مصنّفین کی ہوتی ہیں، وہ میرے پاس ہوتے ہیں۔ لہٰذا تنہائی نہیں رہتی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے کون ناواقف ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی تصانیف کو خاص مقبولیت عطا فرمائی، اور انہوں نے علم کے لئے اپنے آپ کو قیدی بنا رکھا، ابتدا میں تو والد صاحب مرحوم کے جبر کی وجہ سے قیدی بنے رہے لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ پھر ساری زندگی علم کے لئے اپنے آپ کو علم کا قیدی بنا کر رکھنا ان کا سب سے لذیذ مشغلہ ہوگیا، یہاں ان کی ''آپ بیتی'' سے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں، ایک جگہ اپنی ابتدائی تعلیم کا ذکر کرتے ہیں۔

''ابا جان ایک دو لفظ بتا کر اور صرف کے قواعد بتا کر یوں فرمایا کرتے تھے کہ اس کے صیغے بناؤ اس زمانے میں اس کی مشق ایسی بڑھی کہ رات دن اسی سوچ میں گزرتا تھا ''بت'' کے تیس چالیس صیغے بنانے تو اب بھی یاد ہیں اور اس کی کاپیاں بھی میرے کاغذات میں اب تک پڑی

---

[1] مخزن اخلاق: ص ۵۱۱

ہیں، جب دہلی جانا ہوتا تھا تو مظفرنگر سے اگلا اسٹیشن کھاتولی ہے، دہلی تک اس کے صیغے بتاتا جاتا تھا۔

اس دور کے بعد پھر جب ادب کا ذوق شروع ہوا تو سہارنپور سے دہلی تک اشعار کا دور تھا، کھڑکی سے باہر منہ نکال کر شعر پڑھتا جایا کرتا تھا، اس کے بعد قرآن کا دور شروع ہوا سہارنپور سے دلی تک ۱۵ اور ۲۰ تک کے درمیان میں پاروں کا ہمیشہ معمول رہا۔''[1]

طالبِ علمی کے زمانے میں ہی آپ نے بعض کتابوں کی شرحیں بھی لکھیں، جن میں الفیہ ابن مالک کی شرح تین جلدوں میں ہے اور سلم کی شرح بھی جب وہ پڑھ رہے تھے لکھی۔

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ معروف چیز ہے کہ میری ابتدائی تربیت قیدیوں کی طرح ہوئی بغیر والد صاحب اور چچا جان کے کہیں جانے کی اجازت نہ تھی، میرا انتہائی کھیل یا ابتدائی یا پورا کھیل ''بیت بازی'' تھی، ہم تینوں ساتھی مظہر اور حکیم محفوظ جب بھی ابا جان کی نگاہ سے ذرا اوجھل ہوتے تو بیت بازی شروع کر دیتے...... میری اصل محنت کا زمانہ منطق کے سال سے شروع ہوتا ہے اس سے پہلے محنت تو کم وبیش عربی کے ساتھ ہی شروع ہوگئی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ کوئی دوسرا مشغلہ تھا ہی نہیں کہیں آنا جانا نہ تھا، لیکن منطق کے سال میں چونکہ کتابیں بہت سی پڑھیں۔''

مطالعہ اور تیاری کرتے تھے

دورہ حدیث والے سال ان کا یہ معمول تھا کہ کوئی حدیث بغیر وضو کے نہ پڑھتے اور درمیان سبق اگر وضو کی ضرورت پڑتی تو ایک دوسرے ساتھی سے طے کیا

[1] آپ بیتی: ص۱۱۶

ہوا تھا کہ جو بھی وضو کے لئے جائے گا دوسرا اس دوران سوال کردے گا تاکہ دوسرے کے آنے تک استاد جواب دینے میں مصروف رہیں اور حدیث نہ ہو سکے، دورے کے ختم پر انہوں نے ہدایہ کو اپنے والد صاحب سے پڑھا، اور اس کے لئے وہ کتنا مطالعہ اور تیاری کرتے تھے خود فرماتے ہیں ملاحظہ ہو:

"دورہ کے ختم پر اس سیہ کار نے اپنے والد صاحب نوراللہ مرقدہ سے ہدایہ ثالث شروع کی، اس میں مطالعہ کا چسکہ پڑ گیا تھا، حدیث کی کتابیں ہو چکی تھیں، دن بھر خوب مطالعہ دیکھتا اور مغرب کے بعد موچیوں کی مسجد میں جہاں میرے والد صاحب کا قیام اکثر رہتا تھا، ہدایہ کا سبق ہوتا تھا، میں تنہا ہی تھا، ہدایہ پر نقلی اور عقلی احادیث کے اور کفایہ اور عنایہ اور فتح القدیر کے خوب اعتراضات کیا کرتا تھا۔"[1]

جب آپ نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نوراللہ مرقدہ کے ارشاد پر بخاری ترمذی دوبارہ ان سے پڑھنی شروع کی تو اس سال اپنی محنت اور علمی مصروفیت کا حال تحریر فرماتے ہیں۔

"تقریباً یہ سال میرا ایسا گزرا کہ رات دن میں دو گھنٹہ سے زیادہ سونے کی نوبت نہیں آئی ...... عشاء کے بعد رات تین چار بجے تک میں ترمذی، بخاری کا مطالعہ دیکھا کرتا تھا، اور فتح الباری، عینی، قسطلانی، سندھی کے ابواب بہت ہی غور سے اور بالاستیعاب دیکھتا۔"[2]

پھر مظاہر علوم میں تدریس کے ساتھ جب حضرت سہارنپوری نے ابوداؤد پر اپنی عظیم المرتبت شرح "بذل المجھود" کی تصنیف شروع کی تو شیخ ہی اس کا مواد جمع کرنے والے تھے اس زمانے کی بہت دلچسپ باتیں "آپ بیتی" میں موجود ہیں، علم کی حقیقی قدر و محبت اور اس کے ساتھ لگاؤ جیسا ہونا چاہیئے حضرت شیخ نوراللہ

[1] آپ بیتی: ۲/۵۹، ۶۰ [2] آپ بیتی: ۲/۶۱

مرقدہ کے اس واقعہ میں وہ واضح موجود ہے چنانچہ ملاحظہ فرماتے ہیں:

''ناکارہ کا معمول یہ رہا کہ بذل کے لکھنے کے زمانے میں شروح بخاری وغیرہ میں جب کسی دوسری کتاب کے متعلق کوئی مضمون نظر سے گزرتا تو میں نے ہر کتاب کی ایک کاپی بنا رکھی تھی اور اس کتاب کے نام سے اس کاپی پر نام لکھتا تھا ''شیخ'' شذرات بخاری اسی طرح شم، شد وغیرہ صحاح ستہ کی ہر کتاب اور مؤطائین اور طحاوی اور ہدایہ کی کاپیاں بنا رکھی تھیں، اس ناکارہ کی بذل کی تالیف کے زمانہ میں اس کی بہت خواہش رہتی تھی کہ کوئی شخص حضرت سے دو چار منٹ کو بات کرنے کے واسطے آجائے تو میں جلدی جلدی وہ دیکھے ہوئے مضامین شذرات کی کاپیوں پر لکھ لوں ...... اور اس ناکارہ کا وہ زمانہ درحقیقت طلبِ علم کا تھا، بسا اوقات رات دن میں ڈھائی تین گھنٹے سے زیادہ سونا نہیں ہوتا تھا، اور بلا مبالغہ کئی مرتبہ بلکہ بہت سی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ روٹی کھانا یاد نہیں رہی، کہ مہمانوں کا ہجوم اس زمانے میں میرے پاس نہیں ہوتا تھا، البتہ طلبہ ساتھ کھانے والے ہوتے تھے ان سے کہہ دیتا تھا تم کھا لو میرا انتظار نہ کرو، عصر کے وقت جب ضعف معلوم ہوتا تھا اس وقت یاد آتا کہ دوپہر روٹی نہیں کھائی، اور رات کو کھانے کا معمول تو اس سے پہلے چھوٹ گیا تھا، تیس پینتیس گھنٹے روٹی کھائے ہوئے گزر جاتے تھے۔''[1]

اسی مسلسل محنت اور زبردست مجاہدہ کا نتیجہ ہے کہ حضرت شیخ نے سو سے اوپر اہم اور مفید تصانیف اپنے پیچھے چھوڑیں جن میں سے تراسی ۸۳ کتب کی فہرست اور مختصر تعارف ''آپ بیتی'' نمبر۲ میں آچکا ہے، اکثر غیر مطبوع ہیں، ان سب میں اگر صرف ''اوجز المسالک شرح موطا امام مالک'' جو ۸ جلدوں میں ہے آپ کی تصنیف ہوتی تو

[1] آپ بیتی: ۲/۱۱۹، ۱۲۱

آپ کے تبحر علمی کی شہادت اور اہلِ علم پر احسان کے لئے کافی تھی۔

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے رات کا کھانا نیند کے غلبے کے خوف سے ترک کر دیا تھا۔ مطالعہ کا ایسا چسکہ پڑ گیا تھا کہ عشاء کے بعد بیٹھے تو رات تین چار بجے تک ترمذی اور بخاری کا مطالعہ کیا کرتے۔ خود فرماتے ہیں:

''اس ناکارہ کا معمول ......۱۳۳۵ھ سے ایک وقت کھانے کا ہو گیا تھا۔ پانی بھی زیادہ پیا جاتا تھا، ابتدا میری ایک چھوٹی بہن کھانا لے کر اوپر میری کوٹھری میں پہنچ جاتی تھی اور لقمہ بنا کر میرے منہ میں دیتی رہتی اور دیکھتی رہتی کہ جب منہ بند ہو جاتا تو دوسرا لقمہ دے دیا کرتی تھی۔ اس ناکارہ کو التفات بھی نہ ہوتا تھا کہ کیا کھلایا، ایک دو سال بعد اس کو بھی بند کر دیا، اس زمانہ میں بھوک تو خوب لگتی مگر حرج کا اثر بھوک پر غالب تھا۔''[1]

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہمشیرہ لقمہ بنا کر منہ میں اس لئے دیا کرتی تھیں تاکہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو مطالعہ میں حرج نہ ہو، لیکن جب ان کا انتقال ہو گیا، اب کوئی ناز برداری کرنے والا بھی نہ رہا، اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتابوں کے مطالعہ میں حرج کے نقصان کو بھی گوارا نہیں کرتے تھے تو اس کی وجہ سے شام کا کھانا ہی ترک کر دیا۔ جب کتب بینی اور مطالعہ میں ایسی محنت ہوتی تھی تو پھر اس کے ثمرات بھی زیادہ ہوتے تھے۔ حضرت شیخ نے تقریباً سو (۱۰۰) کے قریب مطبوعہ وغیرہ تصنیفات چھوڑیں، جن میں حدیث کی شہرۂ آفاق کتاب ''موطا امام مالك'' کی پندرہ جلدوں میں ''اوجز المسالك'' کے نام سے ایک زندہ جاوید شرح بھی موجود ہے، جو حدیث وفقہ کے مباحث کا ایک نادر گنجینہ ہے۔ ۱۴۰۲ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع کی اس سرزمین میں مدفون ہوئے جو ان کی تمنا تھی اور جس کے لئے برسوں انہوں نے زندگی کے آخری ماہ و سال انتظار

[1] آپ بیتی: ۵/۱۰۸

کرتے کرتے وہاں گزارے تھے۔

زبدۃ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ نے بڑی تنگی کے ساتھ پوری طالب علمی کا زمانہ گزرا، مولی کے پتے کھا کھا کر علم حاصل کیا، ایک مرتبہ رام پور کے زمانہ قیام میں کسی نے گھر خط لکھ دیا کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے، مولانا کو جب یہ معلوم ہوا تو والدہ کو خط لکھا کہ میں زندہ ہوں، لیکن والدہ کا اصرار ہوا اور والد صاحب کو وطن سے رام پور بھیجا کہ میں دیکھ لوں، اس لئے مولانا نے جب گھر چھوڑا تھا وطن تشریف نہ لے گئے تھے اور طے یہ کیا تھا کہ تکمیل کے بعد وطن جاؤں گا۔ والد صاحب جب رام پور تشریف لائے، ان سے بھی اپنے ارادے کا اظہار کیا، والد صاحب خوش ہوئے اور فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔ مولانا کے پاس بستر نہ تھا، والد کے لئے کہیں سے بستر لاکر لٹا دیا اور خود مطالعہ کے لئے بازار کی لالٹین جہاں جلتی تھی، وہاں تشریف لے گئے، مطالعہ سے فارغ ہونے کے بعد آئے اور مسجد میں بیٹھ گئے۔ سردی نے جب بہت ستایا تو چٹائیوں میں لپٹ گئے اور اس طرح سے رات گزار دی۔

مناظر اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا منظور نعمانی نوراللہ مرقدہ

آپ اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں کہ:

جب میں مؤضلع اعظم گڑھ میں پڑھتا تھا تو وہاں کچھ ساتھی ایسے مل گئے تھے جن کو مطالعہ کا ذوق تھا، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم لوگ رات کو دو تین بجے تک مطالعہ اور مذاکرہ میں مشغول رہتے، دن بھی اسی انہماک میں گزرتا، ایک مرتبہ فرمایا کہ امتحان کے زمانہ میں تمام کتابیں زبانی یاد رہتی تھیں، اسی محنت کا نتیجہ تھا کہ دورۂ حدیث کے امتحان میں کئی کتابوں کے سوالات کے جواب میں مستقل رسالے تحریر کئے تھے۔

فرمایا کہ مہتمم صاحب سے میں نے اجازت لے لی تھی کہ جواب کے لئے جو وقت مدرسہ نے مقرر کیا ہے، وہ کافی نہیں، مجھ کو زائد وقت دیا جائے۔ چنانچہ مہتمم صاحب نے ایک نگران مقرر کر دیا تھا اور وقت میں اضافہ کر دیا تھا۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

جب آپ آخری عمر میں مسلسل بیماریوں کے حملوں سے نیم جان ہو رہے تھے، ایک روز حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ’’جس کتاب کا سرسری طور پر بھی مطالعہ کر لیتا ہوں تو پندرہ سال تک بقید صفحات اور اس کے مضامین محفوظ رہ جاتے ہیں۔‘‘

حضرت مولانا منہاج صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ بڑے پایہ کے عالم تھے، حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ان کے وعظ میں بیٹھتے تھے، یہ لاہور سے دہلی علم حاصل کرنے کے لئے گئے اور بڑی بڑی سختیاں جھیل کر علم کی دولت حاصل کی۔ ان ہی کے واقعات میں مطالعۂ کتب کا عجیب واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

طالب علمی کے زمانہ میں تھوڑا سا آٹا اور گھی دکان سے مانگ لیا کرتے تھے، آٹے کا چراغ بنا کر اس میں گھی ڈالتے اور اس کی روشنی میں رات بھر مطالعہ میں مشغول رہتے، دن میں اس کی ٹکیاں پکا کر کھا لیتے اور اسی پر قناعت کرتے اور بعد میں سلطان بہلول لودھی کے عہد حکومت میں دہلی کے مفتی مقرر ہوئے۔

محدثِ وقت، فقیہِ وقت حضرت علامہ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نور اللہ مرقدہ

آپ کے علم کا عظیم شاہکار ان کی بلند پایہ تصنیف ’’معارف السنن‘‘ ہے یہ چھ

جلدوں پر مشتمل ترمذی شریف کی کتاب الحج تک کی شرح ہے۔

ٹھوس اور علمی و تحقیقی تصنیف ہے، معارف السنن کی تصنیف میں اپنی محنت اور تلاش و جستجو کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''میں نے اپنی قوت و طاقت، تخریج اور ماخذ کے مطلع ہونے پر پوری طرح صرف کی، ورق گردانی، متوقع اور غیر متوقع مقامات سے مسئلہ نکالنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی، کبھی میں ایک مسئلہ کی تلاش میں گھڑیاں ہی نہیں بلکہ کئی کئی راتیں اور دن گزارتا اور اس کے لئے ایک کتاب کی کئی مجلدات پڑھتا (یعنی مطالعہ کرتا) جب مجھے اپنی متاع گمشدہ مل جاتی تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔

لہٰذا میں کتاب سیبویہ، رضی شرکافیہ، دلائل الاعجاز، اسرار البلاغۃ، عروس الافراح، کشف الاسرار دیکھنے پر مجبور تھا، جس طرح شروح حدیث کی اہم کتابیں فتح الباری، عمدۃ القاری اور فقہ مذاہب میں شرح مہذب، مغنی لابن قدامہ اور رجال میں کتب رجال دیکھنے پر مجبور تھا۔

بلکہ حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''معارف السنن کی تصنیف کے سلسلے میں مجھے مختلف کتابوں کے تقریباً دو لاکھ صفحات پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا موقع ملا، ایک مرتبہ فرمایا کہ ڈابھیل کے قیام میں ایسا ہو رہا تھا کہ ایک ایک بات کی تحقیق کے لئے میں نے پانچ پانچ سو، ہزار ہزار، دو دو ہزار صفحات کا مطالعہ کیا۔''

مگر افسوس ہے کہ معارف السنن کی تکمیل حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی حیات میں نہیں کر سکے، ممکن ہے اس کی تکمیل کی سعادت کسی اور سعادت مند کے حصہ میں مقدر ہو۔

'' لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا''

حضرت شیخ بنوری نوراللہ مرقدہ کی علامہ جوہر طنطاوی مرحوم سے ملاقات

حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ جب پہلی مرتبہ حجاز، مصر و شام کے سفر پر تشریف لے گئے اسی دوران قیام مصر میں ایک مشہور عربی رسالے کے دفتر میں حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات علامہ جوہر طنطاوی مرحوم سے ہوگئی جن کی "تفسیر الجواھر" اپنی نوعیت کی منفرد تفسیر ہے، جن میں تفسیر کے علاوہ سب کچھ ہے انہوں نے سائنس کی باتوں کو قرآن کریم سے ثابت کرنے کا شوق میں مطالعہ طنطاوی مرحوم نے بعض جگہ آیات قرآنی کی تفسیر میں ٹھوکریں بھی کھائی ہیں۔

علامہ طنطاوی مرحوم سے حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعارف ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے میری تفسیر کا مطالعہ کیا ہے؟

مولانا نے فرمایا کہ:

"ہاں! اتنا مطالعہ کیا ہے کہ اس کی بنیاد پر کتاب کے بارے میں رائے قائم کرسکتا ہوں۔"

علامہ طنطاوی مرحوم نے رائے پوچھی تو مولانا نے فرمایا:

"آپ کی کتاب اس لحاظ سے تو علماء کے لئے احسانِ عظیم ہے کہ اس میں سائنس کی بے شمار معلومات عربی زبان میں جمع ہوگئی ہیں، سائنس کی کتابیں چونکہ عموما انگریزی زبان میں ہوتی ہیں اس لئے عموماً علمائے دین اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، آپ کی کتاب علمائے دین کے لئے سائنسی معلومات حاصل کرنے کا بہترن ذریعہ ہے، لیکن جہاں تک تفسیر قرآن کا تعلق ہے، اس سلسلے میں آپ کے طرزِ فکر سے مجھے اختلاف

ہے، آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ عصر حاضر کے سائنس دانوں کے نظریات کو کسی نہ کسی طرح قرآن عریم سے ثابت کر دیا جائے اور اس غرض کے لئے آپ بسا اوقات تفسیر کے مسلمہ اصولوں کی خلاف ورزی سے بھی دریغ نہیں کرتے، حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ سائنس کے نظریات آئے دن بدلتے رہتے ہیں، آج آپ جس نظریئے کو قرآن سے ثابت کرنا چاہتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ کل وہ خود سائنس دانوں کے نزدیک غلط ثابت ہو جائے کیا اس صورت میں آپ کی تفسیر پڑھنے والا شخص یہ نہ سمجھ بیٹھے گا کہ قرآن کریم کی بات (معاذ اللہ) غلط ہوگئی۔"

حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ایسے مؤثر اور دلنشین انداز میں بیان فرمائی کہ علامہ جوہر طناوی مرحوم بڑے متاثر ہوئے اور فرمایا:

"یَا اُسْتَاذُ، وَاللّٰهِ مَا أَنْتَ بِعَالِمٍ هِنْدِيٍّ وَاِنَّمَا اَنْتَ مَلَكٌ نَزَلْتَ مِنَ السَّمَآءِ لِاِصْلَاحِيْ."

ترجمہ: "اے استاذ، خدا کی قسم آپ کوئی ہندوستانی عالم نہیں ہیں بلکہ آپ کوئی فرشتے ہیں اور میری اصلاح کی خاطر نازل ہوئے ہیں۔"[1]

محبوب مشغلہ

حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو شروع ہی سے حصولِ علم کا انتہائی ذوق وشوق تھا، بچپن کا پسندیدہ اور محبوب مشغلہ کتابوں کی خریداری اور ان کا مطالعہ تھا، آخر تک علم ومطالعہ سے آپ کا رابطہ قائم رہا۔

مسلسل مطالعہ

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب رقم طراز ہیں:

[1] ماہنامہ بینات: اشاعت خاص علامہ بنوری ص ۶۹۴، وایضاً ۵۵۶

''شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مولانا عام علماء کے برخلاف مسلسل مطالعہ کرتے رہتے تھے اور جدید تحقیقات سے خود کو باخبر رکھتے تھے مگر اس کا اظہار کبھی نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ایک مرتبہ جب عارضۂ قلب میں مبتلا ہوئے اور ڈاکٹر نے آرام کی ہدایت کی اس وقت بھی انہوں نے شیخ الازہر عبدالحلیم محمود کی نئی تصنیف جو تصوف کے موضوع پر تھی اور چار پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے، بستر علالت پر لیٹے لیٹے پڑھ ڈالی، جب افاقہ ہوا اور ڈاکٹر نے ملاقات کی اجازت دے دی تو میں عیادت کے لئے گیا تو اس کتاب کا مجھ سے ذکر کیا اور اس کتاب کی بہت تعریف کی۔''

حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے شعر و ادب اور علم و مطالعہ سے غلط نظریات کی جڑیں کاٹ کر صالح اور صحت مند اقدار کی آبیاری کی تھی، انہوں نے دلیری اور اخلاص کے ساتھ عالم انسانیت میں احیاءِ دین کی سعی کی۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے قوت حافظہ، ذہانت، سرعتِ مطالعہ، حفظ و استحضار اور وسعتِ علم کے واقعات کے لئے تو پوری کتاب چاہیئے، وہ ہر وقت فکر علم میں مستغرق رہتے تھے بجز ان اوقاف کے جب نیند کا شدید غلبہ ہو۔

کر رہا ہے تجھ سے باتیں بے خودی شوق میں
تیرے دیوانے کی تنہائی بھی لطف انگیز ہے

طالبانِ علومِ نبوت سے گزارش

آج خواہش کے درجے میں ہر طالب علم، شیخ الہند، شیخ العرب والعجم، مفتی اعظم، شہنشاہ خطابت اور شیخ الادب بننا چاہتا ہے۔

ان تمام اعزازات کے حصول کے لئے ایک بات جو زمانہ طالبِ علمی میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات میں دیکھی تھی ایسی یاد رہی کہ لوحِ دل پر نقش ہوگئی اور حرزِ جان بن گئی۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے تجربہ کی بنا پر طالبانِ علوم نبوت سے فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم تین باتوں کا التزام کرلیں، میں ذمہ لیتا ہوں ان کو استعداد علمی حاصل ہو جائے گی، وہ بالفعل، مدرس، مقرر، محقق، مفتی اور مصنف بننے کی صلاحیت حاصل کرلیں گے۔

اولاً: یہ کہ آج جو سبق پڑھنا ہو اس کا پہلے سے مطالعہ کرلیا جائے اور مطالعہ بھی کوئی مشکل کام نہیں ہے، مطالعہ میں معلومات اور مجہولات میں تمیز کرلی جائے۔

ثانیاً: سبق میں حاضری دیں استاد سے سبق کو سمجھ کر پڑھیں اور بلا سمجھے آگے نہ بڑھیں۔

ثالثاً: پڑھے ہوئے سبق کا تکرار کریں، ان تین التزامات کے بعد کچھ یاد رہے نہ رہے ان شاء اللہ استعدادِ علمی حاصل ہو جائے گی۔

حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی عظمت کے پس منظر میں آپ کی کاوشوں، مسلسل، مطالعہ، ذوق کتب بینی، ذوق ادب اور علمی انہاک کا بھرپور عمل دخل نظر آتا ہے۔

؎ دل کو تپش شوق کی یہ لذت پیہم
مل تو گئی لیکن بڑی مشکل سے ملی ہے

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا، مطالعہ کرتے کرتے کبھی سو جاتے، لیکن جیسے ہی بیدار ہوتے، پھر مطالعہ شروع فرمالیتے۔ مگر مطالعہ سرسری نہ کرتے۔ بڑے امعان

کے ساتھ کرتے، طالبِ علمی میں اکثر کتابیں زبانی یاد تھیں۔

حضرت علامہ صدیق احمد کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ اپنی طالبِ علمی کے زمانہ میں صرف روٹی لیتے تھے، سالن نہ لیتے تھے، روٹی جیب میں رکھ لیتے تھے، جب موقع ہوتا کھا لیتے۔ فرماتے تھے کہ روٹی سالن کے ساتھ کھانے میں مطالعہ کا نقصان ہوتا ہے۔

حضرت مولانا الحاج اسد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ ہندوستان میں مدرسہ مظاہر العلوم کے ناظم اعلیٰ ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ”فراغت کے بعد بھی میرے مطالعہ کا اوسط ایک ہزار (۱۰۰۰) صفحات یومیہ ہوتا تھا۔“

حضرت مولانا عجب نور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ فرماتے ہیں کہ:

”اکثر میں عشاء کے بعد مطالعہ شروع کرتا ہوں، اور فجر تک میں مطالعہ کرنے میں مشغول رہتا ہوں، اور اس محنت کا نتیجہ یہ تھا کہ تمام کتابیں پڑھاتے تھے، شاید ہی کسی جگہ کتاب دیکھنے کی ضرورت پیش آتی۔“

حضرت مولانا عبد الوحید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ ہندوستان میں جامعہ مدرسہ اسلامیہ فتح پور کے صدر بھی رہے ہیں۔ آپ اپنا حال لکھتے ہیں کہ طالبِ علمی کے زمانہ میں بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ پوری رات مطالعہ میں گزر جاتی، مولانا کی ذہانت اور استعداد فتح پور میں کافی مشہور ہے۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطالعہ میں دلچسپی پر عجیب حال

تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ آپ اس قدر محنتی تھے کہ شب و روز کے چوبیس

گھنٹوں میں شاید سات آٹھ گھنٹے بمشکل سونے کھانے اور دیگر ضروریات میں خرچ ہوتے ہوں گے اور اس کے علاوہ سارا وقت ایسی حالت میں گزرتا تھا کہ کتاب نظر کے سامنے اور خیال مضمون کی تہہ میں ڈوبا جاتا تھا، مطالعہ میں آپ اس درجہ محو ہوتے تھے کہ پاس رکھا ہوا کھانا کوئی اٹھا کر لے جاتا تو آپ کو خبر نہ ہوتی، بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ کتاب دیکھتے دیکھتے آپ سو گئے، صبح معلوم ہوا کہ رات کھانا نہیں کھایا تھا، مدرسہ کو آتے جاتے آپ کبھی ادھر ادھر نہ دیکھتے تھے، لپکے ہوئے جاتے تھے اور جھپٹے ہوئے آتے تھے۔

فخر استاذ القراء حضرت مولانا عبدالرحمٰن پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مطالعہ

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی قدس سرہ ابھی بچے ہی تھے اور ابتدائی کتابیں اپنے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس پڑھتے تھے، ایک دن قاری صاحب نے اچھی طرح مطالعہ نہیں کیا تھا اس پر والد صاحب نے سبق نہیں پڑھایا، قاری صاحب کو اتنا رنج ہوا کہ رات کو کھانا نہ کھایا، والدہ رونے لگیں والد صاحب کو معلوم ہوا تو والدہ سے کہنے لگے کہ:

"یہ رنج کی بات نہیں، بلکہ خوشی کا مقام ہے کہ اُسے پڑھنے سے لگاؤ ہوگیا۔"[1]

محبتِ علم، شوقِ مطالعہ اور آثار

قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ (م ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) کو اللہ کریم نے علم کی بہت زیادہ محبت نصیب فرمائی تھی، حضرت نذیر احمد عرشی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ستمبر ۱۹۴۷ء) نے تحفۂ سعدیہ میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

[1] سات ستارے: ص ۲۴

''پچیس تیس ہزار روپے کا عظیم الشان کتب خانہ خاص اپنی سعی اور اپنے صرف سے فراہم کیا ہے۔''[1]

مولانا محبوب الٰہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ میں لکھا ہے:

''یہ تخمینہ اس زمانہ کی ارزانی کے پیش نظر بھی کم معلوم ہوتا ہے حکیم عبدالرسول رحمہ اللہ تعالیٰ ''فراق نامہ'' منظوم میں فرماتے ہیں کہ:''

''لکھ روپیہ حضرت صاحب کتب خانے تے لایا''

اور زمانہ موجودہ کی نگرانی کے پیش نظر تو ایسا کتب خانہ کئی لاکھ میں بھی فراہم کرنا مشکل ہے۔[2]

مولانا عرشی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس قدس سرہ کے شوقِ مطالعہ کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

''بعض بعض علماء کو صرف کتابیں جمع کرنے کی دھن ہوتی ہے، پڑھنے پڑھانے کا خیال کم ہوتا ہے، بعض پڑھتے ہیں تو صرف اس قدر کہ جب کوئی نئی کتاب آئی تو دو چار دن تک زیر نظر رہی، کچھ اول سے دیکھی اور کچھ آخر سے، کچھ ادھر سے، کچھ ادھر سے اور دل سیر ہو گیا، پھر وہ کتاب ہمیشہ کے لئے زینت صندوق ہوگئی اور بس، مگر ہمارے حضرت سلمہ ہر نئی کتاب کو اول سے آخر تک مطالعہ کر کے چھوڑتے ہیں، ایک دن فرمایا تفسیر ابن جریر طبری جب آئی تو اس کی دسوں جلدیں چند ماہ میں پڑھ کر دم لیا، شرح قنبریہ شیخ الاسلام زکریا کی چاروں جلدوں کا مطالعہ چند ہفتوں میں اول سے آخر تک کیا، اسی طرح تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف وغیرہ کی کوئی کتاب بالاستیعاب مطالعہ کئے بغیر نہیں چھوڑی۔''

اثنائے مطالعہ میں جہاں کہیں کوئی اہم بحث نظر پڑی یا کوئی معرکۃ الآراء مسئلہ

---

[1] تحفہ سعدیہ: ص ۸۶ [2] تحفہ سعدی: حاشیہ ۳

سامنے آگیا تو اس کا نمبر صفحہ پتہ نشان جلد کے سودہ ورق پر درج کر دیا، میں نے دیکھا کہ اس قسم کی یادداشتوں سے ہر کتاب کے سادہ اوراق سیاہ کئے پڑے ہیں، حتیٰ کہ ان حوالہ جات کے ذریعہ بعض خاص مسائل پر ہر پہلو سے اس قدر کافی مسئلہ مل سکتا ہے کہ ایک ایک موضوع پر مستقل رسالہ یا کتاب تصنیف ہوسکتی ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ میں ماہ ذوالحجہ ۱۳۱۳ھ (مئی ۱۸۹۶ء) میں فارغ التحصیل ہو کر وطن لوٹا، اس وقت سے برابر مطالعہ کتب جاری ہے اور آج تک اس لطف سے آنکھیں سیر نہیں ہوتیں، اس وسعت مطالعہ سے آپ کے علمی تبحر کی بے پایانی ظاہر ہے، چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ جب کوئی مسئلہ اتفاقاً چھڑ گیا تو آپ نے اس پر اپنی معلومات کے دریا بہا دیئے، صبح و شام کی مجلسوں میں اس قسم کے علمی مسائل پر گفتگو رہتی ہے۔[1]

مذکورہ بالا سطور سے واضح ہوتا ہے کہ اگر حضرت کے زیر مطالعہ کتب کے حواشی، یادداشتیں اور سادہ اوراق کے نوٹ جمع کئے جائیں تو متعدد رسائل بن سکتے ہیں، کاش کہ کوئی مرد مجاہد ''کتب خانہ سعدیہ'' میں پڑے ذخیرہ کتب سے یہ کام سرانجام دے دیتا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور مطالعہ (اکوڑہ خٹک)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ کو بارہا دیکھا، بڑھاپا ہے، ضعف و علالت ہے، دو آدمی بمشکل اٹھاتے اور بٹھاتے ہیں مگر بایں ہمہ جس سال ہم نے دورہ حدیث پڑھا، حضرت باقاعدہ مطالعہ کا اہتمام فرماتے تھے حالانکہ حضرت کو تمام مباحث یاد تھے، حضرت علوم کے بحر ناپیدا کنار تھے، مگر حضرت احقر کو اپنے

[1] تحفہ سعدیہ: ص ۱۷۷

ہاں بالا خانہ میں بلوا کر ترمذی کا متن پڑھواتے اور جگہ جگہ حاشیہ سماعت فرماتے، کتاب المغازی میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت مصطفیٰ کے متعلقہ مباحث ضرور مطالعہ فرماتے، جب ظہر کے بعد آپ کا درس ہوتا تو دوپہر کا قیام حضرت مولانا انوارالحق مدظلہ کے کوارٹر میں ہوتا، احقر بھی ساتھ ہوتا، حضرت کو احقر سے بے تکلفی تھی، نماز اول وقت میں پڑھ لیتے اور پھر چارپائی پر تشریف فرما ہوتے اور ارشاد فرماتے کہ پڑھیے میں نشان زدہ مقامات پڑھتا جاتا، حضرت سنتے جاتے۔[1]

دارالعلوم دیوبند میں طلباءِ دارالعلوم کا عظیم کردار اور ان کا عجیب مطالعہ

حضرت مولانا سیّد نورالحسن بخاری مدظلہ کا ایک واقعہ ہے اور خود ارشاد فرماتے ہیں کہ:

> ''دارالعلوم دیوبند کو اللہ رب العزت نے جو عظمت عطا فرمائی ہے لاریب فیہ وہ اس کے عالی مقام اساتذہ کرام کی وجہ سے ہے، مگر میں حضرات اساتذہ سے قطع نظر! طلباء دارالعلوم کی عظمت کا ذکر کروں گا، جس دارالعلوم کے پہلے متعلّم شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ تعالیٰ ہوں، اس کے طلباء عظیم کردار کے مالک کیوں نہ ہوں؟
>
> حصولِ علم کے دوران طالب علم کا کردار تحصیلِ علم ہے اور میں تحصیلِ علم ہی کے سلسلے میں مختصر طور پر طلباء دارالعلوم کا عظیم کردار بیان کروں گا۔
>
> غالباً ۱۹۳۰ء میں مجھے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ تعالیٰ سے شرف

---

[1] بحوالہ حسن یوسف

نیاز حاصل ہوا اور اس کے دو تین سال بعد حضرت حکیم الاسلامی قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہ سے، پھر مری دعوت پر ان دونوں اکابر امت نے میرے دور افتادہ وطن سکھانی والہ، ضلع ڈیرہ غازی خان قدم رنجہ فرمایا، ان اکابر کی صحبت کے نتیجے میں مجھے تحصیلِ علم دین کا شوق دامن گیر ہوا اور میں غالباً ۳۶/ ۳۷ عیسوی میں ملازمت سے رخصت لے کر حصولِ علم کے لئے دارالعلوم دیوبند جا پہنچا، چونکہ میں سکولوں کے ماحول سے نکل کر گیا تھا جہاں دس بجے رات کے بعد پڑھنا صحت کے لئے مضر سمجھا جاتا ہے، لہٰذا جب دارالعلوم کے اندر میں نے اپنی پہلی شب اٹھ کر ایک جگہ نہیں کئی جگہ دیکھا کہ حضرات طلبہ بارہ ایک بجے رات کو کتابوں کے اوپر جھکے پڑے ہیں، تو مجھے ان کی یہ بات کچھ اچھی نہ لگی۔

مگر یہ کوئی حادثہ یا اچانک واقعہ نہ تھا، یہ تو دارالعلوم کا معمول تھا، پھر لطف یہ کہ کوئی ذمیہ کام نہیں، کوئی استاد کہنے پوچھنے والا نہیں مگر طلباء کرام ہیں کہ آدھی رات سے پہلے تو عموماً سونا جانتے ہی نہیں اور بعض تو آدھی رات کے بعد بھی پڑھتے رہتے ہیں، سارا دن پڑھائی، رات کا اکثر حصہ پڑھائی، نہ رات کو پوری نیند، نہ دن کو آرام، پھر خوراک کا یہ حال کہ دو چپاتیاں اور عموماً دال، کبھی کبھار بڑا گوشت، جس میں گھی برائے نام، میں سوچتا تھا کہ اس طرح ان کی صحت جواب دے جائے گی، مگر اس ماحول میں رہتے رہتے میرا اپنا یہ حال ہوگیا کہ بعد جب دورۂ حدیث میں تھا، تو اسی رنگ میں رنگا گیا......

ع ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد

کے مصداق میں بھی اپنے دوسرے رفقاء و ہم سبق حضرات کی طرح کتابوں کا کیڑا بن گیا اور آدھی آدھی رات تک کتابوں، کاپیوں

کے مطالعے میں مصروف و منہمک رہتا۔

شیخ العرب والعجم و شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ دین و سیاست میں امام العصر تھے، پورے ہندوستان میں آپ کی مثال و نظیر نہ تھی، جہاں آپ عالمِ اسلام کے اس مرکزی دارالعلوم کے شیخ الحدیث تھے وہاں کراچی سے سلہٹ اور پشاور سے مدراس تک کی دینی اور سیاسی اسٹیج کو بھی آپ مشرف و مزین فرماتے، عموماً ایسا ہوتا کہ رات کو ۱۱-۱۲ بجے آپ دور دراز کے طویل سفر سے واپس دارالعلوم تشریف لائے، دارالعلوم پہنچتے ہی حضرت دارالحدیث پہنچ جاتے، نہ کوئی الارم نہ گھڑیال، مگر نہ جانے کس طرح پورے دارالاقامۃ میں خبر ہو جاتی اور طالب علم ہیں کہ کمروں اور بستروں سے نکل کر بھاگے بھاگے دارالحدیث پہنچ کر سبق میں شریک ہو رہے ہیں، یہ تو ہوا کہ نیند کے غلبے میں آنکھ لگ گئی اور حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جاؤ آنکھیں دھو کر آؤ، مگر یہ بہت مشکل بلکہ شاید ناممکن تھا کہ کوئی طالبِ علم بستر میں خواب غفلت کے مزے لے رہا ہو اور بخاری شریف کے سبَق سے محروم رہ گیا ہو، خواب و بیداری، غفلت و ہشیاری جس حال میں بھی جو ہوتا تھا، چل کر نہیں قریباً دوڑ کر دارالحدیث پہنچتا تھا اور آناً فاناً دارالحدیث طلبہ سے بھر جاتا تھا۔

امتحان

اب امتحان کا حال سنیئے! امتحان کے دنوں تو یہ نشہ اور بڑھ جاتا ہے، سالانہ امتحان کے دنوں میرا یہ حال تھا کہ دو راتیں جب کہ صحیح صحیح البخاری اور شمائل ترمذی کا امتحان تھا، میں اپنے رفیقوں کے ساتھ بیٹھا

ایک کے بعد دوسری کاپی دیکھتا رہا پل بھر کے لئے بھی بستر پر نہ لیٹا، حتیٰ کہ صبح کی اذان ہوگئی۔

نماز میں نے دارالعلوم کی مسجد میں باجماعت ادا کی، میرے حواس تو بفضلہٖ تعالیٰ بجا رہے، مگر میرے ساتھ والے صاحب کا یہ حال تھا کہ ان پر نماز ہی کے اندر نیند کا اس قدر غلبہ ہوگیا کہ وہ کھڑے کے کھڑے ہی رہے، امام کے ساتھ رکوع اور سجدہ بھی نہ کر سکے۔

خوراک

اس شبانہ روز محنت کے ساتھ خوراک کا حال میں ضمناً بیان کر چکا ہوں، بالکل قوت لایموت! پھر یہ بھی سبھی طلبہ کو میسر نہ تھا، مجھے آج بھی وہ منظر اچھی طرح یاد ہے کہ رات کو غالباً عشاء سے قبل میں چہل قدمی کے لئے دارالعلوم سے باہر نکل گیا، شہر کے کنارے ایک پلی پر ایک طالب علم بیٹھے تھے، میں ان کے قریب ہوکر کیا دیکھتا ہوں کہ چنے چبا رہے ہیں، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مدرسے سے کھانا نہیں ملتا، وجہ کیا بیان کی، یہ مجھے یاد نہیں ......اور گرہ سے کھانا کھانے کی استطاعت نہیں اس لئے چنے کھا رہے ہیں۔

میں دارالعلوم کے اس عظیم فرزند کے اس پرخلوص اور مجاہدانہ کردار سے بہت متاثر ہوا، مجھے اس بہادر بھائی کا نام اب تک یاد ہے یہ مولانا خوشی محمد تھے، غالباً ضلع جالندھر کے رہنے والے۔

میں بحرِ حیرت میں ڈوب کر رہ گیا کہ حصولِ علم میں رات دن محنت کا وہ حال کہ سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی، اور خوراک کا یہ حال کہ دال روٹی بھی میسر نہیں۔

میرا یقین یہ ہے کہ روئے زمین پر کسی دنیوی کالج تو کجا؟ کسی دینی دارالعلوم میں بھی دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کے عظیم کردار کی مثال تلاش وتجسس کے باوجود نہیں مل سکے گی۔"

ے دارالعلوم دیوبند پائندہ باد
ابنائے دارالعلوم زندہ باد[1]

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ

آپ خود اپنا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"دوپہر کو جب مدرسے میں کھانے اور آرام کرنے کا وقفہ ہوتا تو میں اکثر دارالعلوم کے کتب خانے میں چلا جاتا تھا، وہ وقت ناظمِ کتب خانہ کے بھی آرام کا ہوتا تھا۔ اس لئے ان کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ میری وجہ سے چھٹی کے بعد بھی کتب خانے میں بیٹھے رہیں۔ چنانچہ میں نے انہیں باصرار اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ دوپہر کے وقفے میں جب وہ گھر جانے لگیں تو مجھے کتب خانے کے اندر چھوڑ کر باہر سے تالا لگا جائیں، چنانچہ وہ ایسا ہی کرتے اور میں ساری دوپہر علم کے اس رنگا رنگ باغ کی سیر کرتا رہتا تھا۔"

فرماتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے کی کوئی کتاب ایسی نہیں تھی جو میری نظر اور مطالعہ سے نہ گزری ہو، اگر کسی کتاب کو میں نے پورا نہیں پڑھا تو کم از کم اس کی ورق گردانی ضرور کر لی تھی (یعنی سرسری مطالعہ ضرور کر لیا تھا)۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس محنت اور یہ جذبہ اور علم ومطالعہ کے ساتھ اس لگاؤ کا نتیجہ یہی رہا کہ ایک سو باسٹھ کتابیں لکھیں اور جو فتاویٰ آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے

---

[1] دارالعلوم دیوبند: ص ۱۹۹، ۲۰۰

ہیں، وہ سارے کے سارے دارالعلوم دیوبند اور جامعہ دارالعلوم کراچی میں محفوظ ہیں، ان کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ ہے۔[1]

محققِ اہل سنت صاحبزادہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

آپ حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ ایک بیان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"عرصہ دراز سے ایسے حالات میں گرفتار ہوں کہ اس بات کو ترستا ہوں کہ مجھے مطالعہ کا وقت ملے، پانچ منٹ بھی اگر نصیب ہو جاتے ہیں تو بڑی ہی خوشی ہوتی ہے ...... جب میں نے دورہ پڑھا تھا تو پندرہ سال کی عمر تھی، سولہویں سال میں فراغت ہوئی تھی، سبق کے علاوہ میرے اوقات کتب خانے میں گزرتے تھے، پڑھنے کے زمانے میں صحیح بخاری کے لئے عمدۃ القاری، فتح الباری اور فیض الباری کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔

مسلم شریف کے لئے فتح الملہم، سنن ابی داؤد کے بذل المجہود اور ترمذی شریف کے لئے کوکب الدری کا مطالعہ کرتا تھا، چونکہ اس کے لئے وقت چاہیئے تھا، اس لئے میں نے کسی طرح ناظم کتب خانہ کو اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ دوپہر کے وقفہ میں وہ گھر چلے جایا کریں اور باہر سے کنڈی لگا کر مجھے اندر بند کر دیا کریں۔ چنانچہ وہ باہر سے تالا لگا کر چلے جایا کرتے تھے اور میں اندر مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ دورانِ مطالعہ مذکورہ کتابیں تو پڑھتا ہی تھا، ساتھ ساتھ کتب خانہ کی ساری کتابوں کے متعلق یہ معلومات بھی ہوگئیں تھیں کہ کون سی کتاب کس موضوع پر ہے اور کہاں ہے، ناظم کتب خانہ کو جب کتاب نہیں ملتی تھی تو مجھے بلاتے اور میں انہیں بتا دیتا۔ مطالعہ کی وہ

---

[1] البلاغ: ص۳۹۶

لذت مجھے آج بھی نہیں بھولتی...... تیس پینتیس سال سے ترمذی شریف پڑھا رہا تھا۔ اس لئے مطالعہ میں کوئی نئی بات نہیں آتی تھی، جب سے بخاری شریف کا سبق میرے پاس آیا تو مطالعہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس کے لئے اپنے آپ کو دوسرے کاموں سے فارغ کیا، اب دوبارہ لذت لوٹ آئی۔

ایسا لگتا ہے کہ وہ لذت مطالعہ گمشدہ متاع تھی، اب مل گئی۔

مختصر خلاصہ

اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں، یہ تو صرف ذوقِ مطالعہ کے اضافہ کے لئے چند ایک بلا لحاظ شان وغیرہ لکھ دیئے، ورنہ ہر ایک فن کے علماء وفضلا کا یہی حال رہا، اور یہ ایک حقیقت بات ہے کہ علم نصیب بھی مطالعہ سے ہوتا ہے، یہ ایک خام خیال ہے کہ عالم ہو اور مطالعہ نہ ہو، مطالعہ کا مقصد انسان کے اندر عزم و ہمت اور حوصلہ و ہمت کا بیج بونا اور خاکستر میں دبی ہوئی چنگاریوں کو فروزاں کرنا ہے، اور مطالعہ علمی ترقی میں ہمارا معاون ثابت ہوسکتا ہے، اور اسی سے سینہ ویران میں جان رفتہ آسکتی ہے، یہ ہے ایک جھلک ہمارے اکابر واسلاف کی جدوجہد طلبِ علم کی:

؎ آتی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

باری تعالیٰ ہم کو بھی اسلاف اور انہی جیسے اشخاص جیسا مطالعہ عطا فرمائے۔ آمین۔

موضوعِ مطالعہ پر ایک نظم
یعنی علم میں ترقی کا راز مطالعہ میں مضمر ہیں

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ
ہے چشمِ دل کے واسطے کاجل مطالعہ
دنیا کے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ
کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ
کرتا ہے دور جہل کی دلدل مطالعہ
تعلیم کے بڑھاتا ہے کس بل مطالعہ
ہے تجربہ ہے خوب سمجھتے ہیں وہ سبق
جو دیکھتے ہیں غور سے اول مطالعہ
ہم کیوں مطالعہ نہ کریں ذوق و شوق سے
کرتے نہیں ہیں احمق و اجہل مطالعہ
ناقص و تمام عمر رہتے ہیں علم سے
ہوتا نہیں ہے جن کا مکمل مطالعہ
کھلتے ہیں راز علم کے انہیں کے قلوب پر
جو دیکھتے ہیں دل سے مسلسل مطالعہ
ہے تشنگان رشد و ہدایت کے واسطے
اصرار عقل و نقل باوّل مطالعہ
اسعدؔ مطالعہ میں گزاروں تمام عمر
ہے علم و فضل کے لئے مشعل مطالعہ

ایک نظر ادھر بھی......

تحفۂ دولہا (جدید ایڈیشن)

اس کتاب میں بیوی کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب، بیوی سے سدا نبھانے کے اصول، بیوی سے محبت، بیوی کی قدر، اس کے ساتھ حسنِ سلوک، اس کی خامیوں سے درگزر کی لطیف ترکیبیں اور اس قسم کے اور بہت سے مضامین اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ ایک خوش حال اور مطمئن معاشرہ کی تشکیل ہو، اور میاں بیوی میں خوب محبت والفت اور مودّت و اپنائیت پیدا ہو۔

پسند فرمودہ:
حضرت مفتی نظام الدین شامزی شہید رحمہ اللہ

تالیف:
محمد حنیف عبدالمجید

تحفۂ دلہن (جدید ایڈیشن، اُردو، انگریزی)

یہ کتاب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی چھ مثالی بیویوں کے شوہر کی اطاعت وخدمت، شوہر کی سچی محبت، شوہر کی عزت وتکریم، نیک بیوی کی صفات، عورتوں کی بُری عادتیں اور ان کا علاج، بیوی کو نصیحتیں اور ان جیسے دوسرے اہم مضامین پر مشتمل اپنی نوعیت کی ایک بہترین کتاب ہے۔

تالیف:
محمد حنیف عبدالمجید

تقریظ:
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ

مکتبہ بیت العلم
G-29 گراؤنڈ فلور، اسٹوڈنٹ بازار، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی۔
Ph : 021-2726509. Mobile : 0300-216192

باب ششم

مطالعۂ کتب کے زریں آداب

اور مطالعہ کرنے کا طریقہ اور قاعدہ اور

مطالعہ کے موضوع پر دلچسپ نکات

درسِ جرأت

اے سوئے ہوئے قوم کے بیدار جوانو
اے ہمتِ مردانہ کے ذی روح نشانو
سو بات کی یہ بات ہے اس بات کو مانو
جینے کا جو ارمان ہے تو موت کو ٹھانو

مطالعہ کرنے کے زرّیں آداب

❶ مطالعہ گاہ میں جانے سے پہلے تمام عوائق و علائق دنیوی و اخروی تفکرات کو برطرف کرکے جائیں۔

❷ مطالعہ سے پہلے وضو کرلیں کیونکہ کتاب کو بے وضو ہاتھ لگانا، علم سے محرومی کی دلیل ہے۔

حضرت شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اِنَّمَا قُلْتُ هٰذَا الْعِلْمَ بِالتَّعْظِيْمِ فَاِنِّيْ مَا اَخَذْتُ الْكَاغِذَ اِلَّا بِالطَّهَارَةِ.“[1]

تَرجَمہ: ”مجھے علم صرف علم کی تعظیم سے نصیب ہوا، کیونکہ میں نے سادے کاغذ کو بھی وضو کے بغیر نہیں چھوا۔“

حِکَایَت: شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، وہ اسہال (پیٹ کی بیماری) میں مبتلا ہوگئے، اور ادھر کتاب کو مطالعہ کرنا بھی تھا، تو ایک شب میں ستائیں (۲۷) بار وضو کرنا پڑا۔[2]

❸ اگر ہو سکے تو مطالعہ سے پہلے ایک دوگانہ نفل پڑھے۔

❹ کتاب کو کسی اچھی جگہ چوکی وغیرہ پر رکھ کر مطالعہ کرے، پھر نہ لیٹے اور نہ سہارا لگائے، کتاب کے مطالعہ کے وقت میں مؤدبانہ طریقہ سے بیٹھے۔

❺ بلاضرورت درمیان میں بات نہ کرے۔

❻ اگر کسی سے استفادہ کرنا پڑے تو عار نہ کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ:

---

[1] تعلیم المتعلم [2] تعلیم المتعلم

"بِمَا دَرَكْتَ الْعِلْمَ"

ترجمہ: "یعنی آپ نے اتنا بڑا علم کیسے حاصل کیا؟"

آپ نے فرمایا:

"بِلِسَانٍ مَسْئُوْلٍ وَّقَلْبٍ عَقُوْلٍ"[1]

ترجمہ: "یعنی زبان زیادہ سوال کرنے والی اور دل زیادہ سمجھنے والے سے۔"

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"مَا اسْتَنْكَفْتُ مِنَ الْاِسْتِفَادَةِ مَا بَخِلْتُ بِالْاِفَادَةِ."[2]

ترجمہ: "یعنی میں نے استفادہ کے لئے سوال کرنے سے عار نہیں کی اور کسی کو فائدہ دینے سے بخل نہیں کیا۔"

لیکن یہ بات اس طالب علم کے لئے مضر ہے، جو کل کے سبق کا مطالعہ کر رہا ہے، ویسے دیگر اوقات میں اور دیگر فضلا کے لئے یہ طریقہ نہایت موزوں ہے، لیکن آج کل تو ہر شخص پھنے خان ہے۔

دوسرے استفادہ اپنی ہتک سمجھتا ہے۔

۷ جتنا سمجھ آجائے، الحمد للہ جو نہ سمجھ آئے تو دوگانہ پڑھ کر مصنف کی روح کو بخشے اور اپنے علم کی ترقی اور اس پر عمل کے لئے اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں مانگیں۔

؎ دعا بہار کی مانگی تو اتنے پھول کھلے
کہ خشک شاخیں بھی جھک جھک کر سلام کرتی ہیں

۸ اٹھتے ہی بار بار ان سمجھے کو سمجھے اور سمجھے ہوئے کو بھی دھیان میں رکھے۔

۹ استاذ صاحب کے سامنے جانے سے پہلے استاذ صاحب کے آداب شان بجا لائے، استاذ صاحب کے آداب بجا لانے سے بھی کئی عقدے لاینحل حل ہو جاتے

---

[1] تعلیم المتعلم [2] تعلیم المتعلم

ہیں۔

⑩ استاذ صاحب سے سبق سمجھتے وقت اپنے سمجھے ہوئے کی تصدیق کرانے اور نہ سمجھے ہوئے کو غور سے سمجھے اور ان کے زائد فوائد بتائے ہوؤں کو نہایت ذوق سے یاد کرے۔

"تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ"

مطالعہ کرنے کا طریقہ اور قاعدہ

① بھوکے پیٹ یا کم از کم پیٹ کو تھوڑا خالی رکھ کر مطالعہ کیا جائے۔

اندرون از طعام خالی دار
تادر و نور معرفت بنی
تہی از حکمتی بعلت آں
کہ پری از طعام تابینی

② یکسوئی وتنہائی میں جہاں شور وغل نہ ہو اور نہ ہی کوئی امر طبیعت کے لگاؤ میں مانع ہو، اگر ایسا موقع میسر نہ ہو تب بھی خود کو تنہائی میں تصور کر کے مطالعہ میں لگ جائے۔

③ بہتر وقت بعد مغرب تا عشاء کا ہے، سحر کا تو نہایت ہی موزوں وقت ہوتا ہے۔

④ کسی شے کے ساتھ نہ تکیہ لگایا جائے اور نہ ہی کرسی یا چارپائی پر بیٹھنا چاہیئے۔ بلکہ نیچے چٹائی پر ہاں معمولی دری یا گلیم وغیرہ اوپر بچھا سکتے ہیں۔

⑤ کتاب کو اولاً اجمالی نظر سے محدود سطریں دیکھ لیں، پھر دیکھی ہوئی عبارت کے ہر جملہ کو علیحدہ علیحدہ متعین کرنے کی کوشش کریں، ہر جملہ کا سرسری نظر سے ترجمہ سمجھیں، پھر گہری نظر سے دیکھتے جائیں، جہاں الفاظ مشکل آجائیں، اپنی طرف سے مناسب معنی بنا لیں، پھر بعد کو مستند کتابوں میں دیکھ لیں، اسی طرح تا سبق یا

ضرورت جو جملہ سمجھ نہ آئے، اسے چھوڑتے جائیں، جب اکثر جملے سمجھ آجائیں، پھر ان سمجھے کو بار بار غور سے دیکھیں۔

لیکن سمجھے ہوؤں کے ساتھ ملا کر اسی طرح بار بار کرنے سے حقیقت منکشف ہو جائے گی، لیکن مطالعہ کے اثنا میں کسی سے کوئی مطلب نہ پوچھیں۔ اسی قاعدہ کی بدولت بہت بڑے بڑے فضلاء نے ان پڑھے فنون کو ازبر کیا۔

❻ کتاب کو اول سے آخر تک بالاستیعاب دیکھا جائے، ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ بعض اجزا ادھر سے اور بعض ادھر سے۔

❼ جو مضامین یاد ہوسکیں یاد رکھیں، اور جو لکھے جاسکیں، ایک جگہ لکھتے جائیں۔ بعض طلباء اساتذہ کے سامنے یہ استغاثہ بھی شکایت کی صورت میں پیش کرتے ہیں کہ اس وقت اگرچہ کتاب کے مضامین یاد ہو جاتے ہیں، لیکن پھر بھول جاتے ہیں، یہاں دو باتیں قابل ذکر ہیں۔

① ایک وقت مضمون یاد کر کے پھر بھول جانے سے کسی دوسرے وقت اسی کتاب یا دوسری کتاب سے یادشدہ اول آسانی سے سمجھ آتا ہے۔

② دوبارہ سہ بارہ مطالعہ جات سے پھر ایسا یاد ہو جاتا ہے کہ پھر بھولنے کا نام بھی نہیں لیتا ہے۔

❽ جس کتاب کا مطالعہ شروع ہوا، ایک دم نہ سہی، لیکن اس میں ایسے وقفے بھی نہ ہوں کہ جس سے برس یا کوئی ماہ گزر جائیں، وقفہ کرنے سے کتاب سے انس ہٹ جاتا ہے اور پے درپے کے مطالعہ سے کتاب مانوس ہو جاتی ہے۔

❾ مطالعہ کتاب کے وقت ایک سفید کاغذ اور قلم دوات ساتھ ہو، تاکہ جدید فوائد اس میں درج ہوسکیں یا کم از کم ان فوائد پر نشانات ضرور لگاتے جائیں (مگر احتیاط رہے کہ کتاب بھی خراب نہ ہونے پائے) اس لئے یا تو باریک تراشی ہوئی پنسل سے لگائیں یا ایک علیحدہ کاغذ پر نوٹ کرتے جائیں، پھر فارغ وقت میں ان نشان زدہ

فوائد کو جب اپنی کاپی میں درج کرلیں، تو پھر ربڑ سے وہ پنسلی نشانات ختم کردیں، تاکہ کتاب بھی محفوظ اور صاف ستھری رہے، کیونکہ گڑبڑی کتاب بھی طبیعت کو منتشر کرتی ہے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ و دیگر سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا ہے:

"مَنْ حَفِظَ شَيأً فَرَّ وَمَنْ كَتَبَ شَيأً قَرَّ."

ترجمہ: "یعنی جس نے کوئی چیز یاد کی وہ باقی نہیں رہتی جس نے لکھا وہ باقی رہا۔ پختہ ہوگیا۔"

۱۰ جس فن کی کوئی کتاب دیکھیں، اس سے قبل اس سے آسان کتاب کے سبق کا مطالعہ دیکھ لیں، یا جو طالب علم بڑی کتاب کے سبق کا مطالعہ کرے، اسے چاہیئے کہ وہ پہلے چھوٹی کتاب سے اس سبق کا مقام دیکھ لے (اسی لئے موجود طلبہ کی یا تو استاذ کی طرف اسباق میں غفلت ہوتی ہے یا وہ شروحات کا سہارا لے کر اسباق پر توجہ نہیں دیتے ہیں) مثلاً کافیہ پڑھنے والے یا اسی طرح کنزالدقائق پڑھنے والے، اسی طرح حسامی پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اسباق کے مقامات ہدایۃ النحو (کافیہ کے لئے) قدوری (کنزالدقائق کے لئے) نورالانوار (حسامی کے لئے) دیکھیں۔

۱۱ کسی سے استفادہ کے لئے عار نہ کرے۔

۱۲ آج والے سبق کا مطالعہ سے قبل کل والے سبق کو دوبارہ ذہن نشین کرلیں، تاکہ مطالعہ کے وقت ذہن ماقبل کو مابعد سے مرتبط کرسکے۔

۱۳ طالبِ علم کے لئے ضروری ہے کہ کل والے سبق کو کم از کم پانچ بار ضرور دہرائے۔

۱۴ سبق یا مضمون کتاب کو ایسے کھلے الفاظ اور برجستگی سے بیان کرے کہ نہ تو نہایت زور سے چلائے اور نہ ہی معمولی آواز سے کہ طبیعت متاثر ہی نہ ہو۔

حکایت: حضرت قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ جب فقہاء کے مسائل نہایت قوت و برجستگی سے بیان فرماتے تو آپ کے داماغ متعجب رہتے، ان سے تعجب کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ آج ان کو پانچ دن سے کھانا نہیں ملا، لیکن تاہم مسائل نہایت بسط ونشاط سے بیان فرما رہے ہیں۔

⑮ دوسرے کو بیان سمجھاتے وقت ایسا کھلا اور واضح بیان کرے کہ اسے مضمون ذہن نشین ہو جائے، اور جب تک اسے سمجھ نہ آئے، یا دل گواہی نہ دے، بیان سے خاموش نہ ہو، اس میں نہ صرف سامع کا فائدہ ہے، بلکہ متعلّم کو نہایت درجہ کے فوائد حاصل ہوں گے۔ چنانچہ اخفش سے پوچھا گیا کہ تم نحو کے امام کیسے بنے تو انہوں نے کہا کہ میرے ہاں ایک بکرا تھا، جب میں اپنے استاذ صاحب سے سبق پڑھ کر واپس لوٹتا تو اپنا سبق اس بکرے کو سمجھاتا، تقریر کے بعد آخر میں اس سے پوچھتا کہ کیا سمجھ آیا، جب تک وہ وہاں کے لئے سر نہ ہلاتا، تو میں تقریر کرتا رہتا، بعض طلباء کسی کو سبق سمجھانے سے جی چراتے ہیں، حالانکہ انہیں پتہ نہیں کہ دوسرے کو سمجھانا خود اپنا علمی اضافہ ہے۔

⑯ کافی رات تک جاگے اور نیند کے دفعیہ کے لئے چند طریقے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

① مغرب سے بیشتر کھانا کھالے، تھوڑا کھائے۔

② دوپہر کو تھوڑا آرام کر لیا کرے، پھر صبح اٹھے تو نہایت مبارک گھڑیاں ہیں۔

⑰ مطالعہ کے وقت صرف کتاب کے مضمون کی طرف دھیان ہو، اس وقت دنیا و عقبیٰ کے دھندوں سے پاک ہو کر بیٹھے۔

⑱ طالبِ علم ہر وقت کتاب اپنے ساتھ رکھے، جیسا کہ عربی مقولہ ہے:

"مَنْ لَمْ يَكُنِ الدَّفْتَرُ فِي كُمِّهٖ لَمْ تَثْبُتِ الْحِكْمَةُ فِيْ

قَلْبِہٖ."

تَرْجَمَہ: "جس کے ہاتھ میں کوئی کتاب نہیں، اس کے دل میں حکمت باقی نہیں رہ سکے گی۔"

یہ بات صاف علی الاعلان ہے کہ جس طالبِ علم نے ہر وقت اپنے ساتھ کتاب کو ساتھی نہیں بنایا، وہ علمی دولتوں سے محروم ہوگا۔

۱۹ سوائے علمی مشاغل کے اپنی زبان پر سکوت لگائے اور خلوت میں رہے۔

۲۰ مطالعہ میں خوب دماغ سوزی کی جائے تاکہ علمی جواہرات نصیب ہو جائیں۔

مطالعہ سے پہلے ان نکات جو مندرجہ ذیل ہیں، ان پر خوب غور وفکر کیجیے، علوم کے مخفی خزانہ کے حصول کا طریقہ بھی اسی میں پوشیدہ ہے۔

مطالعہ کے موضوع پر دلچسپ نکات

نکتہ اول: مطالعہ کا مادہ طلوع سے ہے، اور طلوع پردہ غیب سے عالم ظہور میں آنے کو کہتے ہیں، اسی لئے کہا جاتا ہے: "طلعت الشّمس" یعنی سورج عالم غیب سے عالم ظہور میں نمودار ہوا، اور مطالعہ مفاعلہ کا باب اور مفاعلہ میں جانبین سے برابر کے عمل کو کہتے ہیں، اب مطالعہ کا معنی یہ ہوا کہ ادھر طالبِ علم نے اپنی توجہ کو کتاب کی طرف مبذول فرمائی، ادھر کتاب نے طالب علم کو اپنے فیوض و برکات سے نوازا اور اب دونوں کے گہرے رابطہ سے کام بن گیا۔

نکتہ دوم: کسی کو بار بار غور سے دیکھا جائے تو اگرچہ وہ غیر واقف ہو، لیکن بار بار دیکھنے سے وہ سمجھتا ہے کہ شاید اسے میرے سے کوئی تعلق ہے، اس لئے دیکھنے والے سے وجہ پوچھتا ہے، اسی طرح طالبِ علم نے کتاب کو جب بار بار دیکھا تو کتاب کو اس کے حال پر رحم آیا تو اس نے اپنے انوار و برکات سے طالب علم کو بھرپور کر دیا۔

نکتہ سوم: کسی اپنے پرائے کے گھر جاؤ گے تو وہ آنے والے کا حال پوچھتا ہے، پھر

گھر پر آنے کی لاج رکھنے کی خاطر اس کا کام بھی کر دیتا ہے۔ اسی طرح جب طالبِ علم نے کتاب کھولی، تو گویا وہ علم وفن کے دروازے پر پہنچ گیا، اب علم کوئی ایسا بے مروت نہیں کہ اپنے گھر آنے والے سے بدسلوکی کا برتاؤ کرے، بلکہ اس کو فیوض وبرکات سے مالا مال کردے گا۔

نکتہ چہارم: سخی کا کام ہے کہ سائل کو محروم نہیں لوٹاتا، کیا علم کوئی ایسا بخیل ہے کہ طالب علم سائل کو اپنی سخاوت سے محروم لوٹا دے گا۔

نکتہ پنجم: علم ایک مخفی خزانہ ہے، جس طرح مخفی خزانہ کی ٹوہ میں دقت ہوتی ہے اور نہایت مشقت کے برابر میسر ہوتا ہے، اسی طرح علم کے حصول میں کتاب کے مطالعہ میں خوب دماغ سوزی کی جائے تاکہ علمی جواہرات نصیب ہوں۔

نکتہ ششم: جس کی ملاقات کی تمنا ہوتی ہے، اس کے ملنے کے لئے، اس کے دروازہ پر بار بار حاضری دینی پڑتی ہے، اور پھر طبع اکتاتی بھی نہیں، عین اس طرح علمی پیاس بجھانے کے لئے کتاب کو بار بار غور سے دیکھنا چاہیئے، تاکہ محبوبِ علم بے نقاب ہوکر بازیابی بخشے۔

نکتہ ہفتم: علم ایک معنوی نور ہے، جس طرح معنوی نور کے حصول میں اور وظائف اور شب بیداری وقلت طعام اور قلت کلام وترک مجالس انام کی ضرورت ہے، اس کے لئے بھی نہایت لازمی ہے۔

نکتہ ہشتم: علم افعال قلب سے ہے، جب تک قلب اسے پورے دھیان سے نہ حاصل کرے، صرف زبانی کلامی رٹ لگانے سے کام نہیں بنے گا۔

نکتہ نہم: علم اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے، جب تک بندہ اچھے اخلاق پر کاربند نہ ہو، اس مرتبہ پر پہنچنا دشوار کام ہے۔

نکتہ دہم: علم سے حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ملائکہ کے مسجود اور ان سے افضل ٹھہرے، اسی طرح ان کی اولاد بھی اگر علم کی دولت سے بہرہ ور ہو جائے تو

ملائکہ اس کی پرواز سے عاجز بلکہ خادم ہو جاتے ہیں۔

نکتہ یازدہم: علم تمام عبادات یہاں تک کہ جہاد سے بھی افضل ہے، جیسا کہ حدیث شریف پیچھے گزر چکی ہے اور علامہ زرنوجی تلمیذ صاحب ہدایہ رحمہما اللہ تعالیٰ تعلیم المتعلم میں فرماتے ہیں:

"هُوَ اَفْضَلُ مِنَ الْغَزَوَاتِ عِنْدَ اَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ"

تَرجَمہ: "وہ یعنی علم اکثر علماء کے نزدیک غزوات سے افضل ہے۔"

بہرحال علم کے حصول اور پھر اس میں دھن لانا، کسی قسمت والے کو نصیب ہوتی ہے۔

مطالعہ سے فوائد حاصل کرنے کے طریقے

❶ مطالعہ سے پہلے اس نیت کا استحضار کرے کہ وہ ثقافتی و علمی طور پر مکمل ہو جائے اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کر سکے اور اسلام کا پیغام پہنچا سکے اور اپنی قوم و ملک کو فائدہ پہنچا سکے۔

❷ مطالعہ کے درمیان ذہن کو حاضر رکھے تاکہ جو کچھ پڑھے اسے مکمل طور پر یاد رکھ سکے اور صحیح معنوں میں سمجھ سکے۔

❸ اہم عبارات اور بنیادی باتوں کے نیچے پنسل سے لکیر کھینچ دینا چاہیئے تاکہ جب اس بحث کو دوبارہ دیکھے تو یہ معانی اس کے ذہن میں راسخ ہو جائیں۔

❹ اساسی و بنیادی عنوانت کو پنسل سے صفحہ کے ایک کنارے پر لکھ دینا چاہیئے تاکہ ان مضامین کو اچھی طرح سے یاد رکھا جا سکے۔

❺ موضوع کے اہم عنوانات یا پسندیدہ ابحاث کو ڈائری میں الگ کتاب کے نام اور صفحہ نمبر کے ساتھ نوٹ کر لینا چاہیئے، تاکہ دوبارہ ضرورت پڑے تو آسانی سے اصل مرجع کی طرف رجوع کر سکے۔

❻ ایک الگ کاپی یا رجسٹر رکھنا چاہیئے تاکہ احادیثِ مبارکہ، ادبی لطائف اور حکیمانہ اشعار نیز تاریخی واقعات، علمی حقائق، دینی مسائل وفتاویٰ میں سے جو چیز پڑھنے والے کو بھلی معلوم ہو وہ اس میں لکھ لے۔

بلاشبہ یہ کاپی بہت سی کتابوں سے منتخب کردہ نچوڑ ہوگا جو آئندہ علمی یا عملی زندگی میں بہترین و مددگار ثابت ہوگا، اس لئے اے مربیٔ محترم! آپ یہ کوشش کریں کہ آپ اپنے بچوں کی رہنمائی اس جانب کرتے رہیں تاکہ آئندہ چل کر عمل کرنے والے افراد اور اسلامی تہذیب وتمدن سے آراستہ عناصر اور سمجھدار پختہ عقل قوم میں ان کا شمار ہو۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

شوقِ مطالعہ کا فقدان

آج صرف طالبانِ علوم نبوت سے یہ شکوہ نہیں کہ ان میں شوقِ مطالعہ کا فقدان ہے بلکہ کچھ ہوائیں ہی ایسی چل پڑی ہیں، ایک وہ وقت تھا جب ساری ساری رات دکانداروں کی دکانوں کے دروازوں سے چراغوں کی روشنی کے دھاروں کو غنیمت سمجھ کر مطالعہ واستفادہ یا تحریر وتسوید میں گزر جاتی تھی۔ ایک ایک کتاب کے لئے طلبہ ترستے تھے، اربابِ ذوق بھٹکتے تھے، دور دراز علاقوں کا سفر کرتے تھے اور آج کتب خانوں کی کثرت ہے، چھاپہ خانوں کی بہتات، طباعت ایسی کہ آنکھیں خیرہ ہوں، کاغذ ایسا کہ صحیفہ ریشم معلوم ہو، کتاب اتنی صاف اور ایسی عمدہ کہ عقل دنگ رہ جائے، اب وہ کونسی کتاب ہے جو منصۂ شہود پر نہیں آئی مگر استفادہ کون کرے، پڑھے کون؟ شوق مطالعہ اور کتب بینی کے اشتیاق کا نام رہ گیا ہے، کیفیت لٹ گئی ہے۔

اور ہمارا حال تو جیسا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

؎ وصل ہو یا فراق ہو غالب
جاگنا ساری رات مشکل ہے

ہمارے اسلاف نے تو دل گردہ اور خونِ جگر سے علومِ نبوت اور فنونِ اسلامی کی آبیاری کی تھی، اب وہ کہاں؟

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

مطالعہ کی اہمیت پر حکیم الامت مجددِ ملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے قیمتی ارشادات

مطالعہ کی اہمیت اور اس کا وجوب اور مثال

مطالعہ کی بابت فرمایا کہ مطالعہ کی برکت سے استعداد اور فہم پیدا ہوتا ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے کپڑا رنگنے کے لئے پہلے اس کو دھولیا جاتا ہے، پھر رنگ کے مٹکے میں ڈالا جاتا ہے، اور اگر پہلے دھویا نہ جائے تو کپڑے پر داغ پڑ جاتے ہیں، اسی طرح مطالعہ نہ کیا جائے تو مضمون اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا اور اس سے معلم کو تکلیف ہوتی ہے، یہ بھی ایذا میں داخل ہے اور اس سے احتراز واجب ہے۔[1]

استعداد تو مطالعہ ہی سے پیدا ہوتی ہے

قاعدہ یہی ہے کہ مقاصد سے زیادہ مقدمات کا اہتمام کیا جاتا ہے، تب، مقاصد حاصل ہوتے ہیں، چنانچہ نحو، صرف میں اس قدر محنت کی جاتی ہے کہ علومِ مقصودہ میں اس کی آدھی محنت بھی نہیں جاتی، بعض دفعہ مطالعہ کا اتنا اہتمام کیا جاتا ہے کہ سبق کا بھی اتنا اہتمام نہیں کیا جاتا، کیونکہ وہ مفتاح استعداد ہے (قابلیت کی کنجی ہے) اگر مطالعہ کی استعداد پیدا ہوگئی تو سبق کو بدون استاد کے بھی سمجھ لے گا۔[2]

---

[1] دعوات عبدیت: ۱۴/۷۴ [2] التبلیغ: ۲۲/۷۰ تقلیل الطعام

مطالعہ اور سبق میں اگر جی نہ لگے

رہا جی نہ لگنا سو میں کہتا ہوں کہ یہ صرف حیلہ ہے اور لاپرواہی کی دلیل ہے ورنہ جناب اگر کسی پر مقدمہ فوج داری کا قائم ہو جائے اور وہ سن لے کہ قانون میں کوئی نظیر میرے لئے مفید ہے تو اگرچہ قانون کے دیکھنے میں جی نہ لگے بلکہ سمجھ میں بھی نہ آئے مگر جان مارے گا اور دیکھے گا، اس وقت یہ نہ ہوگا کہ بجائے قانون کے دلچسپ مثلاً الف لیلیٰ (یا کوئی ناول) لے کے بیٹھے، اس وقت تو دل کو لگی ہوگی، ہم لوگوں کو دین کی طرف سے بہت بے فکری ہے، یہ اس کی خرابی ہے، ذرا ذرا سے عذر ترکِ دین کے لئے کافی ہو جاتے ہیں۔[1]

جو کام ضروری ہو ان کو کرنا چاہیئے خواہ جی لگے یا نہ لگے، یہ تو بری حالت ہے کہ جی لگنے کا انتظار کیا جائے، کیا اپنے جی کی پرستش کرنی چاہیئے؟ جی کے بندے ہو یا اللہ کے؟[2]

درس میں یا مطالعہ میں اگر نیند کا غلبہ ہو تو کیا کرے؟

میرا اجتہاد یہ ہے کہ جو شخص رات بھر خرخرے کرے جس میں گویا اپنے خر ہونے کا اقرار ہے اور اس سے پہلے انا مقدر ہے یعنی انا خرانا خر، اس کے واسطے میری تجویز یہ ہے کہ سیاہ مرچیں جیب میں رکھ لیا کرے، جب نیند کا غلبہ ہو ایک مرچ چبا لے، یہ مقوی دماغ بھی ہے، اس واسطے مضر بھی نہ ہوگی، کیونکہ جو شخص پوری نیند سو لے پھر بھی اس کو نیند آئے تو اس نیند کا منشا کسل ہے۔[3]

کم کھانے میں نیند کم آتی ہے، زیادہ کھانے سے نیند زیادہ آئے گی، پیٹ تن کر جب کھاؤ گے تو نیند بھی تن کر آئے گی۔[4]

---

[1] حسن العزیز: ۴/۲۳۰ [2] انفاس عیسیٰ: ۲/۶۲۵
[3] التبلیغ: ۱۵/۲۰۲، الحدود والقیود [4] التبلیغ: ۲۲/۶۳

مطالعہ کرنے کا طریقہ، مطالعہ کب مفید ہوتا ہے

❶ ایک دفع دیکھنے پر اکتفانہ کریں بلکہ روزانہ مطالعہ رکھیں...... میں تجربہ کی بات بتلاتا ہوں کہ ایک دفعہ کا دیکھا ہوا بہت کم یاد رہتا ہے، بلکہ اکثر ذہن سے نکل جاتا ہے، پس اگر کسی نے ایک دفعہ دیکھ کر کتاب کو اٹھا کر طاق میں رکھ دیا تو اس کو دیکھنے سے کیا نفع ہوا۔

غرض خورد ونوش کی طرح روزانہ اس کا بھی دور (معمول) رکھو، اگرچہ قلیل ہی مقدار میں ہو۔[1]

❷ کتابیں دیکھیں دو چار ورق روزانہ بالالتزام مطالعہ کریں اور خلجان کے موقع میں خودرائی سے کام نہ لیں، بلکہ جس مقام پر شبہ ہو وہاں پنسل وغیرہ سے نشان بنا کر اس وقت اس کو چھوڑ دیں، اور جب کبھی ماہر عالم میسر ہو اس سے تحقیق کر کے حل کر لیں، یا کسی عالم کے پاس لکھ کر بھیج دیں وہ اس کا مطلب لکھ کر بھیج دے گا۔[2]

خارجی مطالعہ بھی ثواب ہی کی نیت سے کرنا چاہیئے

خارجی مطالعہ کی ایک شرط

فرمایا:...... کہ آج میں نے عوارف المعارف میں دیکھا ہے کہ مطالعہ چاہے دینی کتاب کا ہو لیکن اگر اس وجہ سے ہو کہ ذکراللہ سے (یا کسی اہم کام اور اصل مقصود سے مثلاً درسیات سے) جی گھبراتا ہے اور اس میں جی بہلے گا تو وہ دنیا ہے اور اگر اس لئے ہو کہ حق تعالیٰ کا قرب ہوگا، ثواب ملے گا تو بے شک مقبول ہے، عجیب بات لکھی ہے اس کو دیکھ کر میرے اوپر تو ایک حالت طاری ہوگئی۔[3]

---

[1] دعوات عبدیت: ۸۶/۸ [2] اصلاح انقلاب: ص۲۱، دعوات عبدیت: ص۸۱

[3] حسن العزیز: ۴۶۶/۱

مطالعہ کس کتاب کا کرنا چاہیئے

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نوراللہ مرقدہ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ سنا تھا فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی کتاب کا مطالعہ کا ارادہ کرو تو پہلے اس کے نام کو دیکھو اگر نام ہی اصل مضمون کے مناسب نہ ہو تو اس کو چھوڑ دو، پھر تمہید کو دیکھو اگر وہ کتاب کے مضمون کے مناسب ہے نہیں تو چھوڑ دو، اس کے مطالعہ میں وقت ضائع نہ کرو، جب نام اور تمہید میں مناسبت دیکھ لو تب آگے پڑھو۔[۱]

واقعی کام کی بات فرمائی یہ حضرات مبصر ہیں، ان کی معمولی معمولی باتوں میں علوم ہوتے ہیں، بعض مصنّفین کو دیکھ کر حسرت ہوتی ہے کہ کیوں اس شخص نے تکلیف اٹھائی...... نام تک رکھنے کا تو سلیقہ نہیں (مصنف بن گئے) آج کل تو ہر شخص مصنف بنا ہوا ہے۔[۲]

کتابوں میں سب کچھ لکھا ہے

فرمایا اگر حافظہ اچھا ہو تو کتاب دیکھنے کے برابر کوئی چیز نہیں، کتابوں میں سب ہی کچھ لکھا ہے۔[۳]

علماء کتابیں کس طرح جمع کر سکتے ہیں

فرمایا کہ مولوی فتح محمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی ہزار روپیہ کی کتابیں جمع کر لی تھیں، حالانکہ دس بارہ روپیہ ماہ وار کی آمدنی تھی، مگر گاڑھے کے کپڑے پہنتے تھے اور معمولی روکھا سوکھا کھاتے تھے، شوق عجیب چیز ہے بس جو کچھ بچتا تھا اس کی کتابیں خریدتے تھے رفتہ رفتہ بڑا کتب خانہ جمع کر لیا۔[۴]

---

[۱] مجالس حکیم الامت: ص ۱۵۰ [۲] الافاضات: ۲/۴۱۷
[۳] حسن العزیز: ۲/۸۱ [۴] حسن العزیز: ۲/۱۱۱

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا خارجی مطالعہ

فرمایا مولوی عبدالحی صاحب حیدرآباد سے آئے ہیں وہاں عربی کے پروفیسر ہیں، میں نے ایک مرتبہ ان سے ذکر کیا میں نے صرف درسی کتابیں دیکھی ہیں (اس کے علاوہ) اور (زیادہ) کتابیں نہیں دیکھیں سوائے بعض مقامات کے بضرورت و قتیہ تو انہوں نے تعجب سے کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ کم از کم ایک ہزار کتابیں ضرور دیکھی ہوں گی ...... یہ سب حضرات اساتذہ کی برکت ہے کہ ضروری چیزیں کان میں پڑتی گئیں جس سے وسعت مطالعہ کا شبہ ہو جاتا ہے۔

فرمایا میرا حافظہ طالب علمی میں تو اچھا تھا پھر اچھا نہیں رہا، اسی واسطے زیادہ کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا، جب یاد نہ رہے گا تو مطالعہ سے کیا فائدہ۔[1]

ارشاد فرمایا کہ مجھے زیادہ کتب بینی کا ذوق نہیں ہوا کیونکہ نفس علم کو مقصود نہیں سمجھا، عمل کے لئے جتنے علم کی ضرورت ہے اس میں اپنے بزرگوں پر مکمل اعتقاد تھا، جو کچھ قرآن وسنت کی تعبیر میں انہوں نے فرمایا تھا اس پر دل مطمئن تھا۔

ایک صاحب نے حضرت کی تصانیف جو ایک ہزار کے قریب ہیں ان کا ذکر کر کے عرض کیا کہ آپ نے اتنی تصانیف فرمائی ہیں تو ہزاروں کتابیں دیکھی ہوں گی، حضرت نے فرمایا کہ چند کتابیں دیکھی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

1. شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔
2. استاذ العلماء حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔
3. فخر العلماء حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ان کتابوں نے مجھے سب دوسری کتابوں سے بے نیاز کر دیا، شاید ایسے ہی حضرات کے متعلق کسی کا شعر ہے۔

---

[1] کلمۃ الحق: ص ۳۶

؎ وَأَنْتَ الْكِتَابُ الْمُبِيْنُ الَّذِيْ
بِأَحْرُفِهٖ يَظْهَرُ الْمُضْمَرُ

ترجمہ: ’’تو ہی واضح کتاب ہے جس کے حروف سے مخفی مضامین ظاہر ہو جاتے ہیں۔‘‘[۱]

مطالعہ کسی کی ماتحتی اور زیرِ نگرانی کرنا چاہیئے

یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ آج اس کی کتاب دیکھ لی کل اس کی اس سے بڑی خرابی پیدا ہوتی ہے، جس طرح دنیوی معاملات میں مصلحت کے لئے تعین کیا جاتا ہے اسی طرح دینی معاملات میں ہونا چاہیئے، (جس شخص کو معین کیا ہے) پہلے اسی شخص کو (وہ کتاب) دکھلا لو، اگر وہ اجازت دے تو دیکھو ورنہ مت دیکھو، محتاط امراء کی عادت ہوتی ہے کہ کھانا کھاتے ہیں تو پہلے حکیم سے پوچھ لیتے ہیں اگر وہ اجازت دیتا ہے تو کھاتے ہیں ورنہ نہیں، یا بعض محتاط مریضوں کی عادت ہے کہ اگر کوئی شخص ان کو کوئی دوا کھلانا چاہے تو کہتے ہیں بجائے ہمارے فلاں طبیب سے اس دوا کی بابت کہو اگر وہ کہے گا تو استعمال کرلوں گا ورنہ نہیں، ایسا ہی یہاں کرو۔

پھر ایک ادب اس شخص کا یہ ہے کہ ایسے شخص سے کسی رائے میں مناقشہ نہ کرنا چاہیئے، دیکھو طبیب سے علاج میں کوئی مناقشہ نہیں کرتا کیوں کہ اگر جھگڑیں تو وہ علاج نہ کرے، نسخہ پھاڑ کر پھینک دے۔[۲]

مطالعہ کی کتابوں کا انتخاب کیسے شخص سے کرائے

کسی ایک عالم متبع سنت کو اپنا مقتدا اور ہادی بنا لے، یہ نہیں کہ جس کو مولوی دیکھا بس اسی کو قبلہ وکعبہ بنا لیا، دیکھ بھال کر خوب سمجھ بوجھ کر ایک کو معین بنا لیا جائے، پھر جب معین ہو جائے تو ہر بات کو اسی سے پوچھو، اسی سے پوچھ کر کتابیں

---

[۱] مجالس حکیم الامت: ص ۱۰۱ [۲] حقوق الزوجین: ص ۳۲۰

سنانے اور پڑھانے اور دیکھنے کے لئے منتخب کرو۔

خیال کیجئے کہ دنیاوی معاملات میں ہر شخص ایک معتمد کو تجویز کر لیتا ہے اور اس میں حکمت یہی ہے کہ ایک کے معین کر لینے میں انتخاب بھی اچھا ہوتا ہے اور اس معتمد (جس کا انتخاب کیا ہے) کو بھی تعلق و توجہ زیادہ ہو جاتی ہے، دیکھئے جس وکیل کے پاس یہاں ہمیشہ مقدمات لے کر جاتے آتے ہیں جیسی وہ عنایت کرے گا دوسرا نیا آدمی نہیں کرسکتا۔

اور اگر تعین کے لئے انتخاب کرو تو یہ دیکھ لینا کہ وہ مولوی ایسا ہو کہ جس نے باقاعدہ پڑھا بھی ہو، شفیق بھی ہو، حریص وطمع (لالچی) نہ ہو، متبع سنت ہو، ایسے شخص کو عالم سمجھیں، اس منتخب کرنے میں بڑے سلیقہ کی ضرورت ہے، پھر جب منتخب ہو جائے تو ہر بات میں اسی کی طرف رجوع کریں۔[1]

ہر کتاب کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیئے

آج کل (لوگ) کثرت سے یہ غلطی کرتے ہیں کہ جو کتاب دین کے نام سے دیکھی یا سنی خواہ اس کا مضمون حق ہو یا باطل، خواہ اس کا مصنف ہندو ہو یا عیسائی یا دہری ہو یا مسلمان، پھر مسلمان بھی گو صاحب بدعت ہی ہو...... غرض کچھ تفتیش نہیں (کرتے) اور اس کا مطالعہ شروع کر دیتے ہیں اس میں وہ مضامین بھی آگئے جو کسی مسئلہ سے متعلق اخبارات (ورسائل) میں چھپتے رہتے ہیں اس میں چند مضرتیں ہیں۔[2]

بغیر تحقیق کے ہر کتاب کا مطالعہ کرنے کے نقصانات

بعض اوقات کم علمی کی وجہ سے یہ ہی امتیاز نہیں ہوتا کہ ان میں کون مضمون صحیح ہے کون غلط ہے۔

1. کسی غلط بات کو صحیح سمجھ کر عقیدہ یا عمل میں خرابی کر بیٹھتے ہیں۔

---

[1] حقوق الزوجین مطبوعہ پاکستان: ص ۳۳۹ [2] اصلاح انقلاب: ص ۲۸

۲ بعض اوقات پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر غلط ہے مگر بعض مصنفین کا طرز بیان ایسا تلبیس آمیز یا دل آویز ہوتا ہے کہ دیکھنے والا فی الفور اس سے متاثر ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنے پہلے اعتقاد کو ضعیف اور بے وقعت خیال کر کے اس کو غلط اور اس کو صحیح سمجھنے لگتا ہے۔

۳ اور بعض دفعہ اس کو گو قبول نہیں کرتا مگر اور مذبذب ہو کر شک میں پڑ کر دل میں رکھتا ہے اور پریشان ہوتا ہے۔

۴ اور کبھی دوسروں سے تحقیق کرنا چاہتا ہے مگر چونکہ اس میں کچھ غموض ہوتا ہے جس کے ادراک (اور سمجھنے) کے لئے اس کا علم اور ذہن کافی نہیں ہوتا، اس لئے سمجھ میں نہیں آتا اور لایعنی سوال کر کے دوسروں کو پریشان کرتا ہے اور جواب دینے والوں کو عاجز سمجھ کر ان کے علم یا اخلاق میں تنگی کا حکم لگا کر ان سے بدگمان ہو جاتا ہے۔[۱]

شرعی دلیل

یہ ہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے...... شخص کو تورات کے مطالعہ سے منع فرما دیا، باوجودیکہ فی نفسہٖ آسمانی کتاب تھی گو اس میں تحریف بھی ہوگئی تھی، اور پھر مطالعہ بھی تنہا نہ تھا بلکہ خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا رہے تھے اور اس میں محرف حصہ کا متعین ہو جانا ظاہر تھا اس کے بعد کسی فساد کے ترتب کا احتمال نہ تھا اس کے باوجود پھر بھی اس مصلحت سے آئندہ کو یہ عمل مفاسد کا دروازہ کھل جانے کا سبب نہ بن جائے کس سختی سے منع فرمایا اور کیسی ناخوشی ظاہر فرمائی جیسا کہ دارمی کی حدیث میں مذکور ہے۔[۲]

ہر نئی کتاب یا مخالفین کی کتابیں نہ دیکھنا چاہیئے

میں خیر خواہی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ نئی کتابیں نہ دیکھا کیجیے خواہ مخواہ کوئی

---

[۱] اصلاح انقلاب: ص ۲۸ [۲] اصلاح انقلاب: ص ۲۹

شبہ دل میں بیٹھ جائے گا جس کا حل آپ سے نہ ہو سکے گا تو کیا نتیجہ ہوگا، لوگ اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم پکے خیال کے آدمی ہیں، ہمارے اوپر کیا اثر ہو سکتا ہے مگر اس قصہ میں ان کو غور کرنا چاہیئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو توریت اچھی معلوم ہوئی اور لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنے لگے، بتائیے کہ اس میں خرابی تھی؟ حضرت عمر جیسے کامل ایمان جن کی شان میں وارد ہے:

(اَلشَّیْطٰنُ یَفِرُّ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ)

''شیطان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سایہ سے بھاگ جاتا ہے۔''

ان کے اوپر شیطان کے اثر ہونے کے کیا معنی، جس مجلس میں وہ موجود ہوں وہاں شیطان بھی نہیں ٹھہرتا، اور توریت جیسی آسمانی کتاب تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھی گئی کہ اگر مضمون کی خرابی بھی ہو جائے تو اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح فرما دیتے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناگوار ہوا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگاہ کیا کہ دیکھتے نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر کیا اثر ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانپ گئے اور بہت توبہ استغفار کی اور معافی مانگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس ایک سہل ملت اور پکی اور صاف لایا ہوں، اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو سوائے اس کے کہ میری اتباع کرتے کچھ نہ ہوتا، یعنی پھر کیا ضروری ہے کہ اس کتاب کو دیکھو جس میں تحریف ہو چکی ہے، توریت میں آمیزش تھی تحریف کی جب اس کے دیکھنے سے منع کیا گیا تو جو کتابیں صرف الحاد و زندقہ کی ہوں ان کا حکم ظاہر ہے اور جب حضرت عمر کو منع فرمایا گیا تو ہم کیا ہیں اور نہ معلوم کیوں دیکھتے ہیں لوگ، اپنے یہاں تو اتنے علوم ہیں کہ عمر بھر ان کے دیکھنے سے فرصت نہ ملے اپنی کتابوں کو دیکھیئے۔[1]

---

[1] حسن العزیز: ۴/۲۲۹

اہلِ باطل کی مفید کتابیں دیکھنے سے بھی ضرر ہوتا ہے

اہلِ باطل کی تصانیف جو بظاہر مفید ہوں باطل کی جھلک ہوتی ہے اور اہل حق اس کا پردہ فاش کردیتے ہیں، اسی لئے باطل کی مفید تصانیف کا دیکھنا بھی مضر ہے۔[۱]

فرمایا عجیب تجربہ کی بات ہے کہ بددین آدمی اگر کسی اور کی بات نقل بھی کرے مثلاً بددین شخص نحو کی کوئی کتاب لکھے گو اس میں کوئی مسئلہ بددینی کا نہیں ہے مگر اس کے دیکھنے سے بھی بددینی کا اثر دل میں ہوگا۔[۲]

دوسرے مذاہب یا تقابلی مطالعہ کرنے کی شرط

فرمایا عام لوگ کتابیں دیکھنے لگتے ہیں کتابیں دیکھنے کے لئے جامع شخص ہونا چاہیئے، نازک کتابیں دیکھنے لگتے ہیں اپنا ایمان خراب کرلیتے ہیں۔[۳]

آج کل اسکولوں اور بہت سے مدارس میں تقابلی مطالعہ اور تقابل کے مضمون کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے، اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے مذہب کی پوری معلومات نہ رکھتا ہو اس کے لئے غیر مذہبوں کی کتابوں کا مطالعہ بہت خطرناک ہے۔[۴]

اہلِ باطل کے اقوال و افعال اور حالات میں گفتگو یا اس پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ قلب کے لئے سخت مضر ہے، مناظرہ کی ضرورت سے کبھی کبھی اگر دیکھنا پڑے تو ضرورت سے تجاوز نہ ہونا چاہیئے۔[۵]

باطل مسلک کی کتابیں نہ دیکھنا چاہیئے

غیر علماء کی کتابیں ان کی نظروں سے گزرنا بھی جرم ہے جیسا کہ کوئی شخص

---

[۱] حسن العزیز: ۲/۱۸۸ [۲] حسن العزیز: ۲/۳۲۵ [۳] حسن العزیز: ۴/۳۷۶

[۴] مجالس حکیم الامت: ص ۱۴۱ [۵] مجالس حکیم الامت: ص ۱۴۱

باغیانہ کتابیں اپنے گھر میں رکھے، ظاہر ہے کہ قانون سلطنت کی رو سے یہ بڑا جرم ہے اور حکومت ایسے شخص کو سزا دے گی۔

علماء پر جو تعصب کا الزام لگاتے ہو تو یہ بھی سوچو کہ اس قانون میں علماء کی ذاتی کیا غرض ہے، ظاہر ہے کہ ان کی اس میں کچھ غرض نہیں، بلکہ غرض تو عوام کی موافقت میں ہے، طبیب اگر تلخ دوا دے تو بتاؤ اس میں اس کی کیا مصلحت ہے؟ یقیناً کچھ نہیں بلکہ سراسر مریض کی مصلحت ہے بس جو علماء ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں جن میں لوگوں کو مزہ آتا ہے سمجھ لو کہ وہ محض خیر خواہی سے منع کرتے ہیں، کیونکہ وہ ان باتوں میں زہریلا اثر مشاہدہ کرتے ہیں۔

واللہ اہلِ باطل کی کتابوں کا اثر بعض علماء پر بھی ہو جاتا ہے تو عوام کی ان کے مطالعہ سے کیا حالت ہوگی، لہٰذا عوام کو کوئی کتاب علماء کے مشورہ کے بغیر ہرگز نہ دیکھنا چاہیئے، اور اگر کوئی کہے کہ میں رد کے لئے دیکھتا ہوں تو یہ بھی مناسب نہیں کیونکہ یہ کام علماء کا ہے تمہارا کام نہیں اور اس میں آپ کی توہین نہیں۔[1]

مطالعہ صرف محققین کی کتابوں کا کرنا چاہیئے

جو محققین کی تصنیف ہیں ان کو مطالعہ میں رکھیئے، ہر زید وعمرو بکر کی تصنیف کا مطالعہ نہ کیجیئے، کیونکہ آج کل آزادی کا زمانہ ہے، ہر شخص کا جو جی چاہتا ہے لکھ مارتا ہے، آج کل ایسے ایسے شخص بھی ہیں کہ میں نے ایک رسالہ میں یہ مضمون لکھا ہوا دیکھا کہ سود حرام نہیں ہے مسلمانوں کو سود کے ذریعہ ترقی کرنا چاہیئے، اور قرآن میں جو ربو آیا ہے وہ ربا الضم الرا ہے، ربودن سے مطلب یہ ہے کہ خدا نے غضب کو حرام کیا ہے، آج کل ایسی بھی تحقیقات ہیں اور ایسے ہی محقق ہیں اور یوں ہی اسلام کے پرتوڑے جائیں گے تو پھر اسلام کی خیر نہیں۔

---

[1] التبلیغ وعظ الفاظ القرآن: ص ۵۷

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہر کتاب کے دیکھنے میں کیا حرج ہے اگر ہم اپنے مسلک میں جمے رہیں تو کسی کتاب کے دیکھنے میں کیا مضائقہ ہے، سو بات یہ ہے کہ میں ہر شخص کی تصنیف کے مطالعہ سے نہیں روکتا اگر اس کا برا اثر نہ دیکھتا مگر جب میں لوگوں کو متاثر ہوا دیکھتا ہوں تو منع کرتا ہوں پس آپ کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ صرف محققین کے رسالے دیکھیے اور نئے نئے خود رو مصنفوں کے رسالے ہرگز نہ دیکھیے۔

جس کتاب میں انبیاء اور صحابہ کی توہین ہو اس کے پڑھنے سے قلب میں تاریکی پیدا ہوتی ہے

ایک صاحب ایک نئی لکھی ہوئی کتاب لائے اس کتاب میں انہوں نے (مصنف صاحب نے) انبیاء کے بارے میں بڑی گستاخیاں کی ہیں۔

فرمایا بند کیجیے، اس کے دیکھنے اور سننے سے قلب میں تاریکی پیدا ہوتی ہے، جس کی جڑ ہی خراب ہو تو شاخوں کو لے کر کیا کرے، اس میں انبیاء پر حملہ کیا ہے جب ایسے مضامین ہوں تو ظاہری خوبصورتی اور عمدگی کو لے کر کیا کرے[1]

اہلِ حق کی کتابوں میں نور اور اہلِ باطل کی کتابوں میں ظلمت ہوتی ہے

یہ مشاہدہ ہے کہ اہلِ اللہ کے کلام میں نور ہوتا ہے اور ملحدوں کے کلام میں ظلمت ہوتی ہے، گو بزرگوں کی عبارت سادی ہوتی ہے، ان کی عبارت آرائی نہیں ہوتی مگر ان کے مطالعہ سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔

اور جو لوگ متبع شریعت نہیں ان کی کتابوں کی عبارت گو کیسی ہی شستہ ہو مگر

[1] حسن العزیز: ۹۱/۳

باطن میں اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے گو ان میں تمام باتیں دین ہی کی ہوں، مگر الفاظ چونکہ ان کے اپنے ہی ہیں اس لئے وہ ظلمت سے خالی نہیں ہوتے، جس کے دل میں کچھ بھی ادراک ہے وہ اس فرق کو ضرور محسوس کرے گا۔[1]

لہ حقوق الزوجین: ص ۱۲۰

دارالھدیٰ کی چند کتابیں

والدین کی قدر کیجئے

والدین کے حقوق اوران کے ادب واحترام پر ابھارنے والی ایک بہترین راہ نما کتاب، جس میں والدین کی اطاعت ونافرمانی کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے، نیز نصیحت آموز، دل چسپ واقعات کو بھی دل نشین انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔

پسند فرمودہ:

حضرت مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب	حضرت مفتی عاصم ذکی صاحب
(استاذ حدیث دارالعلوم، کراچی)	(استاذ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی)

شرح اربعین نووی

☆ ہر گھر کے لیے ایک مفید اور بہترین کتاب۔ ☆ ائمہ حضرات کے مساجد میں درس و وعظ کے لئے نادر تحفہ۔ ☆ اصلاحِ اخلاق اور اصلاح اعمال کی مختلف تدابیر۔ ☆ معاشرے کے بگڑتے ہوئے احوال کی نشاندہی اور اصلاح حال کے طریقے۔

تصنیف:

حضرت امام ابوزکریا محی الدین نووی رحمہ اللہ علیہ

اردو ترجمہ وشرح

حضرت مولانا عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ علیہ

باب ہفتم

اسلافِ امت

اور

ان کے تصنیفی کارنامے

اسلافِ امت کے تصنیفی کارناموں پر ایک نظر

اسلاف کا ذوقِ علم، ذوقِ مطالعہ اور علم نوازی، علمی فیاضی، نیز تحقیق وتلاش نے تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ کیا اور علم کی اشاعت، دین و مذہب کے پھیلاؤ اور آنے والی نسلوں کے لئے علم کے خزینہ کو محفوظ کر دیا، اور قدر شناس طبقہ علم کے اس سرمایہ علمی کو میراث بنادیا۔

ذوق تالیف وتصنیف، درحقیقت ذوق کتاب اور ذوق مطالعہ کا مجموعہ ہے، اور قدرتی جوڑ ہے۔

''کتاب ومطالعہ'' کا یہ ایک عجیب سنگم ہے، جس نے کتابی شکل میں عجائب و غرائب اور علمی تحقیقات و نکات کو وجود بخشا۔ علمائے اسلام کا یہ قابل فخر اور ممتاز کارنامہ ہے کہ ان حضرات کے علمی ذوق اور علمی انہاک نے اس میدان کو کس قدر وسیع بنادیا کہ جو بڑے بڑے کتب خانوں کی شکل میں دنیا کے سامنے آئے۔

تاریخ کی کتابوں میں ان حضرات کے اس کارنامہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، جس کا دوسری قوموں نے بھی کھل کر خوب اعتراف کیا ہے، جس کی چند مثالیں اختصار کی صورت میں ہم درج کررہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابنِ جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ م ۳۱۰ھ

امام ابن جریر طبری کو شیخ المحدثین والمفسرین والمؤرخین کہا گیا ہے، اور انہیں بعض حضرات نے مجتہدین میں شمار کیا ہے، ان کی تصنیفات اور غیر معمولی طور پر درس وتدریس اور افادہ عام کو دیکھ کر کہا گیا ہے کہ وہ تنہا اتنا کام کر گئے جتنا ایک اکیڈمی اور ادارہ کرسکتا ہے۔

ان کی بلند ہمتی اور وسعت علم کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے تفسیر قرآن لکھنے سے قبل اپنے شاگردوں سے فرمایا کیا تم تفسیر قرآن کے لئے تیار ہو، تو شاگردوں نے پوچھا اس کی مقدار کیا ہوگی، فرمایا کہ تیس ہزار (۳۰۰۰۰) اوراق پر مشتمل ہوگی شاگردوں نے کہا کہ یہ تو ختم ہونے سے پہلے ہی ہماری عمریں ختم ہو جائیں گی، انہوں نے پھر اسے مختصر کیا اور تقریباً تین ہزار اوراق پر لکھا جو آج تیس بڑی جلدوں پر مشتمل ہے، یہ تفسیر انہوں نے شاگردوں کو املا کروائی تھی، جس میں سات سال کا عرصہ لگا۔

اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کی تاریخ عالم کے لئے تیار ہو؟ شاگردوں نے سوال کیا کہ اس کی مقدار کیا ہوگی تو انہوں نے وہی مقدار بتائی اور شاگردوں نے بھی وہی جواب دیا جو تفسیر کے بارے میں دیا تھا، امام طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے افسوس کرتے ہوئے انا للہ پڑھا اور فرمایا کہ ہمتیں مر چکیں، پھر اس کو بھی مختصر کیا اور آج وہ گیارہ بڑی بڑی جلدوں میں طبع ہو چکی ہے، انہوں نے اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ۳۰۲ھ تک کے حالات کو قلم بند کیا ہے۔[1]

یہ تو صرف ان کی دو تصنیفوں کا ذکر ہے اس کے علاوہ بھی ان کی تصانیف ہیں چنانچہ لوگوں نے ان کی روزانہ کی مقدار تحریر کو ان کی زندگی پر تقسیم کیا تو چودہ صفحات روزانہ کی اوسط بنتی ہے، آخر اس علم کی تحریر کے لئے اس کے حاصل کرنے میں بھی ایک زمانہ چاہیئے، پھر پیدائش کے دن سے ہی کوئی لکھنے کے قابل نہیں ہو جاتا، یہ سب ہمت و محنت اور قدردانی وقت کی کرامات ہیں کہ ایسے ایسے عجیب وغریب کارنامے اہل علم کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوئے۔

---

[1] قيمة الزمن مترجم ملخصا مع زيادة

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ م ۱۲۷۰ھ

خاتم المفسرین، مفتی بغداد علامہ شہاب الدین محمود بن عبداللہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز ''قرآن حکیم'' کی وہ خدمت کی توفیق بخشی کہ علماء نے بالاتفاق ان کو خاتمۃ المفسرین کا لقب دیا، اور ان کی تفسیر ''روح المعانی'' جو تیس (۳۰) جلدوں پر مشتمل ہے کو امہات التفاسیر میں شمار کیا گیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ کی توفیق و فضل سے ہی ایسے محیر العقول کارنامے سرانجام پاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ ان کی عطا کی بارش انہی پر ہوتی ہے جن میں سچی طلب ہوتی ہے، جو اپنے مقصود کے حصول کے لئے انتھک محنت کوشش کرتے ہیں، عزم و ہمت کو اپنا شعار اور سستی و کاہلی کو قریب نہیں آنے دیتے، اب سنیئے کہ علام آلوسی کا اس باب میں کیا حال رہا، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''ہر دم اس بات کے حریص رہتے تھے کہ لحظہ بہ لحظہ ان کے علم میں اضافہ ہو وہ علمی فوائد کے حاصل کرنے اور مشکل و دقیق مباحث کو سمیٹنے میں بالکل تساہل نہیں برتتے تھے، آپ کا دن تو افتا و تدریس میں صرف ہوتا تھا رات کا اور حصہ کسی مستفید و ہم نشین کی صحبت میں گزرتا اور آخر حصوں میں تفسیر لکھا کرتے تھے، پھر وہ تفسیر کے اوراق صبح کو اپنے ہی گھر میں مقرر کردہ کاتبوں کے حوالے کر دیتے تھے وہ سب مل کا ان اوراق کی تبییض کوئی دس گھنٹوں میں کر کے فارغ ہوتے تھے۔

وہ پہلے تو پورے دن میں چوبیں اسباق پڑھایا کرتے تھے لیکن جب تفسیر کی مصروفیت بڑھی تو بڑی بڑی کتابوں کے صرف تیرہ اسباق پڑھانے لگے، تالیفات کا سلسلہ تو آخری عمر تک جاری رہا۔

حضرات علماء کے نزدیک آپ کی تفسیر دوسری تفاسیر کے مقابلہ

میں ایک منفرد عجوبہ کی حیثیت رکھتی ہے، یہ آپ کی امامت، فضل اور شرف وکمال علم پر کافی وافی دلیل ہے، اور یہ تو آپ کو معلوم ہو ہی چکا کہ یہ عظیم تفسیر رات رات میں لکھی گئی ہے اسی لئے کہا گیا ہے:

وَبَادِرِ اللَّيْلَ بِمَا تَشْتَهِي
فَإِنَّمَا اللَّيْلُ نَهَارُ الْأَدِيْبِ

تَرجَمَہ: ''رات کے اوقات کو اوراد وں کی تکمیل کے لئے جلد کام میں لاؤ کیونکہ رام تو عقل مند کے لئے دن ہے۔''

كَأَنَّكَ لَمْ تَسْبِقْ مِنَ الدَّهْرِ لَيْلَةً
إِذْ أَنْتَ أَدْرَكْتَ الَّذِيْ كُنْتَ تَطْلُبُ[1]

تَرجَمَہ: ''اگر تم نے اپنا مطلوب حاصل کرلیا تو گویا تم زمانہ بھر میں کسی ایک رات بھی پیچھے نہیں رہے۔''

تالیفات کی تعداد پچھتّر (۷۵) سے متجاوز ہے

حافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام طبرانی کی سوانح میں لکھا ہے کہ وہ حافظ امام، علامہ، الحجۃ، بقیۃ الحفاظ، ابوالقاسم سلیمان بن احمد اللخمی الشامی الطبرانی مسند دینا ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۲۶۰ھ وفات ۳۶۰ھ) ایک صدی اور دس ماہ کی عمر آپ نے مکمل کی، آپ کی احادیث سے تمام ممالک بھر گئے تھے ان کی تالیفات کی تعداد (۷۵) سے متجاوز ہے ذکوانی کہتے ہیں کہ امام طبرانی سے کثرتِ احادیث کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ تیس برس تک میں بوری پر سویا ہوں۔

اپنے ہاتھ سے دو ہزار مجلدات لکھنا

ذہبی نے ''العبر'' ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ''، صفدی نے ''نکت

[1] قيمة الزمن: ص۱۰۱

الهميان فی نکت العیان" ابن شاکر نے "فوات الوفیات" میں عبدالدائم المقدسی کی سوانح اس طرح ذکر کی، زین الدین ابوالعباس احمد بن عبدالدائم ابن نعمۃ المقدسی الحنبلی المعمر، نابلس کی سرزمین پر فندق الشیوخ میں ۵۷۵ھ میں پیدا ہوئے، اور دمشق میں ٦٦٨ھ میں فوت ہوئے آپ نے ۹۳ برس کی عمر پائی۔

آپ نے بغداد کا سفر کیا اور اپنے زمانے کے شیوخ سے ملے، خود بھی پڑھا، اور اپنے تمام شیوخ سے اپنی اسناد اور روایت میں انفرادیت حاصل کی، اور اپنے زمانہ میں مسند الوقت ہوگئے، اس وقت آپ سب سے عالی سند تھے، مختلف ملکوں کے آپ نے سفر کئے، کبار ائمہ اور حفاظ ومحدثین، متقدمین، میں سے ضیاء مقدسی البرزالی، اور ابن الحاجب وغیرہ نے اور متاخرین میں سے نووی، ابن دقیق اکعید، ابن التیمیہ، دمیاطی، ابن الخباز، اور بہت ساری مخلوق نے آپ سے روایت کی، آپ مسند محدث اور اچھے کاتب تھے، آپ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے اجرت پر اتنی کتابیں کیا کرتے تھے جس کا حصر نہیں ہوسکتا، آپ بہت تیز لکھا کرتے تھے اسی وجہ سے آپ کی کتب میں بہت سی غلطیاں رہ جایا کرتی تھیں، جس دن فارغ ہوتے تو تقریباً نو کاپیاں لکھ لیا کرتے تھے، اور کسی دوسرے مشغولیت کے ساتھ دو یا تین کاپیاں (مختصر الخرقی) ایک بڑی جلد آپ نے ایک رات میں لکھی۔

ابن عساکر کی تاریخ میں دمشق جو بڑی اسی ۸۰ جلدوں پر مشتمل ہے آپ نے دو مرتبہ لکھی، حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ اس کا ایک نسخہ ابوالمواہب صقریٰ کے وقف میں ہے جو انہوں نے اپنے لئے مختصر کیا تھا۔

پچاس برس تک آپ نے لکھنے کا کام کیا، آپ نے اپنے ہاتھ سے دو ہزار جلدیں لکھیں۔ آخری عمر میں چار برس تک نابینا رہے، انہوں نے اپنے شیخ الموفق بن قدامہ المقدسی کی کتاب "المغنی" جو کہ دس بڑی جلدوں پر مشتمل ہے کئی مرتبہ لکھی۔

انہوں نے بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ بھی پایا جس میں وہ کام کاج کرنے سے

رہ گئے تھے، اس حالت میں انہوں نے اشعار کہے۔

ترجمہ: ''میں کاغذ قلم اٹھانے سے عاجز آچکا ہوں کاغذ قلم کے ساتھ الفت کے بعد، میں نے ہزاروں مجلدات لکھیں، جن میں جہاں بھر کے علوم ہیں سوائے میرے دکھ کے، علم انسان کے لئے زینت وشرافت ہے اس پر عمل کرو، عمل مثل علم کے ہے، میں زندگی بھر علم طلب کرتا اور لکھتا رہا، یہاں تک کہ میں بڑھاپے اور ضعف میں مبتلا کر دیا گیا۔''

جسم کی راحت کے ساتھ علم حاصل کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی

قاضی عیاض کی ترتیب المدارک میں مالکی فقیہ، محدث، امام محمد بن سحنون القیروانی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۵۶ھ)، کی سوانح میں آیا ہے، مالکی کہتے ہیں کہ محمد بن سحنون کی ایک لونڈی تھی، اس کو ام مدام کہا جاتا تھا، امام ایک دن ان کے ہاں تھے اور دیر تک کتاب کی تصنیف وتالیف میں مشغول رہے وہ کھانا لے کر آئی اور عرض کیا کہ کھانا کھالیں تو انہوں نے کہا کہ میں اس وقت مشغول ہوں۔ جب انتظار کرتے کرتے کافی دیر ہوگئی تو اس نے ایک لقمہ ان کے منہ میں ڈالنا شروع کر دیا یہاں تک کہ کھانا ختم ہوگیا، وہ جس کام میں تھے اس کو طول دے رہے تھے، یہاں تک کہ صبح کی اذان ہوگئی، تو فرمایا، ام مدام، پوری رات ہم مشغول رہے لاؤ جو کھانا وغیرہ تمہارے پاس ہے، اس نے کہا میرے سردار وہ تو لقمہ لقمہ کر کے میں آپ کے منہ میں ڈال چکی ہوں، تو فرمایا مجھے تو اس کا احساس بھی نہیں ہوا۔

رات کے ایک حصہ میں تصنیف کرتا ہوں

''تذکرۃ الحفاظ'' میں ابوالنصر امام حافظ شیخ الاسلام محمد بن الطوسی رحمہ اللہ

تعالیٰ شوافع کے شیخ اور نابغہ روزگار اشخاص میں سے ایک (وفات ۳۴۴ھ) کی سوانح میں آیا ہے:

ان کے شاگرد امام حاکم فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن منصور سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ ابوالنصر ۷۰ ستر سال سے لوگوں کو فتویٰ دیتے رہے اور کبھی ان کے فتویٰ پر مواخذہ نہیں کیا گیا، حاکم کہتے ہیں کہ میں نے دو مرتبہ ان کی طرف سفر کیا، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ تصنیف وتالیف کے لئے کب فارغ ہوتے ہیں، تو فرمایا میں نے رات تین حصوں پر تقسیم کی ہے ایک حصہ میں تصنیف کرتا ہوں، اور ایک حصہ میں قرآن کریم کی تلاوت، اور ایک حصہ میں نیند کرتا ہوں، حاکم کہتے ہیں کہ آپ امام، عابد، زاہد، کامل ادب والے تھے، میں نے ان سے اچھی نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا، آپ امر بالمروف اور نہی عن المنکر کیا کرتے تھے۔

ہاتھ کی کمائی اور علم کی خدمت

انباری کی "نزهة الالباء" اور قفطی کی "ابناء الرواة" اور ابن خلکان کی "وفیات" میں ابوسعید حسن بن عبداللہ السیرافی رحمہ اللہ تعالیٰ، قاضی، نحوی، بغدادی، فارسی الاصل، جامع العلوم والفنون رحمہ اللہ تعالیٰ (ولات ۲۸۴ھ وفات ۳۶۸ھ) کی سوانح میں آیا ہے کہ ان کی ولادت فارس کے شہر سیراف میں ہوئی، وہیں انہوں نے طلبِ علم کی ابتدا کی، پھر بغداد آئے اور کبار مشائخ سے علم حاصل کیا، پھر ان کو قاضی بنایا گیا، یہ قرآن کا درس دیا کرتے تھے، قرأت، علوم قرآن، علم نحو، لغت، فقہ، فرائض، کلام، شعر، عروض، قوافی، حساب اور ان کے علاوہ پڑھایا کرتے تھے، بصریوں کے نحو کے بڑے عالم تھے، فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کی نسبت رکھتے تھے، بغداد میں شیخ القراء ابوبکر بن مجاہد سے قرآن پڑھا، اور لغت کے شیخ ابوبکر بن درید سے لغت اور ان دونوں نے ان سے نحو پڑھی، ابوبکر بن السراج بغدادی،

اور ابوبکر مبرمان بغدادی سے انہوں نے نحو پڑھی، ان میں سے ایک نے ان سے قرأت اور دوسرے نے حساب پڑھا۔

انہوں نے بہت ساری کتب تصنیف کیں، ان میں ان کی سب کی بڑی تصنیف "کتاب سیبویه" کی شرح ہے، کتاب سیبویہ کی ان سے اچھی شرح کسی نے نہیں لکھی، اور اگر ان کی کوئی دوسری تصنیف نہ بھی ہوتی تو ان کی فضیلت کے لئے یہی کافی تھی، اور ان کی ایک کتاب "المقصورة الدريدية" کی شرح ہے، اور ایک سو اوراق پر مشتمل ان کی ایک کتاب ہمزات وصل اور ہمزات قطع پر ہے، اور ایک کتاب "اخبار النحاة البصريين" ہے، اور ایک کتاب "الوقف والابتداء" ہے، اور ایک کتاب "صناعة الشعر والبلاغة" ہے اور ایک کتاب "جزيرة العرب" ہے۔

آپ انتہائی زاہد تھے صرف اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے اور جب تک دس اوراق نہ لکھ لیتے تو اس وقت تک مجلس قضاء یا مجلس تدریس کے لئے تشریف نہ لے جاتے، اس تحریر کی دس درہم اجرت لیتے جو اس کے اخراجات کے بقدر ہوتے تھے، ان کا خط بہت اچھا تھا، پھر مجلس کی طرف نکلتے، بہت پاکیزہ، عفیف، اچھے طور طریقے والے، اچھے اخلاق والے تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ قفطی کہتے ہیں کہ ان کے واقعات میں نے یہاں مختصراً ذکر کر دیئے ہیں، تفصیلی احوال پر میں نے الگ ایک مفید کتاب بنام "المفيد فى اخبار ابى سعيد" لکھی ہے۔

منفردِ زمانہ کتاب کے مصنف

امام لغوی، فقیہہ، ادیب، نحوی، شاعر، ادیب، ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ، ایک منفرد زمانہ کتاب "مقاييس اللغة" کے مصنف ہیں، آپ قزوین میں بڑے ہوئے پھر ہمذان کا سفر کیا، وہاں مقیم ہوگئے، اور غربت بھوک

وافلاس نے آپ کو آ گھیر لیا تھا، مقروض اور تنگ دست ہو گئے تھے، ہمذان کی شکایت میں انہوں نے اشعار کہے۔

ترجمہ: ''ہمذان میں بارش شروع ہوگئی لیکن میں اس کا قائل نہیں، سوائے اس کے کہ آنتڑیوں میں آگ بھڑک رہی ہے، میں کیوں نہ اس شہر کے لئے دعا کروں جس نے مجھ کو بدلہ نسیان کا دیا جو کچھ میں جانتا تھا، اور جو کچھ جانتا تھا وہ میں بھول گیا، اور میں مقروض بھی ہو گیا اور میرے گھر میں ایک درہم بھی نہ رہا: پھر ہمذان سے ری منتقل ہو گئے، اور وفات تک وہیں مقیم رہے۔

ایک مہینہ میں تیس جز لکھنا

خطیب بغدادی نے ''تاریخ بغداد'' میں اور حافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام شیخ الفقہاء والمحدثین ابوبکر احمد بن محمد البرقانی شیخ بغداد رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۳۳۶ھ وفات ۴۲۵ھ) کے بارے میں لکھا ہے:

برقانی فرماتے ہیں کہ جب میں اسفرایین میں داخل ہوا تو میرے پاس تین دینار اور ایک درہم تھا، مجھ سے دینار تو گم ہو گئے اور صرف ایک درہم باقی رہا، وہ درہم میں نے نان بائی کو دے دیا، میں روزانہ اس سے دو روٹیاں لیتا اور بشر بن احمد سے حدیث کا ایک جز لے کر جامع مسجد میں چلا جاتا اور عشاء تک اس کو لکھ کر فارغ کر دیتا، ایک مہینہ میں، میں نے تیس جز لکھ لئے اور نان بائی کے پاس جو رقم میری تھی وہ بھی ختم ہو گئی اور میں نے اس شہر سے سفر کر لیا۔

جس نے سردی گرمی علم کے لئے برداشت نہیں کی اس کے لئے کوئی خیر نہیں

''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ حمیدی، محمد بن فتوح الاندلسی البغدادی رحمہ اللہ

تعالیٰ، امام ابن حزم اور خطیب بغدادی کے شاگرد (ولادت در اندلس ۴۲۰ھ اور وفات در بغداد ۴۸۸ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

امیر ابن ماکولا کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے دوست حمیدی کی طرح کسی عفت پاکدامنی ورع، علمی مشغلہ میں منہمک نہیں دیکھا، آپ نے تاریخ اندلس تصنیف کی، ابراہیم السلماسی کہتے ہیں کہ میری نظر میں حمیدی جیسا صاحبِ فضیلت، سردار، گہرے علم والا، اور علم کی نشر و اشاعت والا کوئی نہیں، یحییٰ ابن البناء کہتے ہیں کہ حمیدی کی سخت محنت و مشقت میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ سخت گرمی کی رات میں لکھا کرتے تھے، اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے بڑے برتن جس میں کپڑے دھوتے ہیں بیٹھا کرتے تھے، کسی نے خوب کہا ہے کہ جس نے سردی گرمی برداشت نہیں کی اس میں کوئی خیر نہیں۔

روزانہ چودہ ورق کی تصنیف

حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں اور تاج السبکی نے "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" میں امام محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۲۲۴ھ وفات ۳۱۰ھ) کے احوال میں لکھا ہے کہ انہوں نے ۷۶ سال کی عمر پائی، ان کے بلوغ کو پہنچنے کے بعد سے وفات تک کے ایام ان کے تلامذہ نے گنے پھر ان کی تصانیف کے اوراق ان ایام پر تقسیم کئے تو ہر دن پر چودہ ورق آئے، امام ابن جریر کے شاگرد ابو محمد عبداللہ بن احمد بن جعفر الفرغانی کہتے ہیں کہ امام ابن جریر اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کا خیال نہیں کرتے چاہے کتنی تکلیف ان کو دی جاتی، اہلِ علم ان کے علم، زہد، و دنیا سے بے رغبتی اور اسی پر قناعت جو حصہ اُن کے لئے ان کے والد نے طبرستان میں چھوڑا تھا کے منکر نہ تھے۔

فرمایا کہ محمد بن جریر نے بارہ برس کی عمر میں ۲۳۹ھ میں آمل سے سفرِ علم شروع

کیا تھا، والد نے ان کو سفر کی اجازت دی اور ان کے والد ان کو زندگی بھر ایک شہر سے دوسرے شہر کے مختلف چیزوں کی طرف متوجہ کرتے رہے، میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ والد صاحب کی طرف سے پہنچنے والے خرچ میں تاخیر ہوگئی تو مجبوراً مجھ کو اپنی قمیص کی آستین کھول کر بیچنی پڑی" اس زمانہ میں خوبصورت قسم کی آستین الگ سے قمیصوں کے ساتھ لگائی جاتی تھی۔"

ایک درہم پر دو ماہ گزارہ

حافظ ذہبی "تذکرة الحفاظ" میں حافظ ابوبکر عبداللہ بن امام حافظ ابوداؤد السجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۲۳۰ھ وفات ۳۱۶ھ) کے احوال میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب میں کوفہ میں داخل ہوا تو میرے پاس ایک درہم تھا، میں نے اس ایک درہم کا تیس مد لوبیا خرید لیا، میں یہی لوبیا کھاتا رہا، اور کوفہ کے محدث عبداللہ بن سعید الکندی سے کتابت حدیث کرتا رہا، جب لوبیا ختم ہونے کو آئے تو اس وقت تک میں ان سے تیس ہزار مقطوع اور مرسل احادیث لکھ چکا تھا، ان احادیث کے لکھنے میں مجھ کو کم از کم دو ماہ کا عرصہ لگا۔

ایک سال میں سات مرتبہ صحیح مسلم لکھنا

علامہ یاقوت الحموی نے "معجم الأدباء" اور حافظ ذہبی نے "تذکرة الحفاظ" میں امام ابوبکر محمد بن احمد البغدادی المعروف ابن خاضبہ رحمہ اللہ تعالیٰ (وفات ۴۸۹ھ) کے احوال میں لکھا ہے:

محمد طاہر المقدسی کہتے ہیں کہ میں نے ابن خاضبہ سے سنا میں نے ان کے سامنے بیان کیا کہ بعض ہاشمیوں نے اصفہان میں مجھے بیان کیا کہ ابوالحسین بن مہتدی باللہ اعتزال کی طرف مائل ہے، اس نے کہا کہ مجھ کو علم نہیں لیکن میں تم کو ایک حکایت بیان کرتا ہوں۔

جب بغداد میں سیلاب والے سال میرا گھر میری کتابوں اور کپڑوں پر گر گیا، اور میرا کچھ بھی اس کے علاوہ نہ تھا، میرا کنبہ تھا، میری والدہ، بیوی، بچیاں تھیں، میں کتابیں لکھا کرتا تھا اور ان پر خرچ کرتا تھا، مجھے یاد ہے کہ اس سال میں نے صحیح مسلم سات مرتبہ لکھی تھی۔

ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور ایک پکارنے والا پکار رہا ہے کہ ابن خاضبہ کہاں ہے، مجھے اس کے سامنے حاضر کیا گیا تو اس نے مجھ کو کہا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، جب میں دروازے سے اندر داخل ہوگیا تو چت لیٹ گیا اور ایک پاؤں دوسرے پر رکھ لیا، میں نے کہا شکر ہے کہ لکھنے سے میری جان چھوٹ گئی، میں نے سر اٹھایا تو ایک خرچ ایک لڑکے کے ہاتھ میں تھاما ہوا تھا، میں نے کہا یہ کس کا ہے؟ اس نے کہا کہ شریف ابوالحسن جو غرق ہوا ہے کا ہے، جب صبح ہوئی تو اس کی موت کی خبر آئی۔

محرومی کے علاوہ ہر چیز میں ان کا حصہ کم تھا

ابن خلکان نے "وفیات الاعیان" میں ابومحمد عبداللہ بن محمد البکری رحمہ اللہ تعالیٰ، ادیب، ابن صارہ، الاندلسی، الشنتريني، مشہور شاعر (وفات ۵۱۷ھ) کی سوانح میں آیا ہے، کہ وہ ماہر شاعر تھے، نظم اور شعر دونوں میں مہارت تامہ رکھتے تھے، محرومی کے علاہ ہر چیز میں ان کا حصہ بہت کم تھا، فقر اور تنگدستی کی وجہ سے وہ چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی فروخت کر دیا کرتے تھے، بہت کوشش کے بعد وہ کسی والی کے منشی کے درجے تک پہنچے، جب بادشاہوں کا اندلس سے انخلا ہوا تو انہوں نے اشبیلہ میں پناہ لی، ان کی حالت رات کی تاریکی سے زیادہ متوحش تھی اور وہ زیادہ منفرد تھے سہیل ستارے سے، کتابوں کی کتابت میں ان کو بڑی مہارت اور بصیرت تھی، لیکن کساد بازاری کی وجہ سے یہ راستہ بھی ان کے لئے خالی نکلا، اس بارے میں انہوں نے کہا

ہے۔

؎ اَمّا الوَاقَة فَهی اَیْکَةَ حَرْفَة
اَوْرَاقِها وَثمَارِهَا الْحَرمان

تَرْجَمَہ: ’’کتابت ایک ناپسندیدہ حرفت ہے اس کے اوراق اور اس کے پھل محرومی ہے۔‘‘

؎ تَشْبهْت صَاحبُها بحَالة ابرة
تکْسر الْعَراة وَجسْمِها عُرْیَان

تَرْجَمَہ: ’’میں اس کام کرنے والے کی تشبیہ سوئی سے دیتا ہوں، کہ ننگوں کوتو کپڑے پہناتی ہے لیکن اس کا اپنا جسم ننگا ہوتا ہے۔‘‘

زندگی بھر کا فقر

قفطی کی ’’ابناء الرواة‘‘ اور ابن خلکان کی ’’وفیات الاعیان‘‘ اور سیوطی کی ’’بغیة الوعاة‘‘ میں ابن ظفر الصقلی المکی الحموی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۴۹۷ھ وفات ۵۶۵ھ) کے احوال میں جو آیا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

وہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن صفر، حجۃ الدین، مفسر، نحوی، لغوی، کثیر السفر، فاضل اور ادیبوں میں یگانہ روزگار مفید تصانیف والے تھے۔

صیقلیہ میں پیدا ہوئے، مکہ مکرمہ میں بڑے ہوئے، پھر مختلف شہروں میں منتقل ہوتے گئے، یہاں تک کہ مغرب میں داخل ہوگئے، افریقہ اور اندلس میں گشت کیا، مہدیہ میں ایک مدت قیام کیا وہاں فرنگیوں کے ساتھ لڑائی کا انہوں نے مشاہدہ کیا، مسلمانوں سے ان کی موجودگی میں وہ جگہ فرنگیوں نے قبضہ کی۔

پھر صیقلیہ منتقل ہوگئے، پھر مصر چلے گئے، پھر حلب آگئے، پھر مدرسہ ابن عصرون میں مقیم ہوگئے، وہاں انہوں نے ایک بہت بڑی تفسیر تصنیف کی، پھر شیعہ

سنی فسادتا ہوگئے، تو باقی سامان کے ساتھ ان کی کتابیں بھی لوٹ لی گئیں، پھر وہ "حماۃ" شہر چلے گئے اور اس کو اپنا وطن بنالیا اور بزبان حال انہوں نے کہا:

تَتَقَاذَفُ الْاَحْوَالُ بِیْ کَأَنَّنِیْ
وُلِّیْتُ أَمْرَسَاحَةِ الْاٰفَاقِ

ترجمہ: "مصائب مجھ کو ادھر ادھر پھینک رہے ہیں گویا کہ آفاق کی پیمائش کا کام میرے حوالے کیا گیا ہے۔"

ضرورت اور حاجت کی وجہ سے انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح غیر کفو میں کر دیا تھا، اس کا شوہر اس کو "حماۃ" سے لے گیا اور کسی دوسرے شہر میں اس کو فروخت کر دای، ان کو "حماۃ" میں قبولیت حاصل ہوئی وہیں مقیم ہوگئے، طلبہ کو بہت فائدہ پہنچایا، ان کو جو مشاہرہ دیا جاتا تھا وہ ان کی ضرورت سے بہت کم تھا، وہ مرتے تم تک فقر کو سینے سے لگائے ہوئے تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

وہ عالم، صالح، زاہد اور متقی تھے، ضروری امور میں مصروف اور اپنی حالت پر صابر تھے، انہوں نے ادب میں بہترین کتب تصنیف کیں اور قرآن کریم کی بھی ایک بہترین تفسیر "الینبوع" کے نام سے لکھی، تقریباً تصانیف منفرد اور عجیب نوعیت کی چھوڑ گئے تھے، اور گویا کہ انہوں نے اپنے اوپر کثرت مصائب کی وجہ سے اپنا آپ ہی مراد لیا انہوں نے فرمایا:

عَلٰی قَدْرِ فَضْلِ الْمَرْءِ تَأْتِیْ خُطُوْبُهٗ
وَيُعْرَفُ عِنْدَ الصَّبْرِ فِيْمَا يُصِيْبُهٗ

ترجمہ: "آدمی کی فضیلت کے مطابق اس پر مصائب آتے ہیں، اور آدمی پہنچے ہوئے مصیبت کے وقت پہچانا جاتا ہے۔"

وَمَنْ قَلَّ فِيْمَا يَتَّقِيْهِ اِصْطِبَارُهٗ
فَقَدْ قَلَّ فِيْمَا يَرْتَجِيْهِ نَصِيْبُهٗ

اور جس چیز سے انسان بچنا چاہتا ہو اگر اس میں اس کا صبر کم ہو تو جس چیز کی وہ تمنا کرتا ہے اس میں اس کا حصہ کم ہوتا ہے۔

آدھے دینار پر قناعت

حافظ ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' اور تاج السبکی نے ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں امام مقتدا، شیخ النحو، ابوالبرکات، کمال الدین عبدالرحمٰن بن محمد بن عبیداللہ الابناری نزیل بغداد رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح میں لکھا ہے:

کہ ابومنصور الرزاز وغیرہ سے آپ نے نظامیہ میں فقہ حاصل کی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں کمال حاصل کیا، اور خلافیات یعنی ''فقہ المقارن'' پڑھی اور ابنار میں سماع حدیث اپنے والد خلیفہ ابن محفوظ سے اور بغداد میں ابومنصور بن خیرون سے، عبدالوہاب انماطی سے، قاضی ابوبکر بن محمد الشہرزوری سے اور کئی ایک سے کی، پھر نظامیہ میں اعادہ کیا، حدیث بھی وہاں پڑھائی اور وعظ بھی کیا، ابن الجوالیقی ابوالسعادات ابن الشجری سے علم ادب حاصل کیا اور کئی دیوانوں کی شرح کی اور ان کو نشر کیا اور بلا مقابل ادب میں عراق کے شیخ ہوئے، بڑے بڑے ائمہ نے ان سے علم حاصل کیا، نحو میں بھی آپ بہت بڑے امام تھے، آپ ثقہ عفیف، مناظر، گہرے علم والے، متقی، زاہد، عابد اور پاکباز تھے، کسی سے کوئی چیز قبول نہ کرتے تھے۔

کھانے پینے میں تنگ گزران والے تھے، دنیا کی کسی چیز کے ساتھ آلودہ نہیں ہوئے، سیدھے راستہ پر چلے، ابن النجار نے ان کی بہت تصانیف نقل کیں، ان سے استفادہ کے لئے دنیا کے تمام اطراف کی طرف سے سفر ہوئے۔

ان کے شاگرد موفق بن عبداللطیف البغدادی کہتے ہیں کہ کمال ہمارے شیخ تھے، عبادت کے لئے یکسو ہو کر اس راستہ پر چلنے والوں میں ان سے زیادہ قوی ہم نے

کوئی نہیں دیکھا اور اس اسلوب میں ان سے زیادہ سچا کوئی نہیں تھا، وہ بالکل سچ ہی سچ تھے ان میں کسی قسم کا تصنع نہ تھا، شر اور احوال دنیا سے ناواقف تھے، والد سے ایک گھر ملا تھا، اسی میں رہا کرتے تھے اور ایک دکان تھی جس کا کرایہ مہینہ کا آدھا دینار تھا، اس پر قناعت کیا کرتے تھے اور اسی سے کاغذ خرید تے۔

خلیفہ متضیٰ باللہ نے ان کے لئے پانچ درہم بھیجے لیکن قبول نہ کیے، واپس لوٹا دیئے، انہوں نے کہا کہ قبول کر کے بچوں کو دے دو، تو فرمانے لگے کہ اگر میں نے ان کو پیدا کیا ہوتا تو میں ہی ان کو رزق دیتا، روشنی نہیں جلایا کرتے تھے، ان کی لکڑی کے تخت پر ان کے کپڑے اور عمامہ ہوتا، جمعہ کے روز پہن کے جمعہ کے لئے نکلتے، جمعہ کے علاوہ باہر نہیں نکلا کرتے تھے، گھر میں پرانے کپڑے پہنتے ایک سوتیں کتابیں انہوں نے تصنیف کیں، ان کی مشہور کتاب "**نزهة الألباء في طبقات الأباء**" ہے۔

حافظ ابوالقاسم بن عساکر الدمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال

وہ امام حافظ محدث، رحال، ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ تھے، ان کی ولادت ۴۹۹ھ دمشق میں ہوئی اور ۵۷۱ھ میں وہیں فوت ہوئے، انہوں نے دمشق اور شام کی تاریخ اسی ۸۰ جلدوں میں تحریر کی، یہ ان کے دیگر عظیم الشان اور کثیر تصانیف کے علاوہ ہے، یہ امام اپنے اوقات کے ایک ایک لحظہ کا خیال کیا کرتے تھے، انہوں نے اسلامی مکتبوں کو اتنا ذخیرہ فراہم کیا کہ آج بڑے بڑے علمی مراکز اس کے طبع کرنے سے عاجز ہیں، جب کہ انہوں نے تنہا اس کی کتابت کی اور اپنی قلم اور ہاتھ سے اس کی تالیف کی، تخریج و تحقیق بھی خود ہی کی، اصول جمع کئے انتخاب کیا اور ان کو نظم و مرتب کیا اور ایک ناطق و گویا نشانی کی طرح لوگوں کے لئے نکال کر لائے، بے شک وہ عجائبات کے عجوبہ تھے، حافظہ وافر تھا، ہمت کو تالیف پر صرف کرنے،

دہشت زدہ کرنے والی کثیر تالیفات میں وقت کی حفاظت اور اس کو کام میں لانے والے تھے۔

میں ان کے احوال کا مختصراً تذکرہ تین کتابوں کے حوالے سے کروں گا۔

❶ قاضی ابن خلکان نے ”وفیات الاعیان“ میں ان کے احوال میں لکھا ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں شام کے محدث تھے اور فقہاء شافعیہ کے سرکردہ افراد میں سے تھے، ان پر حدیث کا غلبہ تھا، اسی سے انہوں نے شہرت حاصل کی، طلب حدیث میں انہوں نے محنت کر کے اتنا ذخیرہ جمع کر لیا تھا، جس کا اتفاق کسی دوسرے کو نہ ہو سکا تھا، انہوں نے سفر کئے شہروں کی مسافتیں طے کیں، چکر لگائے، مشائخ سے ملاقاتیں کیں، یہ حافظ ابوسعید عبدالکریم ابن السمعانی کے ہم سفر تھے، سمعانی نے دارالسلام بغداد میں جن شیوخ سے ملاقات کی ان کی تعداد سات ہزار تک پہنچتی ہے۔

یہ حافظ تھے، دیانت والے تھے، انہوں نے متون و اسانید کو جمع کیا بغداد میں سماع کیا، پھر دمشق واپس آئے، پھر خراسان کا سفر کیا، نیشاپور، ہرات، اصفہان اور جبال میں تشریف لے گئے، کئی مفید کتابیں انہوں نے تصنیف کیں، کتابوں کی تخریج کی، احادیث پر بہت اچھا کلام کیا کرتے تھے، جمع و تالیف میں وہ حظ محسوس کرتے تھے۔ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد کی طرز پر انہوں نے تاریخ دمشق ۸۰ جلدوں میں تحریر کی، اس میں انہوں نے عجائبات جمع کئے ہیں، لیکن حجم وسعت، افادہ میں یہ اس سے کئی گنا زیادہ ہیں۔

شیخ حافظ مصر، علامہ ذکی الدین ابومحمد عبدالعظیم المنذری نے جب اس تاریخ کا تذکرہ ہو رہا تھا تو کہا اور ایک جلد بھی اس کی نکال لائے، بات اس تاریخ کی عظمت پر طویل ہوئی کہ میرا خیال یہ ہے کہ اس شخص نے جس دن ہوش سنبھالا، اسی دن سے اس نے اس تاریخ کے لکھنے کا عزم کیا ہوگا اور اسی وقت سے اس کا مواد جمع کرنا

شروع کیا ہوگا، ورنہ تدریس میں مشغولیت اور شہرت حاصل کر لینے کے بعد اس قسم کی تصنیف کسی انسان کے بس کی بات نہیں رہتی، بے شک انہوں نے حق بات ہی کہی ہے، جس شخص کو اس کتاب کا علم ہو وہ ان کی بات کی حقانیت جانتا ہے ورنہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس قسم کی چیز وضع کر سکے اور تاریخ میں انہوں نے جو مواد ذکر کیا یہ وہ مواد ہے جس کا انہوں نے اپنے اصول کے مطابق انتخاب کیا اور ظاہر ہے کہ انتخاب کئی مسودوں کے جمع کیے بغیر نہیں ہوسکتا، ابن عساکر کی تالیفات کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے، ایک ان میں ''تاریخ مدینہ دمشق'' ہے جو اسی ۸۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔

❷ حافظ ذہبی نے ''تذکرة الحفاظ'' میں کہا ہے کہ وہ امام حافظ کبیر، محدث شام، فخر الائمہ، ابوالقاسم، ابن عساکر، تاریخ کبیر، اور کتب کثیرہ کے مصنف تھے، ۴۹۹ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے اور ۵۰۵ھ میں انہوں نے اپنے بھائی امام ضیاء الدین ہبۃ اللہ اور اپنے والد کی نگرانی میں سماع شروع کیا، دمشق کے تمام شیوخ سے سماع کرنے کے بعد ۵۲۰ھ میں انہوں نے وہاں سے کوچ کیا اور بغداد، مکۃ المکرمہ، کوفہ، نیشاپور، اصفہان، مرو اور ہرات کے شیوخ سے سماع کیا، انہوں نے ''اربعین البدانیہ'' تحریر کی، یعنی چالیس احادیث چالیس شہروں کے چالیس شیوخ سے، جن کے شیوخ کی تعداد تیرہ سو سے کچھ زیادہ ہے جبکہ اسی ۸۰ خواتین بھی ان کے شیوخ میں شامل ہیں، دمشق کی طرف ان کی مراجعت ۵۳۳ھ میں ہوئی۔

خلق کثیر نے ان سے روایت کی ہے، ان کے ہم سفر ابوسعد السمعانی بھی ان سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں پھر ذہبی نے ان کی تصانیف گنوائیں جن کی تعداد پچاس ہے اور انہوں نے چار سو اسی ۴۸۰ مجالس علم میں املا بھی کروایا اور ہر مجلس کی املا ایک کتاب کے برابر ہے۔

ان کے صاحبزادے بہاء الدین القاسم نے کہا کہ میرے والد رحمہ اللہ تعالیٰ

جماعت اور تلاوت کے بہت پابند تھے، ایک ہفتہ میں ختم کیا کرتے تھے اور رمضان میں یومیہ ایک ختم کیا کرتے تھے، جامع دمشق کے مینارہ شرقیہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور بکثرت نوافل اور اذکار بھی کیا کرتے تھے، ماہ شعبان کی پندرہویں رات اور عیدین کی راتوں میں ذکر اذکار کے لئے آپ جاگا کرتے تھے۔ وہ اپنی عمر کے ایک ایک لحظہ پر اپنے نفس کا محاسبہ کیا کرتے تھے، چالیس سال تک انہوں نے خلوت وجلوت میں اپنے آپ کو سوائے سماع جمع وترتیب کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہیں کیا۔

حافظ ابوالعلاء الہمذانی نے کہا کہ ابن عساکر کو بغداد میں ان کی ذہانت حسن ادراک کی وجہ سے آگ کے شعلے سے تعبیر کیا جاتا تھا، ابن المواہب بن صصری نے کہا کہ میں نے ان کو کہا کہ ہمارے سردار نے اپنا مثل کوئی دیکھا، تو فرمایا ایسا نہ کہو، اللہ کریم نے ارشاد فرمایا "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" پھر فرمایا کہ اگر کوئی کہنے والا یہ کہہ دے کہ میری آنکھوں نے تیرے جیسا کوئی نہیں دیکھا تو سچ کہتا ہے۔

پھر ابوالمواہب نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ میں نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا اور نہ کسی میں ان جیسی صفات کا مجموعہ دیکھا، کہ چالیس برس تک انہوں نے ایک ہی طریقہ کو لازم پکڑا ہے، بغیر عذر کے انہوں نے صف اول کی جماعت ترک نہیں کی اور رمضان کے مہینے اور عشرہ ذی الحجۃ کا اعتکاف انہوں نے لازمی کیا، اموال جمع کرنے اور گھر بنانے کی طرف انہوں نے خیال بھی نہیں کیا، مناصب، امامت، و خطابت سے انہوں نے اعراض ہی کیا ہے، اپنے اوپر انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو لازم کیا اور اللہ کے معاملہ میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرا کرتے تھے۔

۳ امام تاج الدین السبکی نے "طبقات الشافعیة الکبریٰ" میں ان کی سوانح میں کہا کہ وہ الامام الجلیل، ابوالقاسم بن عساکر تھے، ان کے اجداد میں کسی کا نام

عساکر نہ تھا، انہوں نے اس لقب سے شہرت اس وجہ سے حاصل کی کہ وہ سنت کے خادم و ناصر، اپنے زمانہ میں ائمہ حدیث کے امام، دانا حفاظ کے مہر اور سفر کرنے والے طلباء کے مرکز تھے۔

انہوں نے مختلف علوم اپنے اندر جمع کر رکھے تھے، علم وعمل کے علاوہ ان کا کوئی ساتھی نہ تھا، اور ان کا منتہیٰ مقصد یہی دو چیزیں تھیں، ان کا ایسا حافظہ تھا کہ کوئی چیز ان کے ذہن سے نکلتی نہ تھی اور ایسا ضبط ان کے ہاں ابتدائی اور انتہائی حصے برابر تھے۔ اور ایسا اتقان کہ اسلاف سے اگر وہ فائق نہ تھے مساوی ضرور تھے اور ایسا وسیع علم کہ یہ اس سے سیراب ہوئے اور لوگوں کو فاقہ زدہ چھوڑا۔

خلق کثیر سے سماع کیا، ان کے شیوخ کی تعداد تیرہ سو مرد اور اسی ۸۰ عورتیں ہیں، انہوں نے عراق، مکہ، مدینہ کا سفر کیا، اور بلاد عجم میں اصفہان، نیشا پور، مرو، تبریز، مہینہ، بیہق، خسرو، جرد، بسطام، رامغان، ری، ہمذان، اسدآبا، و جی، ہرات، بون، ولع، بوشنگ، سرخس، نوقان، سمنان، ربیر، مرند، خوئی، جربا ذقان، مشکان، روذاور، آرجیش کا سفر کیا اور سماع کیا۔

ابنار، رافقہ، رحبہ، ماردین، ماکسین وغیرہ مشہور شہروں اور مختلف اقلیموں میں بھی سماع کیا، کسی جگہ کی دوری ان کے لئے کوئی معنی نہ رکھتی تھی، دور کے صحرا و جنگلات میں سفر کرتے وقت سوائے تقویٰ کے ان کا کوئی ساتھی نہ ہوتا تھا، یہی ان کا انیس تھا، ان کا عزم ایسا تھا کہ اپنے مقصد کے حصول کے علاوہ کوئی چیز ان کی نظر میں اچھا درجہ نہ رکھتی تھی۔

ان کے شیخ ابوالفضل طوسی نے کہا کہ ہم نہیں سمجھتے کہ آج ''حافظ'' لقب کا ان سے زیادہ کوئی مستحق ہو، ابن النجار نے کہا کہ وہ اپنے وقت میں امام المحدثین تھے، حفظِ اتقان، علومِ حدیث کی معرفتِ تام، ثقاہت، حسن تجوید، حسن تصنیف کی ریاست ان تک منتہی تھی اور انہی کے ساتھ یہ چیزیں ختم ہوگئیں۔

حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ

(م ۲۳۳ھ) آپ فرماتے ہیں کہ ”میں نے اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔“[1]

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ

(م ۱۸۵ھ) آپ مشہور و معروف امام فقہ ہیں، آپ کی پچپن (۵۵) تالیف ہیں، یہ وہ تعداد ہے جن کو انوار الباری میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس تعداد کے علاوہ اور بھی ہیں۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کی کثرت مطالعہ کا تذکرہ ہو چکا۔ آپ کی تالیفات کی تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰) تک بیان کی گئی ہے۔ اس میں مشغولیت کا یہ حال تھا کہ کھانے اور کپڑے کا ہوش بھی نہ تھا۔ دس رومی عورتیں نقل کتب پر مامور تھیں۔[2]

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ خود اپنا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”میں نے حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک ہزار شتر (اونٹ) کے بوجھ کی برابر کتابیں لکھیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو مجھے علم سے کوئی مناسبت نہ ہوتی۔“[3]

حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کی تمام زندگی تصنیف و تالیف اور انہماک فی العلم ہی میں گزری۔ تالیفات کی تعداد اسی (۸۰) ہے۔[4]

---

[1] علمائے سلف　　[2] مقدمہ انوار الباری

[3] مقدمہ انوار الباری　　[4] امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ: ص ۳۲

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ

(م۵۰۵ھ) آپ کی تصانیف کی تعداد اٹھتر (۷۸) ہے۔ صرف ایک کتاب "یاقوت التاویل" کی چالیس (جلدیں) ہیں، بیس (۲۰) سال کی عمر سے یہ کام شروع کر دیا تھا۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کی تصانیف کی تعداد بائیس (۲۲) ہے۔

بخاری شریف میں دس ہزار احادیث ہیں اور ہر ایک حدیث شریف کے لکھتے وقت دو رکعت نماز ادا فرماتے اور دعا کرتے، اس کے بعد حدیث شریف نقل فرماتے۔ تاریخ کبیر ہی کو دیکھیے کہ کس قدر بڑی کتاب ہے۔[1]

حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کی تصانیف دس ہیں، ان کتابوں کو دیکھ کر اندازہ ہوگا کہ وہ دس ہی ایک کتب خانہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔[2]

حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ

(م۳۲۰ھ) آپ نے عقائد باطلہ کی تردید میں جلیل القدر کتابیں تصنیف کی ہیں، کل تعداد دو سو پچاس (۲۵۰) یا تین سو (۳۰۰) ہے۔

اور بعض بعض کتابوں کی جلدیں دس دس اور بارہ بارہ ہیں۔[3]

حضرت علامہ ابن شاہین محدث رحمہ اللہ تعالیٰ

(م۳۸۵ھ) آپ نے بھی خوب لکھا، اگر اس روشنائی کا حساب لگایا جائے جو

---

[1] مقدمہ فتح الباری: ص۴۶۵ تا ۴۹۳

[2] بستان المحدثین: ص۱۸۱، تذکرۃ المحدثین [3] تاریخ دعوت: ۱/۱۲۷

انہوں نے حدیثوں کے لکھنے میں صرف کی ہے تو شاید منوں سے تجاوز کر جائے، ایک من چالیس (۴۰) سیر کا ہوتا ہے۔[1]

آپ نے تین سوتیس (۳۳۰) کتابیں تصنیف کی ہیں، ان میں سے التفسیر الکبیر کے ایک ہزار جز اور المسند کے ڈیڑھ ہزار تاریخ کے ایک سو پچاس (۱۵۰) جز اور الزہر کے سو (۱۰۰) جز میں خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود ان سے نقل کیا ہے اور جب اس روشنائی کی قیمت کا حساب لگایا گیا تو پانچ سو درہم (۵۰۰) ہوئے۔

حضرت علامہ ابن الہادی رحمہ اللہ تعالیٰ

(م ۷۴۴ھ) آپ کا حال تھا کہ کم عمری کے باوجود بڑی تعداد تصانیف کی چھوڑی ہیں۔[2]

حضرت علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(۷۲۳ھ) آپ کے حالات بھی بڑے دلچسپ ہیں، قربانی و ایثار اور علمی انہماک میں آپ خود اپنی مثال آپ ہیں۔ باوجود قید و بند کی صعوبتوں کے بڑی بھاری تعداد میں تصانیف کا خزانہ وراثت میں چھوڑا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی پوری زندگی علم کی خدمت میں گزری ہے، جب آپ نظر بند تھے، اور ہر قسم کے اشیاء لکھنے پڑھنے کی حکومت نے قبضہ کر لی تھیں، تو آپ نے منتشر اوراق پر کوئلوں سے لکھنا شروع کر دیا۔

چنانچہ بہت سے رسائل ایسے ہی ملے تھے، جو کوئلوں سے تحریر کردہ تھے۔[3]

جو مسودات جیل سے برآمد ہوئے تھے، ان کی کل تعداد ساٹھ (۶۰) جلدوں سے زائد تھی۔

---

[1] نظام تعلیم: ص ۸۴ [2] تاریخ دعوت وعزیمت: ج ۲ ص ۳۸۶، ص ۴۱۴

[3] تاریخ دعوت وعزیمت: ۲/۱۲۳

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پوتے فرماتے ہیں

کہ میں نے اپنے دادا سے ایک مرتبہ برسر منبر یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار (۲۰۰۰) جلدیں لکھی ہیں، آپ کی تعداد تصانیف دو سو پچاس (۲۵۰) ہیں، آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے ان قلموں کا تراشہ جن سے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہے، جو کہ جمع شدہ تھا، اس تراشہ سے میری غسل میت کا پانی گرم کیا جائے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تعداد تصانیف ایک ہزار تک شمار میں آئیں۔[1]

حضرت محمد بن زکریا رازی رحمہ اللہ تعالیٰ

(م ۶۰۶ھ) آپ کی تصانیف ایک سو سڑسٹھ (۱۶۷) ہے، اور ایک قول دو سو اڑتیس (۲۳۸) کا بھی ہے۔ اکیس (۲۱) سال کی عمر میں اس کام کو شروع کر دیا تھا۔[2]

حضرت ابوالفرج اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(م ۳۵۶ھ) آپ نے کتاب الاغانی کی اکیس (۲۱) جلدیں تصنیف کیں۔ جس میں پچاس (۵۰) برس صرف ہوئے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

آپ کو یہ ایک انفرادی اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے مختلف عنوانات کے تحت کثیر صفحات اور مجلد کی صورت میں کافی کتابیں لکھی ہیں، جن کی تقریباً تعداد (۲،۷۰۰) تک پہنچ جاتی ہے۔ اور بڑی ضخیم ضخیم کتابیں آپ کی موجود ہیں۔

بادشاہی مسجد کے خطیب مولانا عبدالقادر آزاد حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی

---

[1] علمائے سلف: ص ۳۵، تاریخ دعوت: ۱/۲۷۶ [2] حکمائے اسلام: ۱/۱۱۹

کتب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی تعداد (۲۷۰۰) بنتی ہے۔[1]

سبحان اللہ! اب بتایئے کہ یہ حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوں گے، تو ان کو کتنی سرخروئی نصیب ہوگی۔

الحمدللہ آج قرضہ ادا ہوگیا

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ''اعلاء السنن'' تصنیف فرمائی، مولانا موصوف پہلی جلد لکھ کر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لے گئے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیکھا اور پسند فرمایا، دوسری جلد لکھنے کا حکم دیا، مولانا نے دوسری جلد مکمل کی اور وہ بھی حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کی، حضرت نے بے حد پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اتنے خوش ہوئے کہ جو چادر اوڑھے ہوئے تھے وہ اتار کر مولانا عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اوڑھا دی اور فرمایا:

''علمائے احناف پر، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بارہ سو سے قرض چلا آرہا تھا، الحمدللہ آج وہ ادا ہوگیا۔''[2]

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہ

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت نوراللہ مرقدہ کو تصنیف و تالیف کا نہایت اعلیٰ ذوق

---

[1] بحوالہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کی پوری زندگی

[2] تذکرہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ص ۲۶۳

عطا فرمایا تھا، جو گویا کہ فطرت میں ودیعت تھا، اس شعبہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو کام لیا وہ خاص مقبولانِ الٰہی کا حصہ ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے تالیفی کام کی ابتدا زمانۂ طالبِ علمی سے ہو چکی تھی، گویا جب سے قلم پکڑنا سیکھا، تب سے تالیفی کام کا آغاز ہوا، پہلی کتاب جو آپ کے قلم سے نکلی وہ الفیہ بن مالک (علم نحو کی معروف کتاب) کی شرح تھی اور یہ حضرت کی طالبِ علمی کا دوسرا سال تھا، جب کہ سن مبارک تیرہ چودہ کے درمیان تھا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''درس کے دوسرے سال میں نے جب الفیہ شروع کیا تو ساتھ ساتھ اس کی اردو شرح بھی شروع کی، جو کل تین جلدوں میں پوری ہوئی۔

پہلا جز بہت مفصل شرح کے طور پر، اس کے بعد مختصر ہوتی چلی گئی اور ۱۸ شعبان ۱۳۲۹ھ پنجشنبہ کو پوری ہوئی، اس کا مسودہ المادی میں موجود ہے۔''[1]

اسی طرح شرح سلم العلوم، اضافہ بر اشکال اقلیدس، تقریر مشکوٰۃ اور تقاریر کتبِ حدیث بھی زمانہ طالب علمی میں لکھی گئیں۔[2]

طالبِ علمی سے فراغت کے بعد جب آپ ۱۳۳۵ھ میں مظاہر علوم میں مدرس ہوئے تو اسی سال دو کتابیں تالیف فرمائیں۔ ایک مظاہرہ علوم کے حالات میں، جو بعد میں تاریخ مظاہر کے نام سے شائع ہوئی اور دوسری اپنے مشائخ سلسلہ کے حالات پر جو ''تاریخ مشائخ چشت'' کے نام سے طبع ہوئی۔

تالیفی سفر کی ابتدا وانتہا

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا تالیفی سفر جو زمانہ طالب علمی ۲۹ھ سے شروع ہوا تھا، بغیر کسی وقفہ کے قبیل وفات تک مسلسل جاری رہا، آخری سالوں میں ڈاک کی

---

[1] آپ بیتی نمبر۲: ص ۱۲۵ [2] آپ بیتی ۲: ص ۱۲۶

غیر معمولی کثرت، واردین و صادرین کے شبانہ روز ہجوم، گونا گوں امرض کی شدت اور ضعف و نقاہت کے غلبہ کے باوجود آپ کا تالیفی کام جاری رہتا۔ اور کوئی نہ کوئی کتاب یا رسالہ زیر تالیف رہتا، یہاں تک کہ آپ یکم شعبان ۱۴۰۲ھ (۲۴ مئی ۱۹۸۲ء) کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے اور قلم کے ۴۷ سالہ مسافر نے دم لیا۔

سفر وحضر میں تالیفات کا انہماک

حضرت شیخ کے ہاں تالیف کا سلسلہ سفر وحضر میں برابر جاری رہتا تھا۔ ابتدائی دور میں ''خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی'' خالص سفری تالیف ہے، اور بذل المجہود کی طباعت کے سلسلہ میں آپ کو بار بار دہلی جانا ہوتا تھا۔ دو تین دن دہلی میں قیام رہتا، اور بذل کی تصحیح سے جو فرصت کے لمحات میسر آتے، حضرت شیخ ان کو شمائل ترمذی کی شرح پر صرف کرتے۔ دو تین دن کے بعد واپسی ہوتی تو اوراق حاجی محمد عثمان صاحب کے پاس دریبہ کلاں میں چھوڑ آتے، اسی طرح یہ پوری کتاب سفر میں لکھی گئی۔

۱۳۴۳ھ میں اس کی تالیف شروع ہوئی اور جمادی الاخریٰ ۱۳۴۴ھ شب جمعہ میں پوری ہوئی۔[1]

خوارقِ تالیف

حضرت شیخ کی بعض کتابیں ایسی ہیں، جن کی تالیف کو کرامت اور خرق عادات ہی پر محمول کیا جا سکتا ہے، اس کی مثال رسالہ حجۃ الوداع ہے، جس کی تالیف ایک دن اور ڈیڑھ رات میں ہوئی۔ شوال ۴۱ھ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو مشکوٰۃ شریف کا پہلی بار سبق ملا۔

کتاب الحج پر پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ حجۃ الوداع میں

---

[1] آپ بیتی ۲: ص ۱۳۱

معرکۃ الاراء حدیثی وفقہی مباحث کے پیش نظر اس رسالہ کی تالیف کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ ۲۲ ربیع الاول شب جمعہ کو ۱۲ بجے اس کی تالیف شروع کی، اور شنبہ کی صبح کو اس کی تکمیل ہوگئی۔

خارق عادت تالیف کی دوسری مثال ''حکایات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' ہے، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت شیخ پر کئی سال سے اصرار ہو رہا تھا کہ ایک رسالہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حالات پر تحریر فرما دیا جائے، مگر ہجوم مشاغل کی بناء پر حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس کی فرصت نہیں تھی، صفر ۱۳۵۷ھ میں اجراڑے جاتے ہوئے میرٹھ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ پر نکسیر کا شدید حملہ ہوا، گھڑوں خون نکل گیا اور بے ہوشی کے عالم میں آپ کو سہارنپور لایا گیا، کافی عرصہ صاحب فراموش رہے اور اطباء نے دماغی کام یکسر بند کرا دیا، لیکن حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اور بے کاری؟

''ضِدَّانِ لَا يَجْتَمِعَانِ''

ترجمہ: ''دو ضدیں تھیں جو جمع نہیں ہو سکتی۔''

چنانچہ بیماری کے اس زمانے کو غنیمت سمجھ کر پڑے پڑے حکایات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم لکھنا شروع کر دی جو ۱۲ شوال ۱۳۵۷ھ کو پوری ہوئی۔

تالیفات کی مقبولیت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی روحانیت واخلاص اور اکابر ومشائخ کی توجہات کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی تالیفات کو جو مقبولیت عطا فرمائی وہ کسی تشریح اور وضاحت کی محتاج نہیں، آپ کے فضائل کے رسائل جو ''تبلیغی نصاب'' اور ''فضائل اعمال'' کے نام سے معروف ہیں، دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں، جہاں ان سے استفادہ نہ کیا جاتا ہو۔

بعض حضرات کے اندازے کے مطابق دن اور رات کے چوبیں گھنٹوں میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا، جس میں دنیا کے کسی نہ کسی خطہ میں کتب فضائل کا مذاکرہ نہ ہو۔ بلا مبالغہ لاکھوں بندگان خدا اس سے مستفید ہوئے، اور ان کی زندگیوں میں انقلاب آیا اور یہ سلسلہ ماشاء اللہ روز افزوں ہے، کثرتِ اشاعت کے لحاظ سے بھی اردو کتابوں میں کوئی کتاب کتب فضائل کی ہمسر نہیں، اور یہ کتاب "فضائل اعمال" کثیر زبانوں میں بے شمار تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور شائع ہو رہی ہے۔

مختصر کلام

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ م ۷۵۱ھ آپ کی تصانیف کی تعداد بے شمار ہے۔

اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ م ۷۷۴ھ کا بھی حال یہی ہے کہ وہ کثیر التصانیف عالم ہیں۔ شیخ علی متقی رحمہ اللہ تعالیٰ م ۹۷۵ھ کی تصانیف کی تعداد ایک سو سے زائد ہے۔

ابو النصر فارابی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعداد تصانیف ایک سو تیرہ (۱۱۳) ہیں۔ ابن سینا رحمہ اللہ تعالیٰ م ۴۲۸ھ بھی ان علماء میں ہیں، جن کی تالیفات بے شمار ہیں۔[1]

حضرت مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ م ۸۹۸ھ نے ۵۴ اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ م ۴۶۳ھ نے ۵۶ اور ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ م ۵۰۰ھ نے ۴۰۰ سے زیادہ، ابن حبیب قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۱ سو کتابیں تصنیف کی ہیں، مظفر بن الافطس نے المظفری کی ۵۰ جلدیں لکھیں۔ ابن الاعرابی م ۵۳۳ھ کی نسبت لکھا ہے کہ اس نے محض اپنی یادداشت سے اتنا زیادہ علم لکھایا کہ کئی اونٹوں کے بوجھ کے برابر ہے۔[2]

ان کے علاوہ ابن جریر نے زندگی میں تین لاکھ اٹھاون ہزار اوراق لکھے، علامہ باقلانی نے صرف معتزلہ کے رد میں ستر ہزار اوراق لکھے۔

---

[1] حکمائے اسلام: ۸/۱ [2] بحوالہ اسلامی کتب خانے

مشہور فلسفی مسلمان اور طبیب ابن سینا کی تصانیف میں "الحاصل المحصول" بیس جلدوں میں "الانصاف" بیس جلدوں میں "الشفاء" اٹھارہ جلدوں میں "لسان العرب" دس جلدوں میں اور اسی طرح دیگر کئی تصانیف کئی کئی جلدوں میں ہیں۔

• نویں صدی کے مشہور محدث حافظ ابن حجر عسقلانی کی "فتح الباری شرح بخاری" چودہ جلدوں میں "تہذیب التہذیب" بارہ جلدوں میں "الاصابة" نو جلدوں میں "لسان المیزان" چار جلدوں میں اور "تغلیق التعلیق" پانچ جلدوں میں ہے۔

ان کے علاوہ اور دوسرے علماء کرام جنہوں نے اس میدان میں بڑے بڑے کام کئے وہ بھی بے شمار ہیں۔ مثلاً ابن ہشام رحمہ اللہ تعالیٰ م ۲۱۸ھ، ابن خلدون رحمہ اللہ تعالیٰ م ۸۰۸ھ، ابن خلکان رحمہ اللہ تعالیٰ م ۶۸۱ھ، ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ م ۲۱۱ھ، امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ م ۹۱۱ھ، علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ م ۱۲۵۰ھ، علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ م ۶۷۶ھ، ابن جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ م ۳۷۰ھ، ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ م ۷۴۸ھ، اصمعی رحمہ اللہ تعالیٰ م ۲۱۳ھ وغیرہم۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ، ابن اثیر رحمہ اللہ تعالیٰ، علامہ بلاذری رحمہ اللہ تعالیٰ، امام مقری رحمہ اللہ تعالیٰ، بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ اور بہت سے مشاہیر امت ہیں جن کا اجمالی تعارف بھی اس رسالہ کو بہت طویل کردے گا۔

غرضیکہ مشاہیرِ امت، علمائے اسلام نے اس تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی پوری توجہ اور محنت سے کام لیا اور اس کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ اور کوئی علم وفن ایسا نہیں چھوڑا، جس پر ان کا قلم نہ چلا ہو اور اپنی تحقیقات و معلومات کو بڑی مقدار میں نہ جمع کردیا ہو، جس کا اقرار دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں۔

جرجی زیدان لکھتا ہے:

''مسلمانوں نے اس وقت کے تمام علوم وفنون و فلسفہ، طب، نجوم، ریاضی، ادب، تاریخ وغیرہ وغیرہ کو جو تمام اقوام عالم میں رائج تھے، اپنی زبان میں لے لیا اور یہ تمام علمی ذخیرہ صرف صدی ڈیڑھ صدی میں جمع کر لیا تھا، اور اہل روما پوری چار صدی تک بھی یونانی علوم کو بھی نقل نہ کر سکے تھے۔ یہ مسلمانوں کی عجیب خصوصیت ہے جو دنیا کی کسی اور قوم میں نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے تمدن کے تمام اسباب حیرت انگیز عجلت کے ساتھ مہیا کر لئے۔[۱]

اہل نظر جانتے ہیں کہ ظہورِ اسلام کے وقت علم کہیں عام نہ تھا، عرب میں بھی سوائے چند افراد کے نہ کوئی لکھنا پڑھنا جانتا تھا اور نہ عربی زبان میں کوئی کتاب موجود تھی، لیکن مسلمانوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں عربی کو اتنا متمول (دولت علم سے مالا مال) بنا دیا کہ بقول ''موسیر یسبان'' یورپ کی یونیورسٹیاں چھ برس تک عربی کتابوں کے تراجم پر زندہ رہیں۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پندرہویں صدی تک کسی ایسے مصنف کا حوالہ نہ دیا جاتا تھا، جس نے عربی کتاب سے استفادہ نہ کیا ہو۔[۲]

علمائے اسلام اور مشاہیرِ امت نے بلاشبہ ایسی جہد و محنت کی، جو ناقابلِ فراموش ہیں، جس فن میں یا علم کو مدون کرنے یا کسی اور شے کی حقیقت دریافت کرنے کی طرف اگر وہ متوجہ ہوئے تو انہوں نے اس کا حق ادا کر دیا۔ حضرت ابوعبید بن سلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار اپنے تلامذہ سے کہا میں نے چالیس برس اپنی کتاب غریب الحدیث کی تصنیف میں صرف کیے، اکثر فوائد لوگوں کی باتوں سے ملے، جن کو میں موقع بموقع اس کتاب میں درج کرتا تھا، بعض فوائد کے حاصل ہونے سے فرطِ مسرت سے تمام رات جاگتا رہتا تھا۔

اور جب طب کی طرف متوجہ ہوئے تو اس میں بھی نمایاں ترقی حاصل کی۔

---

[۱] اسلامی کتب خانے: ص ۲۷ [۲] ماخوذ از اسلامی کتب خانے: ص ۲۷، ۲۸

ابوالمنظور سے بہت سی نئی نباتات دریافت کیں، پہاڑوں پر جاتے ایک مصور ہمراہ ہوتا اور بوٹی کی نشو ونما کے مختلف مدارج میں اس کا مطالعہ کرتے اور مصور سے اسی رنگ وغیرہ کے ساتھ تصویر بنواتے۔ (یعنی نئی نباتات اور بوٹی کی نشو ونما کی تصویر) اور اس کے بعد اس پر گہری نظر سے مطالعہ کرتے تھے۔

اب ہم آخر میں تصنیف اور تالیف کے بارے میں قیمتی اور نادر و نایاب ارشادات لکھ رہے ہیں، تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں۔

مصنّفین کی اہمیت اور دارالتصنیف والتالیف کے قیام کی ضرورت کے بارے میں حکیم الامت مجدد اہلِ سنت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ کے قیمتی ارشادات

فرمایا کہ مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی مدرسہ امدادالعلوم تھانہ بھون میں طالب علموں کو پڑھانے کے لئے آئے تھے، مگر اب میں نے ان کو درس کے کام سے نکال کر تصنیف کے کام میں لگا دیا ہے اس کی آج کل سخت ضرورت ہے، مدرس تو بہت ہیں مصنف بھی ہونے چاہئیں، یہ کام اگر علماء اپنے ہاتھ میں لے لیں تو غیر علماء کو (مصنف بننے کی) ہمت نہ ہو اور نہ کوئی ان کی تصانیف کے سامنے ان کی قدر کرے، میرا ارادہ اس شعبہ کو مستقل کر دینے کا ہے، اس کی آج کل سخت ضرورت ہے۔[1]

تصنیف تالیف کی کثرت امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے خواص میں سے ہے

ایک بزرگ کا قول ہے کہ تصنیف بھی اس امت محمدیہ کے خواص میں سے ہے،

[1] حسن العزیز: ۴/۱۶۲

فرمایا واقعی اور دوسری امتوں میں اس شان کی تصنیف نہیں ہوئی، ایک ایک حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا سکتے ہیں اور وسائط کے نام بتلا سکتے ہیں کہ فلاں سے فلاں نے روایت کی ہے اور ان کے حالات بھی بتلا سکتے ہیں کہ کون کس درجہ کا تھا، یہ اس مذہب کی خصوصیات میں سے ہے، ورنہ کوئی مذہب بھی کسی اپنی مذہبی بات کو اپنے پیشوا تک اس طرح سلسلہ کے ساتھ نہیں پہنچا سکتا۔

اور زیادہ عجیب اس لئے ہے کہ خلفاء اور سلاطین اکثر ان حضرات مصنّفین کے مخالف رہے ہیں جس سے یہ معلوم ہوگیا کہ ان سے امداد تو کیا ملتی اور الٹی مخالفت کا معاملہ رہتا تھا باوجود کسی مادی امداد نہ ہونے کے ایسی عظیم الشان خدمت نہایت عجیب ہے۔[۱]

تصنیف وتالیف کا کام نہایت مشکل کام ہے

فرمایا کہ تصنیف کا کام بھی بہت مشکل کام ہے جو کام کرتا ہے وہی جانتا ہے کہ کیا مشکلات پڑتی ہیں، آج کل جو اکثر تصنیفات ہیں کہ مصنّفین برساتی مینڈک کی طرح امڈ پڑتے ہیں۔ اس وقت ان کا ذکر نہیں ان کا تو یہ قصہ ہے کہ ایک پہلو لے لیا اور رسالہ لکھ مارا چاہے آگے پھر کچھ بھی ہوا کرے۔

ذکر ان مصنّفین کا ہے جو محقق ہیں جن کے سامنے ہر پہلو ہے اور ہر جزئی اور کلی پر ان کی نظر ہے اور اس حالت میں پھر تصنیف کرتے ہیں ان کی حالت تصنیف کے وقت ایسی ہوتی ہے جیسے جاں کنی کے وقت ہوتی ہے۔[۲]

میں کوئی چیز نہیں ہوں لیکن حالت یہ ہے کہ جب کبھی کوئی رسالہ لکھتا ہوں تو راتوں کو نیند نہیں آتی پنسل کاغذ پاس لے کر سوتا ہوں اور جو کچھ یاد آتا ہے راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس کو لکھتا ہوں۔[۳]

---

[۱] افاضات الیومیہ ہفتم: ۲۵۶/۷ [۲] افاضات الیومیہ: ۳۶۲/۷ [۳] دعوات عبدیت: ۷۹/۳

کتاب لکھنے کی غرض وغایت

ایک انگریز ایجنٹ نے حضرت والا سے پوچھا کہ آپ کو تفسیر لکھنے میں کتنے روپے ملے؟ حضرت والا نے فرمایا کچھ بھی نہیں، اس نے بہت تعجب کیا اور کہا پھر اتنی بڑی کتاب لکھنے کی آپ نے محنت ہی کیوں کی؟

حضرت والا نے فرمایا کہ ہم لوگ اس کے قائل ہیں کہ اس زندگی کے علاوہ ایک اور بھی زندگی ہے جس کو آخرت کہتے ہیں، میں نے یہ محنت اس توقع پر کی ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے اس کا عوض اس دوسری زندگی میں ملے گا اور ایک اس سے دنیا کا فائدہ بھی ہے، وہ یہ کہ جب میں دیکھوں گا کہ میرے مسلمان بھائی اس کو پڑھ پڑھ کر فائدہ اٹھا رہے ہیں تو مجھ کو خوشی ہوگی۔

حضرت والا کی یہ تقریر سن کر انگریز پر خاص اثر ہوا اور اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے قلب میں اس جواب کی بہت وقعت ہوئی۔[1]

کتابوں کو رجسٹری کرانا اور حق تصنیف کی بیع کرنا

حقوق کی بیع کوئی معنی ہی نہیں، حق کوئی متقوم چیز نہیں، یہ سب جہالت ہے۔[2]

حضرت والا نے محض خدمت دین سمجھ کر لوجہ اللہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور مقصود دین کی اشاعت ہے، اس لئے حضرت والا نے اپنی کسی تصنیف کی نہ خود رجسٹری کرائی نہ کسی دوسرے کو رجسٹری کرانے کی اجازت دی، کیونکہ رجسٹری کرنا اور کرانا شرعاً ناجائز ہے، حضرت والا نے ایک اعلان بھی شائع فرمایا جو بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے۔

"چونکہ یہاں کی تصانیف پر کسی سے کچھ حق تصنیف وغیرہ نہیں لیا جاتا اس لئے ان کی رجسٹری کرانے کا کسی کو حق نہیں فقط۔"[3]

---

[1] اشرف السوانح: ص ۴۸ [2] حسن العزیز: ۴/ ۱۵۷ [3] اشرف السوانح: ص ۴۸

حضرت والا کی طرف سے عام اجازت ہے کہ جس تصنیف کو جو چاہے اور جتنی تعداد میں چاہے چھاپ سکتا ہے۔
اپنی کسی تصنیف سے کبھی کسی قسم کا دنیوی مفاد حاصل نہیں فرمایا، یہاں تک کہ کسی کتاب کے طبع ہو جانے کے بعد اس کے نسخہ کے ملنے کی بھی توقع نہیں رکھی، چہ جائیکہ شرط، البتہ کسی نے محبت سے کوئی نسخہ پیش کیا تو لینے سے انکار بھی نہیں فرمایا۔[1]

کتاب پر مصنف کا نام لکھنا

مردوں کے واسطے بھی میں کہتا ہوں کہ کتاب پر مصنف کا نام لکھنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ مقصود خدمتِ خلق ہے، خدمت نام سے نہیں ہوتی تو نام لکھنے میں سوائے شہرتِ نفس اور نفس پرستی کے کیا ہے۔
خیر مردوں کے لئے چنداں حرج بھی نہیں بلکہ اس میں مصلحت بھی ہوسکتی ہے کہ مصنف کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے سے کتاب کا درجہ اور اس کی روایات کا درجہ متعین ہو جاتا ہے۔[2]

عورتوں کو اپنا نام پتہ کسی مضمون یا رسالہ میں نہیں ظاہر کرنا چاہیئے

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ عورتوں کو اپنی تصنیف پر نام لکھنے سے کیا مقصود ہوتا ہے، اگر ایک مفید مضمون دوسری عورتوں کے کان تک پہنچاتا ہے تو اس کے لئے نام کی کیا ضرورت ہے، مضمون تو بغیر نام کے بھی پہنچ سکتا ہے پھر نام کیوں لکھا جاتا ہے۔
ایک آفت نازل ہوئی ہے کہ تعلیم یافتہ عورتیں اخباروں میں مضامین دیتی ہیں

[1] اشرف السوانح: ص ۴۷ [2] التبلیغ: ۲/۷ کساء النساء

اور اس میں اپنا نام اور گلی اور مکان کا نمبر بھی ہوتا ہے، شاید اس لئے کہ لوگوں میں ان سے خط و کتابت میں میل ملاقات میں دقت نہ ہو۔ نہ معلوم ان کی غیرت کہاں اڑ گئی اور نہ جانے ان کے مردوں کی غیرت کہاں گئی، انہوں نے اس کو کیوں کر گوارہ کر لیا یوں کہیئے کہ طبیعتیں ہی مسخ ہوگئیں۔

عورت کے لئے تو کسی طرح نام (و پتہ) لکھنا مناسب نہیں، عورتوں کو تو کوئی تعلق سوائے خاوند کے کسی سے بھی نہ رکھنا چاہیئے۔[1]

عورتیں بھی مصنف بن سکتی ہیں

ایک لڑکی کی تصنیف کردہ کتاب میرے پاس آئی جس کو میں نے پڑھا تو وہ بہت نافع معلوم ہوئی، اس میں کوئی نقصان کی بات نہ تھی، مگر اخیر میں مصنف کا پورا نام اور پتہ لکھا ہوا تھا کہ فلاں محلے کی رہنے والی، میں حیران ہوا کہ اگر تصدیق کرتا ہوں تو پورا پتہ لکھنے کے واسطے بھی سند ہو جائے گی، کیونکہ نام اور پتہ وغیرہ سب لکھا ہوا تھا اور تصدیق نہ کی، اسی تردد میں تھا کہ ایک ترکیب سمجھ میں آگئی وہ یہ کہ میں نے مصنفہ کا نام کاٹ دیا اور اس کے بجائے لکھ دیا، راقمہ امۃ اللہ، (اللہ کی ایک بندی) اور تقریظ میں لکھ دیا کہ یہ کتاب نہایت عمدہ ہے، اور سب سے زیادہ خوبی اس میں یہ ہے کہ یہ ایسی بی بی کی تصنیف کردہ ہے جو بڑی حیادار ہے کہ انہوں نے اپنا نام بھی اس پر نہیں لکھا، یہ ترکیب نہایت اچھی رہی اس واسطے کہ اگر وہ میری تصدیق اپنی کتاب پر چھاپیں گی تو اپنا نام نہیں لکھ سکتیں اور اگر اپنا نام لکھیں گی تو میری تصدیق نہیں چھاپ سکتیں، چلو میرا پیچھا چھوٹا۔[2]

کتابوں کے نام نرم اور معنی خیز رکھنے چاہئیں

میں نے اپنی کتابوں کے نام نرم رکھے ہیں، چھیڑ چھاڑ کا نام اچھا نہیں، کتاب

---

[1] التبلیغ: ۷/۷۰ [2] التبلیغ: ۷/۷۱

کا نام نرم رکھنا چاہیئے، شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے، جس کتاب کو دیکھنا چاہو تو پہلے دیکھو کہ نام کیسا ہے اگر نام مناسب نہیں ہے تو کتاب مت دیکھو پھر تمہید دیکھو اگر تمہید اچھی نہ ہو تو پھر بھی اس کو چھوڑ دو۔

سخت نام رکھنے میں شریعت پر خشونت کا حرف آتا ہے، حالانکہ شریعت بڑی شفقت و رحمت کی چیز ہے، بعض کتابوں کے نام ہیں "شریعت کا لٹھ" "شریعت کا آرہ"۔[1]

فرمایا کتابوں کے نام بعض لوگ تو بالکل ہی مہمل رکھ دیتے ہیں، ایک صاحب نے ایک کتاب لکھی اس میں کلمات کفریہ جمع کیے ہیں اور نام رکھا ہے "توپ، گالی الٰہی" یعنی خدا تعالیٰ کو برا کہنے اور کفر بکنے کی وعید۔[2]

بعض مصنّفین کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کیوں اس شخص نے تکلیف اٹھائی اور وقت بے کار کھویا نام تک رکھنے کا سلیقہ نہیں، آج کل تو ہر شخص مصنف بنا ہوا ہے۔[3]

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہیں وصایا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کتاب دیکھنا ہو تو پہلے اس کا نام دیکھو مناسب ہے یا نہیں، اگر نام مناسب نہ ہو تو وقت ضائع نہ کرو۔[4]

اہم ملفوظات، فتاویٰ یا کسی مضمون کا نام رکھنا

میں ملفوظات کے بھی نام رکھ دیتا ہوں، چاہے چھوٹا ہی ذخیرہ ہو اور فتویٰ ہو یا کچھ، غرض جو مضمون اہم ہوتا ہے اس کا نام رکھ دیتا ہوں اس طرح کرنے سے اس کا حاصل کرنا سہل ہوتا ہے، مثلاً اگر چھپ گیا تو منگانا سہل حوالہ دینے میں آسانی ہوتی ہے، اگر کسی اور مضمون میں اس کے حوالہ کی ضرورت ہو تو سہولت ہوتی ہے۔[5]

---

[1] حسن العزیز: ۳/۱۷۷ [2] الفصل للوصل وغیرہ: ص ۴۱۰

[3] الافاضات: ص ۶۲ [4] الفصل للوصل: ص ۲۱۰ [5] الفصل للوصول: ص ۲۱۰

چند نمونے

احقر نے جب ملفوظات و واقعات قلم بند کرنا شروع کیا تو فرمایا کہ نام کیا رکھیے گا، عرض کیا کہ حضور ہی تجویز فرما دیں، فرمایا کہ مجھے تو ایسا نام نہیں رکھنا چاہیے، لیکن ذہن میں ہے ایک نام بہت اچھا ہے، آپ کا نام عزیز الحسن ہے، آپ کی تصنیف کا نام حسن العزیز یعنی اپنے عزیز کا حسن، کیونکہ اصل حسن تو یہی باتیں ہیں۔[1]

نام تو ایسے پر لطف اور بامعنی تجویز فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ! احقر نے ایک انتخاب مثنوی شریف کا کرنا شروع کیا تھا، جس کے ایک حصہ میں سوز و گداز کے عاشقانہ اشعار تھے اور دوسرے میں پند و نصیحت کے اشعار جمع کرنے کا ارادہ تھا، حضرت نے فرمایا پہلے حصہ کا نام ''برق مثنوی'' ہوگا کیونکہ اس میں عاشقانہ اشعار ہوں گے اور دوسرے کا ''رعد مثنوی'' کیونکہ نصیحت آمیز اشعار میں تہدید و ترہیب ہوتی ہے، جو رعد کے مناسب ہے اور مجموعہ کا نام سحاب مثنوی ہوگا جس میں برق و رعد دونوں ہوتے ہیں اور ٹائیٹل پر یہ آیت لکھی جائے ''فِيْهِ ظُلُمَاتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ'' اور جو نیک اثر دونوں قسم کے اشعار کا ہوگا وہ گویا بارانِ رحمت ہوگی۔[2]

تصنیف و تالیف کے متعلق ضروری ہدایات

چوتھی صورت تالیف و تصنیف ہے خواہ اشتہار ہو یا اخبار ہو یا رسالہ و کتاب ہو اس میں بھی ضرورت وقت کا لحاظ رکھیں اور عبارت میں سلاست اور کفایت کی رعایت ہو، اور اگر اللہ تعالیٰ معاش کی صورت اور سبیل عطا فرمائے تو اپنی تصانیف کی خود تجارت نہ کرے۔[3]

تصنیف و تالیف سے متعلق چند کوتاہیاں

اس میں بھی چند کوتاہیاں ہیں:

---

[1] حسن العزیز: ۱/۱۷ [2] حسن العزیز: ص ۱۷ [3] اصلاح انقلاب: ص ۲۳

❶ غیر مفید (مباحث اور) فنون میں تصنیف کرنا۔

❷ ردوقدح (بحث و مباحثہ) ومجادلہ کو اپنی تصنیف میں معظم مقصود بنالینا۔

❸ ایسے مباحث لکھنا جن کی ضرورت عوام کو نہ ہو یا عوام کو مشوش (پریشان کرنے والے ہوں) مثلاً کلام یا تصوف کے نازک مسائل، اور اگر خواص کو نفع پہنچانے کی ایسی ہی ضرورت ہو تو خاص زبان میں مثلاً عربی میں لکھے کہ عوام الناس کی نظر تک نہ پہنچے۔

❹ تصنیف کر کے حق تصنیف بیع کرنا۔

❺ محض تجارت کے لئے عوام کے مذاق پسند تصنیف کر کے اس سے روپیہ حاصل کرنا۔[1]

کام شروع کرنے کا طریقہ

فرمایا کہ جب میں تصنیف کا کام کرتا تھا تو عادت یہ تھی کہ ہر وقت کاغذ پنسل میرے ساتھ رہتے تھے، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کوئی مضمون یاد آ گیا فوراً لکھ لیتا تھا، آدھی رات کو کوئی چیز یاد آتی تو لکھ کر سوتا تھا کیونکہ بعض اوقات مضمون ذہن سے غائب ہو جاتا تھا پھر سوچنے سے بھی نہیں آتا۔[2]

مناسب یہ ہے کہ کاغذ اور پنسل جیب میں پڑا رہے جس وقت جو مضمون ذہن میں آئے اس کا اشارہ لکھ لیا جائے پھر دوسرے وقت ان میں ترتیب دے لی جائے، چنانچہ میری جیب میں پنسل اور کاغذ پڑا ہے ورنہ بعض مضامین ذہن میں آتے ہیں اور پھر نکل جاتے ہیں۔[3]

مسودہ تیار کرنے کا طریقہ

خواجہ عزیز الحسن صاحب اشرف السوانح لکھنے کے لئے طویل چھٹی لے کر تھانہ

---

[1] حقوق العلم: ص ۹۴ [2] مجالس حکیم الامت: ص ۲۲۸ [3] حسن العزیز: ۳/۱۰

بھون میں مقیم تھے، چھٹی ختم ہونے کو آگئی اور کام بہت باقی تھا، حضرت (تھانوی نوراللہ مرقدہ) نے فرمایا کہ میں ہمیشہ کہتا تھا کہ مختصر مختصر جو سامنے آئے اس کو لکھ ڈالو پھر جو یاد آتا رہے گا اضافے ساری عمر کرتے رہنا، کام اسی طرح ہوتا ہے۔ مگر کوئی بڈھوں کی بات مانتا نہیں جوانی کے جوش میں جب کام لے کر بیٹھتے ہیں تو یہ خیال کرتے ہیں کہ سبھی کچھ کر ڈالیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔[1]

حضرت والا کو کسی مضمون کے تحریر فرمانے میں زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی، اکثر بڑے بڑے غامض مضامین کو بھی قلم برداشتہ ہی لکھتے دیکھا گیا اور بعد کو بھی اس میں اضافات و ترمیمات بھی بکثرت فرماتے رہتے تھے۔ حضرت نے یہ اطلاع بھی شائع فرمادی کہ جس مسودے پر میرے دستخط نہ ہوں یا جا بجا میرے ہاتھ کی اصلاح نہ بنی ہوئی ہو وہ میرا نہ سمجھا جائے۔[2]

حیوٰۃ المسلمین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مجھے اتنا تعب کسی تصنیف میں نہ پڑا ہوگا کیونکہ صرف اس تصنیف میں یہ ہوا کہ اس کے اکثر مضامین کے دو مسودے کسی مضمون کے تین مسودے تک لکھنے پڑے۔[3]

یادداشت کاپی اور بیدار مغزی کی ضرورت

جب بہشتی زیور کا دسواں حصہ زیر تالیف تھا جس میں عورتوں کی بے تمیزیوں کا بھی ذکر ہے اس زمانہ میں جب کسی کے گھر تشریف لے جانا ہوتا تو جہاں بے تمیزی کی بات دیکھنے میں آتی، فوراً اس کو اپنی یادداشت میں لکھ لیتے۔

اسی طرح مشی (ٹہلنے) وغیرہ میں بھی حضرت والا کا ذہن اکثر فارغ نہیں رہتا، اکثر مشکل مسائل میں غور وخوض ہی فرماتے رہتے ہیں اور جب کوئی بات سمجھ میں آتی ہے اس کو یادداشت (کاپی) میں فوراً تحریر فرما لینے کا انتظام فرماتے ہیں

---

[1] مجالس حکیم الامت: ص ۲۴۶ [2] اشرف السوانح: ص ۴۴ [3] اشرف السوانح: ص ۴۷

تاکہ ذہن سے نہ نکل جائے، یہاں تک کہ بعض مرتبہ اسی غرض کے لئے جنگل سے لوٹ آئے اور اس مضمون کو قلمبند فرما کر پھر ٹہلنے کے معمول کو پورا کرنے کے لئے جنگل دوبارہ تشریف لے گئے۔

اس کا یہ بھی سبب ہے کہ حضرت والا اپنے دماغ پر کسی بات کے یاد رکھنے کا بار بلا ضرورت کبھی نہ ڈالتے اور کوئی کام ادھار نہیں رکھتے چنانچہ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جس وقت جو کام پیش آتا ہے، میں اس کو دوسرے وقت پر نہیں ٹالتا فوراً کر ڈالتا ہوں، گو اس میں اس وقت تو تھوڑی تکلیف ہوتی ہے لیکن فراغت کے بعد بالکل بے فکری ہو جاتی ہے اور پھر بڑی راحت رہتی ہے، ورنہ ٹالنے سے پھر کام ہوتا ہی نہیں اور اگر ہو بھی تو برابر فکر دامن گیر رہتی ہے اور جتنا وقت گزرتا ہے وہ کلفت ہی میں گزرتا ہے، پھر تھوڑی دیر ہی کی تکلیف ہی کیوں نہ گوارا کر لی جائے۔[۱]

حضرت والا جس زمانہ میں بکثرت کتابیں تصنیف فرماتے تھے اکثر اپنے پاس پنسل اور کاغذ رکھتے تھے اور جس وقت اس کے متعلق کوئی مضمون ذہن میں آتا فوراً اس کو لکھ لیتے، بلکہ بعض اوقات رات کو سوتے وقت بھی تکیہ کے نیچے کاغذ اور پنسل رکھ لیتے تاکہ اگر رات کو بھی کوئی مضمون ذہن میں آئے تو فوراً روشنی کر کے اس کے متعلق یادداشت لکھ لی جائے۔[۲]

تصنیف وتالیف کی مشکلات میں تتبع وتلاش

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بعض تصانیف میں کسی بہت ہی مختصر سی بات معلوم کرنے کے لئے بعض کتابوں کو دوسرے مقامات سے بڑا اہتمام اور خرچ کر کے منگوایا گیا اور اس کی مدد سے ایک ذرا سی عبارت لکھ کر ان کو فوراً واپس کر دیا گیا، اب ذرا سی عبارت دیکھنے والا یوں ہی پڑھتا چلا جائے گا لیکن اس کو کیا خبر کہ

---

[۱] اشرف السوانح: ص ۴۶ [۲] اشرف السوانح: ص ۴۵

اس کے لکھنے میں کتنا اہتمام کیا گیا تھا۔[1]

غور وفکر اور دعا

تفسیر بیان القرآن کے بعض بعض مقامات کی تفسیر لکھنے کے قبل آدھ آدھ گھنٹہ ٹہلتا رہا اور سوچتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا تب کہیں جا کر شرح صدر ہوا اور جن بعض مقامات کے متعلق پھر بھی شرح صدر نہ ہوا، وہاں اس کا اظہار کر دیا اور لکھ دیا کہ اگر اس سے بہتر تفسیر کہیں مل جائے تو اسی کو اختیار کیا جائے چنانچہ تفسیر میں دو مقامات ایسے ہیں ایک سورۂ برأت میں ایک سورۂ حشر میں۔[2]

انضباطِ اوقات اور پابندی کی ضرورت

انضباطِ اوقات میں بڑی برکت ہوتی ہے کوئی کام مشکل نہیں رہتا۔[3]

حضرت والا انضباطِ اوقات کے یہاں تک پابند ہیں کہ جب حضرت والا کے استادِ مکرم جناب مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لا کر مہمان ہوئے، تو حضرت والا نے حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے راحت و آرام کے سارے انتظامات فرما دینے کے بعد جب تصنیف کا وقت آیا، تو نہایت ادب کے ساتھ اجازت حاصل فرما کر تصنیف کے کام میں مشغول ہوگئے گو پھر دل نہ لگا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد حاضر خدمت ہوگئے لیکن بالکل ناغہ اس روز بھی نہ کیا۔[4]

ناغہ کی بے برکتی

ناغہ کی بڑی بے برکتی ہوجاتی ہے چاہے تھوڑا ہی سا ہو لیکن ناغہ نہ کرے، میں بھی جب کوئی مضمون یا کتاب لکھتا ہوں تو ناغہ نہیں کرتا، بعض روز بالکل فرصت نہ ملی تو برکت کے لئے صرف ایک ہی سطر لکھ لی اس سے تعلق قائم رہتا ہے، ورنہ اگر ناغہ

---

[1] اشرف السوانح: ۴۶/۲ — [2] اشرف السوانح: ص۴۶

[3] حسن العزیز: ۵۴۶/۱ — [4] اشرف السوانح: ص۴۶

ہو جائے تو پھر بے تعلقی ہو کر مشکل سے دوبارہ نوبت آتی ہے۔[1]

کام کا جذبہ اور عملی تقاضہ قابلِ قدر ہے

مولوی شبیر علی صاحب نے جو کہ مثنوی شریف کے روز مرہ کے سبق کو ساتھ ساتھ لکھتے جاتے ہیں گرمی اور ضعف و دماغ کی وجہ سے چاہا کہ فی الحال صرف نوٹ لکھ لیا کریں بعد میں شرح لکھ لی جائے، حضرت نے فرمایا کہ سہولت اور مصلحت دیکھ لو کام میں جب تک عملی تقاضا نہ ہو تساہل ہو جاتا ہے، ابھی تو یہ ہے کہ روز کا سبق روز پورا کرنا پڑتا ہے، اگر یہ التزام چھوڑ دیا جائے گا تو پھر عملی تقاضا نہ رہے گا بعد میں پورا کرنا دشوار ہوگا۔[2]

کام کی دھن اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال

فرمایا کسی کتاب یا تصنیف کے ختم کے قریب مجھ کو بہت تقاضا ہوتا ہے، چنانچہ مثنوی شریف کے حصہ ششم کے اخیر ربع کی شرح کو صرف دس دن میں ختم کر دیا، حالانکہ اوسط ہر ربع کا ایک مہینہ کا تھا، جس دن ختم کیا ہے اس دن تمام شب برابر لکھتا رہا اور پھر ظہر کی اذان تک لکھا، یہاں تک کہ ختم کر کے ہی اٹھا۔ آج کل نوجوانوں کی ہمتیں ہی پست ہیں ورنہ اگر ہمت کریں تو حق تعالیٰ خود مدد فرماتے ہیں، الحمد للہ مجھے کوئی کام دشوار نہیں معلوم ہوتا ہمت کر کے لے بیٹھتا ہوں تو حق تعالیٰ پورا ہی فرما دیتے ہیں۔[3]

حضرت والا کے اندر کام سے جلد فراغت حاصل کرنے کا تقاضا فطری ہے، حضرت والا کے اندر کسی کام کو شروع کر کے اس سے اپنے قلب کو فارغ کرنے کا تقاضا اس شدت سے پیدا ہو جاتا ہے کہ جب تک اس سے بالکل فراغت حاصل

---

[1] حسن العزیز: ۱/۵۴۶، ملفوظ ص ۵۴۱ [2] حسن العزیز: ۱/۵۴۶

[3] حسن العزیز: ۱/۵۴۶

نہیں فرما لیتے چین ہی نہیں پڑتا، رات دن، وقت بے وقت (بہ استثناء امور ضروریہ) اسی کی دھن میں لگے رہتے ہیں اور اس کو جلد از جلد پورا ہی فرما کر دم لیتے ہیں۔

چنانچہ جب کلید مثنوی ختم کرنے کے قریب پہنچے تو اس سے فراغت حاصل کرنے کا اس شدت سے تقاضا ہوا کہ اخیر میں دن بھر اسی کو لکھتے رہے، ایک منٹ کے لئے بھی نہ سوئے اور فجر سے قبل اس کو ختم کر کے چھوڑا اور فرمایا کہ پوری رات جاگنے کا پہلا اتفاق ہوا خلاف عادت ہونے کی وجہ سے بخار ہو گیا، لیکن بخار میں بھی ایک اطمینانی کیفیت تھی کیونکہ کام سے فارغ ہونے کے بعد بخار آیا تھا۔[1]

غلو اور زیادہ کاوش سے احتراز

چوتھا سبب حضرت والا کی کثرت تصانیف کا عدم غلو ہے، چنانچہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک بار یہی رائے ظاہر فرمائی تھی، حضرت والا حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی رائے کو نقل فرما کر فرمایا کرتے تھے کہ بالکل صحیح فرمایا، زیادہ کاوش سے کچھ کام نہیں ہوتا، میری نظر تو صرف ضرورت پر رہتی ہے، ضرورت سے زیادہ کاوش کرنے سے بہت جی الجھتا ہے، اسی وجہ سے میری عبارت بہت مختصر ہوتی ہے، مگر اظہار مدعا کے لئے کافی و وافی ہوتی ہے اور واضح بھی ہوتی ہے، بلاضرورت میں ہرگز تطویل نہیں کرتا مگر جہاں موضوع کے لئے تطویل ہی کی ضرورت ہو وہاں تطویل سے بھی گریز نہیں کرتا۔[2]

سلف صالحین کی مخالفت اور ان سے بدگمانی کرنے سے احتراز

فرمایا کہ اہل علم کے کام کی ایک بات بتلاتا ہوں کہ دین پر عمل کرنے کا مدار

[1] اشرف السوانح: ۳/۴۴ [2] اشرف السوانح: ۳/۴۵

سلف صالحین کی عظمت پر ہے اس لئے حتی الامکان ان پر اعتراض وتنقیص کی آنچ نہ آنے دینا چاہیے۔[1]

میں نے بیان القرآن میں یہ بھی التزام کیا ہے کہ تفسیر تو وہی لکھی جو خود میری سمجھ میں آئی لیکن جب تک اس کی تفسیر سلف صالحین کی تفاسیر سے نہیں ملی اس پر اطمینان نہیں کیا، اس التزام میں وقت بھی بہت صرف ہوا، اور ہر مقام کے لئے بہت سی تفاسیر کو دیکھنا پڑا اور دیکھنے والوں کو اس کی خبر بھی نہیں کی اور جہاں اپنی تفسیر کی کوئی صریح تائید سلف سے باوجود تلاش کے نہیں ملی وہاں بھی رکھا میں نے اپنی ہی تفسیر کو، لیکن اس کے آگے یہ لکھ دیا کہ۔ "ھذا من المواھب"

اس صورت میں تفسیر بظاہر تو سلف کی تفاسیر سے ماخوذ معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ سراسر خود حضرت والا ہی کی تفسیر ہے۔[2]

اصل مضمون اور مسودات کو محفوظ رکھنا

حضرت والا مثل دیگر امورِ ضروریہ کے اپنی تصانیف کے متعلق بھی احتیاط اور اہتمام کا التزام رکھتے ہیں، چنانچہ ہر چھوٹی بڑی تصنیف یا تحریری مضمون کے ناموں کی بالالتزام اپنے پاس یادداشت رکھتے ہیں اور وقتاً فوقتاً شائع فرماتے رہتے ہیں، مکمل فہرست محفوظ رہنے کی بڑی مصلحت یہ بھی ہے کہ اس صورت میں کوئی غلط طور پر حضرت والا کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی، چنانچہ حضرت والا ایک عام اطلاع شائع فرمادی کہ جس مسودے پر میرے دستخط نہ ہوں یا جا بجا میرے ہاتھ کی اصلاح بنی ہوئی نہ ہو وہ میرا نہ سمجھا جائے۔[3]

---

[1] الافاضات: ۲/۲۶۵

[2] اشرف السوانح: ص۴۷

[3] اشرف السوانح: ص۴۸

تصحیح الاغلاط وترجیح الراجح کا سلسلہ اپنی غلطی واضح ہو جانے کے بعد اس سے رجوع کرنا اور اس کا اعلان کرنا

مجھ کو اپنے فہم یا تحقیق پر وثوق تو کبھی نہیں ہوا مگر اس کے ساتھ ہی اپنے ساتھ اتنی بدگمانی بھی نہ تھی کہ از خود اپنی زلالت (لغزش) و اغلاط کی تفتیش کا اہتمام کرتا، البتہ اگر کبھی اتفاقاً کسی نے کسی غلطی کی اطلاع دی تو بحمد اللہ فوراً رجوع کر لیا اور کسی نہ کسی موقع پر اس کو شائع کر دیا چنانچہ میری تحریرات سے یہ بات ظاہر ہے۔

خصوصاً امداد الفتاویٰ کے بعض حصص کے اخیر میں ایک طویل فہرست اس کی بھی ملحق ہے، پھر جب ان تنبیہات کی مقدار معتد بہ ہوگئی تو مصلحت معلوم ہوئی کہ اس کا ایک مستقل سلسلہ جاری رکھا جائے، چنانچہ ترجیح الراجح کی یہی حقیقت ہے۔[1]

حضرت والا کی اعظم خصوصیات میں سے یہ ہے کہ اپنی تصانیف کے تسامحات کو جن کا علم خود یا کسی دوسرے کے ذریعے ہوتا رہتا ہے ان سے رجوع فرماتے رہتے ہیں، اور اس رجوع کو شائع بھی فرماتے رہتے ہیں اور اس سلسلہ کا ایک خاص لقب بھی۔ ''ترجیح الراجح'' تجویز کیا گیا ہے جو مستقل طور پر جاری ہے۔ اس سلسلہ میں جہاں حضرت والا کو اپنے تسامح پر شرح صدر ہو جاتا ہے وہاں رجوع فرما لیتے ہیں اور جہاں تردد رہتا ہے وہاں جواب لکھ کر یہ تحریر فرما دیتے ہیں کہ دیگر علماء سے بھی تحقیق کر لی جائے۔

اس سلسلہ کے متعلق ایک مولوی صاحب سے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول احقر نے سنا ہے کہ ترجیح الراجح اس زمانے میں بالکل ایک نرالی چیز ہے، یہ سلف صالحین کا معمول تھا، مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی امتیازی شان اور کمالِ صدق و اخلاق کے ظاہر کرنے کے لئے بس یہ کافی ہے۔[2]

---

[1] اشرف السوانح: ۳/۱۳۳ [2] اشرف السوانح: ۳/۴۹

غایتِ احتیاط دوسرے علماء سے نظر ثانی کروانا

پھر خیال ہوا کہ یہ کیا ضروری ہے کہ ہر لغزش پر کوئی نہ کوئی متنبہ بھی کر دیا کرے تو اس صورت میں بہت سے زلات (لغزشیں) اصلاح سے رہ جائیں گے اس لئے اس کا یہ اہتمام کیا گیا کہ اہل علم میں سے ایسے متدین ومعتمد علماء علماً وعملاً حضرات کو جو نہ میری رعایت کریں اور نہ خواہ مخواہ کا عناد کریں، اپنی تمام مولفات پر نظر ثانی کرنے کے لئے منتخب کر کے ان کو یہ کام سپرد کر دیا گیا کہ ایسے مواقع میں پوری تحقیق اور آزادی سے کام لے کر ایسے زلات کی تصحیح فرما دیں، چنانچہ نہایت خوبی سے یہ کام ہو رہا ہے۔

میری وصیت ہے کہ اگر میرے سامنے یہ کام مکمل نہ ہو تو میرے بعد بھی اس کو جاری رکھیں۔[1]

اگر کوئی کتاب کا رَد لکھے

فرمایا جب کوئی شخص میری کتاب کا رد لکھتا ہے تو جب وہ (رد) میرے پاس آتا ہے تو اول نظر میں خیال یہی ہوتا ہے کہ مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے اس کو اسی نظر سے دیکھتا ہوں کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے تاکہ اس سے رجوع کر کے تصیح کروں اس کا جواب دینے کی نیت سے نہیں دیکھتا۔[2]

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال

سیّد الطائفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نے جب رد بدعات پر کچھ رسالے لکھے تو اہل بدعت سے سب وشتم کی بوچھاڑ شروع ہوئی، بعض مشہور اہل بدعت کی طرف سے بہت سے رسالے ان کے خلاف سب وشتم سے

---

[1] اشرف السوانح: ۱۴۴/۳ [2] مجالس حکیم الامت: ص ۱۶۸

بھرے یکے بعد دیگرے شائع ہوتے تھے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بینائی اس وقت نہیں رہی تھی، مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت کے خادمِ خاص اور معتمد تھے، آنے والی ڈاک کو پڑھ کر سناتے تھے اور پھر جواب لکھنے کی خدمت انہیں کے ذمہ تھی، ان میں وہ رسالے بھی ہوتے تھے جو ان حضرات کی طرف سے آتے تھے۔

کچھ دن ایسے گزرے کہ مولانا محمد یحییٰ صاحب نے کوئی رسالہ نہیں سنایا تو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ مولوی یحییٰ صاحب کیا ہمارے دوست نہیں ہمیں یاد کرنا چھوڑ دیا ہے؟ بہت دنوں سے ان کا رسالہ نہیں آیا۔

مولوی یحییٰ صاحب نے عرض کیا کہ رسالے تو کئی آئے مگر وہ مجھ سے پڑھے نہیں جاتے، حضرت نے فرمایا کیوں؟ عرض کیا ان میں تو گالیاں بھری ہیں، آپ نے پہلے تو فرمایا ارے میاں! کہیں دور کی گالی بھی لگا کرتی ہے؟ پھر فرمایا کہ وہ ضرور سناؤ، ہم تو اس نیت سے سنتے ہیں کہ ان کی کوئی بات قابل قبول ہو تو قبول کریں اگر ہماری کسی غلطی پر صحیح تنبیہ کی گئی ہو تو اپنی اصلاح کریں۔[۱]

کتابوں میں واقع شدہ لغزشوں سے متعلق دو قاعدے

تالیفات کے بعض مقامات میں مجھ سے کچھ لغزشیں بھی ہوئی ہیں جو اس وقت ذہن میں حاضر نہیں، ان کے دو قاعدے عرض کرتا ہوں۔

ایک یہ کہ میری کسی ایسی تصنیف میں جو محل لغزش سے متاخر مؤخر ہو اس کی اصلاح کر دی گئی ہو۔

اور متاخر (مؤخر) ہونا تاریخ کے ملانے سے جو کہ ہر تصنیف کے آخر میں التزاماً لکھی گئی ہے معلوم ہو سکتا ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ میری

---

[۱] مجالس حکیم الامت: ص ۴۲

تالیفات میں جو مضمون متعارض ہو اس میں اخیر کا قول میرا سمجھا جائے گا۔
دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ایسے مواقع مشتبہہ کو دوسرے علماء محققین سے تحقیق کر لی جائے اور ان کے قول کو میرے قول پر ترجیح دی جائے۔
اسی طرح اگر میرا لکھا ہوا کوئی مشتبہ فتویٰ کسی کی نظر سے گزرے اس میں بھی یہی تقریر معروض ہے، کیونکہ بعض اوقات لکھنے کے بعد خود مجھ کو بعض جوابوں کا غلط ہونا محقق ہوا ہے، میں نے سائل کا پتہ معلوم ہونے پر اس کو مطلع بھی کر دیا ہے لیکن پتہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں غلطی میں پڑنے کا احتمال ہو سکتا ہے اس لئے احتیاطاً یہ عرض کیا گیا۔[1]

کتابوں کی تقریظ لکھنا

آج کل یہ بھی پیسے کمانے کی ایک ترکیب ہے کہ علماء کے پاس ایسی کتابیں بھیجی جاتی ہیں اور ظاہر میں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ان میں کوئی نقص ہو تو اس کی اصلاح کر دی جائے، اصلاح تو جیسی مقصود ہوتی ہے معلوم ہے اصلی غرض یہ ہے کہ ان پر تقریظ لکھ دی جائے، تا کہ زیادہ اشاعت ہو سکے چنانچہ بعض بااخلاق علماء تقریظ لکھ بھی دیتے ہیں۔
مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سخت غلطی ہے کیونکہ اس سے ان کو اس بیہودہ تعلیم کی تائید مل جاتی ہے، مجھ سے کوئی پوچھے تو ان کتابوں کی اصلاح یہ ہے کہ ان سب کتابوں کو جمع کر کے ایک دم جلا دیا جائے کیونکہ ہر چیز میں اعتبار غالب کا ہوا کرتا ہے اور ایسی کتابوں میں غالب شر ہی ہے اور شر کا علاج یہی ہے کہ سب کو جلا دو۔[2]

تقریظ لکھنے کی بابت حضرت تھانوی کا معمول

حضرت والا کسی کتاب پر تقریظ محض اجمالی مطالعہ پر نہیں تحریر فرماتے، کیونکہ

---

[1] اشرف السوانح: ص۱۱۲ [2] التبلیغ: ۶۹/۷

اس کو ناجائز سمجھتے ہیں اور اگر تفصیلی مطالعہ کی فرصت نہیں ہوتی تو کسی ایک مقام کی تعیین کرا لیتے ہیں اور اسی کے متعلق تقریظ تحریر فرماتے ہیں، اور اس صورت میں جس پر اطمینان ہوتا ہے اس مقام کی تقریظ میں یہ اضافہ بھی تحریر فرما دیتے ہیں کہ امید ہے کہ بقیہ کتاب بھی ایسی ہوگی۔

دارالھدیٰ کی چند کتابیں

REVISED EDITION

THE IDEAL MOTHER

A comprehensive book outlining
the principles of begin an ideal mother

Approved by:
Mufti Nizamud-Din-Shamzi
(Shaheed Rahmatullah Alayh)

کہانیوں کی دنیا (۳ حصے)

بچوں کی ا راقی تربیت کے لئے بہترین کہانیاں، بچوں کے لئے بہترین تحفہ، جس میں ذہنی تفریح کے ساتھ ساتھ اخلاق سنوارنے میں معین و مفید مضامین بھی شامل ہیں۔

جمع وترتیب:
مولانا محمد سعد عبدالرزاق
(فاضل جامعہ فاروقیہ، کراچی)

کتاب پڑھنے والے اور ناشر کے درمیان باہمی رابطہ

محترم قارئین، بتاریخ__________

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے کہ مزاج بخیر وعافیت ہوں گے......

اکابر علماء کرام اور بزرگانِ دین کی نصائح اور ارشادات پر مشتمل بیت العلم کی کتابیں جو بعض علماء کرام اوران کے معاونین ورفقاء کی محنت، بہترین تصحیح دقیق اور عمدہ تحقیق کے بعد الحمدللہ شائع ہوئی ہیں۔

اس کتاب کے حصول اور آپ کے باہمی رابطہ پر ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔

محترم قارئین آپ کی رائے ہمارے لئے بہت ہی اہم ہے، ہمیں خوشی ہوگی کہ آپ ہمیں اپنے رائے بھیج کر ہماری کتابوں کا معیار اور بلند فرمائیں گے، تا کہ یہ کتاب ہم سب کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے، آخرت کے لئے صدقہ جاریہ بن جائے۔

امید ہے جس جذبہ سے یہ گزارش کی گئی ہے اسی جذبہ کے تحت اس گزارش کا عملی استقبال بھی کیا جائے گا۔

ہماری کس کتاب کا آپ نے مطالعہ کیا اس کا نام __________ __________

اس کتاب کا تعارف کہاں سے ہوا؟ نشان "✓" لگائیے۔

☐ لائبریری میں مطالعہ کے دوران ☐ دوست کے ذریعہ سے

☐ اشتہار سے

یہ کتاب آپ نے کتنے لوگوں تک پہنچائی ______؟

کہاں سے خریدی ہے؟

مکتبہ کا نام ______ شہر ______ ☐ نمائش

کتاب کی کمپوزنگ اور کاغذ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

☐ معمولی ☐ بہتر ☐ اعلیٰ

کتاب کی قیمت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

☐ سستی ☐ معقول ☐ مہنگی

کتاب کی تیاری میں مدد کرنے والے، ناشر اور پڑھنے والوں کے لئے دعائیں کیں؟

کتاب میں اگر کوئی غلطی آپ کی نظر سے گزری ہو تو مندرجہ ذیل چارٹ میں تحریر فرمادیں۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلطی

اس پتہ پر خط پوسٹ فرما کر آپ بھی نیکی کے پھیلانے میں معاون بن سکتے ہیں۔ ہمت کیجئے اور اپنے مفید مشورہ اور دعا سے ادارہ کا تعاون کیجئے۔

STOCKIST
Bait-ul-Ilm
ST-9E, Block-8, Gulshan-e-Iqbal, Karachi.
Ph: 4976073, Fax: 4976339, E-mail: bit-trust@cyber.net.pk

بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کے لئے چند مفید کتب

صحابہؓ کے واقعات حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جو کہ براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ تھے، ان کے ایمان افروز واقعات کا مطالعہ مرجھائے ہوئے دلوں کو روحانیت عطا کرے گا اس کتاب میں ان ہی مبارک ہستیوں کا تذکرہ دل نشین ودل چسپ انداز میں کیا گیا ہے۔ تمام مسلمانوں خصوصاً طلباء وطالبات کے لئے انتہائی مفید کتاب۔

تابعینؒ کے واقعات تابعین کرام رحمہم اللہ اجمعین جنہوں نے بنفسِ نفیس حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فیض حاصل کیا، ان کے حالات وواقعات کو اس کتاب میں دل نشین ودلچسپ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ تمام مسلمانوں خصوصاً طلباء وطالبات کے لئے انتہائی مفید کتاب۔

والدین کی قدر کیجئے والدین کی اطاعت، خدمت اور ان کی دعا کی اہمیت وضرورت پر ایک بہترین راہ نما کتاب جس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں والدین کے حقوق اور ان کے ادب واحترام کو واضح کیا گیا ہے۔ نیز ایسے نصیحت آموز، دل چسپ واقعات جو والدین کی اطاعت پر آمادہ کریں اور ان کی نافرمانی سے بچائیں اور والدین کو ستانے کی صورت میں دنیا ہی میں پکڑ کا ذریعہ بنیں، ان کو بھی دل نشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

- کہانیوں کی دنیا (۳ حصے)
- تعارف صحابہؓ
- اسلامی آداب
- انوار الحدیث
- بہترین جہیز
- شرح اربعین نوویؒ

دار الہدیٰ